تذکرۂ صوفیائے بنگال

اعجاز الحق قدوسی



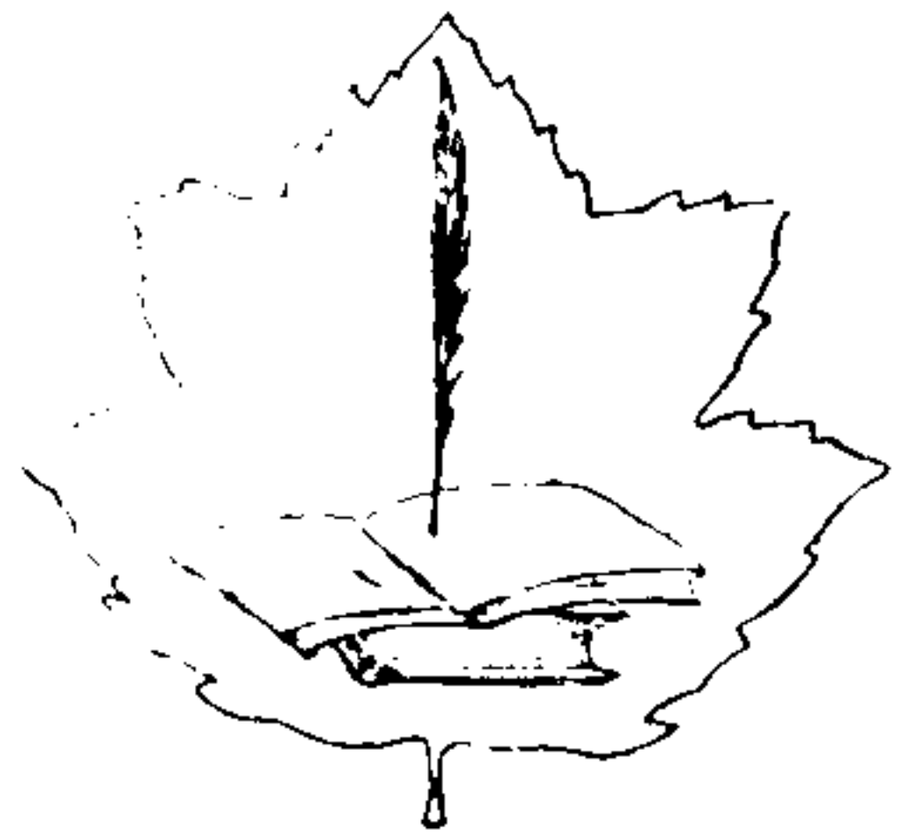

مرکزی اردو بورڈ

۳۶ - جی ، کلبرگ ٭ لاہور

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

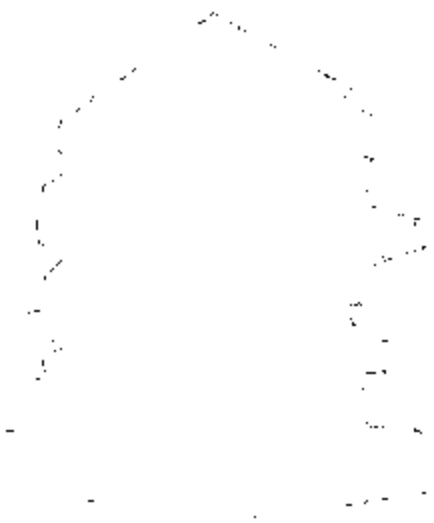

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

بار اول

اپریل - ۱۹۶۵ء

130587

ناشر : احمد الدین اظہر

ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ

طابع : نذیر احمد چودھری

سویرا آرٹ پریس ، لاہور

Marfat.com

اظہارِ تشکر

یوں تو میں اپنی اس تالیف میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں کہ جنھوں نے مجھے اس کتاب کے دوران تالیف میں اپنے گراں قدر مشوروں سے مستفید فرمایا۔

لیکن خصوصیت سے میں اس سلسلے میں سب سے زیادہ بنگال کے محقق تاریخ تصوف ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی کا ممنون و شکرگزار ہوں کہ میں نے ان کے چراغ سے اپنا یہ دیا روشن کیا ہے، میں اس کتاب میں ان کا خوشہ چین ہوں۔ ان کی کتابیں میری اس کتاب کے اہم مآخذ ہیں۔ ان کے زریں مشورے اس تالیف میں میرے شامل حال رہے ہیں، اگر ان کی کتابیں میرے سامنے نہ ہوتیں، اور وہ اپنے گراں قدر مشوروں سے میری رہبری نہ کرتے تو شاید میں یہ کتاب کبھی نہ لکھ سکتا۔

میں جناب محترم عبدالکریم صاحب لکچرار ڈھاکہ یونیورسٹی کا بھی بیحد شکرگزار ہوں کہ میں نے ان کی کتاب سوشل ہسٹری آف بنگال کے ذریعہ سے بہت سے مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام کے حالات تک رسائی حاصل کی کہ جن تک میری رسائی بہت مشکل تھی۔

احسان ناشناسی ہوگی اگر اس موقع پر میں اس مرد جلیل کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جس کی کتابوں نے ہمیشہ مجھے بڑی بصیرت بخشی ہے ان کی کتابیں ابتدا سے میرے تالیفی کارواں کی خضر راہ رہی ہیں ان کے قلم کی شگفتگی نے اس موضوع کے گلشن کو پاکستان میں بہار بنایا اور مجھ جیسے لکھنے والوں کے لیے نئی راہیں پیدا کیں جو پاکستان میں اس قصر کا معمار اول ہے۔ جس کے دیدار سے میری آنکھیں

Marfat.com

محروم اور جس کی بے پناہ عقیدت سے میرا قلب معمور ہے ، وہ اچانک اس تالیف کے دوران میں میرے لیے فرشتۂ رحمت بن کر اس طرح نمودار ہؤا کہ آنکھیں اس کے جمال سے محروم اور زبان اس کے شکریہ سے قاصر رہی ، یہ ہیں میرے بے لوث محسن شیخ محمد اکرام صاحب جو ایک روز میرے دفتر میں تشریف لا کر جب کہ میں دفتر میں موجود نہ تھا ، بغیر نام بتائے ہوئے ، بغیر کسی ربط و ملاقات کے بنگال کے صوفیا پر مجھے ایسے مآخذ دے گئے کہ جن تک میری دست رس ناممکن تھی ، میں قراین سے یہ متعین کر سکا کہ یہ کرم فرما شیخ محمد اکرام ہی تھے ورنہ باوجود میرے بار بار لکھنے کے آج تک بھی انھوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ انھوں نے ہی مجھ پر یہ احسان فرمایا تھا ، احسان کر کے اور اس طرح بھلا دینا کہ جس پر احسان کیا گیا ہو ، اس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس پر یہ احسان کس نے کیا ہے ، بلندیِ کردار اور حسنِ اخلاق کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے کہ جس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی ، گو یہ سچ ہے کہ آفتاب عطیۂ نور میں ذروں سے طالبِ تشکر نہیں ہوتا ، سمندر قطروں سے داد نہیں چاہتا ، سلطان گدا سے خراج نہیں مانگتا مگر ذرے ، قطرے اور گدا کے بھی تو کچھ فرض و احساسات ہیں ، شیخ محمد اکرام صاحب کے پہلے ہی مجھ پر علمی احسانات کیا کم تھے اور اب تو ان کا یہ کرم مجھے اس منزل میں لے آیا ہے ، جہاں زبان گنگ اور انسان سرتاپا تشکر ہوتا ہے ، حقیقت یہ ہے کہ میری خموشی ہی ان کے لیے میرے تشکر کی ترجمان ہے ، اگرچہ وہ خود اس سے بے نیاز ہیں ۔

میں جناب محترم سلیم اللہ صاحب فہمی کا بھی رہینِ منت ہوں کہ انھوں نے بھی اس سلسلے میں میری مدد فرمائی ۔

میں اپنے نوجوان عزیز دوست مفتی رفیع الدین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بعض انگریزی مآخذ کا ترجمہ کر کے میرے لیے اس کام کو آسان بنا دیا ۔

میں مغربی جرمنی کی مشہور مستشرق خاتون ڈاکٹر اینی میری شمیل پروفیسر بون یونیورسٹی (مغربی جرمنی) کا بھی بیحد شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب پر تعارف لکھ کر جس کا ترجمہ تعارف کے عنوان سے اس کتاب کی ابتدا میں اور اصل متن انگریزی میں ہے جو اس کتاب کے

Marfat.com

آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

میں اپنے محترم دوست سید حسام الدین صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی تالیف کے دوران میں اپنے گراں قدر مشوروں سے مجھے نوازا۔

میں آخر میں اپنے عزیز دوست مبین الحق صاحب صدیقی اسپیکر مغربی پاکستان اسمبلی کا متشکر ہوں کہ ان کی دلچسپیوں اور بار بار کے تقاضوں نے اس کتاب کی تکمیل میں بڑی مدد کی۔

میں اپنے عزیز ترین دوست حضرت جمیل جالبی کا بھی بیحد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے سلسلے میں بعض اہم مآخذ کی فراہمی میں میری مدد کی۔

لیاقت آباد ۵/۳۵۷ کراچی نمبر ۱۹

اعجاز الحق قدوسی
۸ جون ۱۹۶۳

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

عنوان		صفحہ
اظہار تشکر	از مؤلف	د
ترتیب		و
فہرست توضیحی حواشی		ا تا ز
تعارف	از پروفیسر ڈاکٹر اینی میری شمیل	
	پروفیسر بون یونیورسٹی (مغربی جرمنی)	ز تا ط
مقدمہ	از مؤلف	ک
بنگال		۱
مسلمانوں کی آمد بنگال میں		۳
بنگال کا پہلا تبلیغی مرکز		۴
بنگال میں مسلم عہد حکومت کی ابتدا		۶
بختیار خاں		۸
	(الف)	
حضرت بابا آدم شہید		
حالات		۱۰
بنگال میں تشریف آوری		
مقبرہ		۱۷
کتبہ		
شاہ اسمٰعیل غازی		
شاہ انور قلی حلبی		
حالات		۲۰
کتبہ		۲۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شیخ انور	۵۷
حالات	،،
حضرت ابو تراب	۵۹
حالات	،،
خواجہ انور شاہ	۶۱
شاہ ابراہیم دانشمند	۶۳
حالات	،،
وفات	۶۴
شاہ الا	۶۵
حالات	،،
شاہ ابواللیث	۷۱
حالات	،،
بیعت	،،
وفات	۷۲
تصانیف	،،
سجادہ نشینی	،،
شاہ ابوالارشاد علی عبدالقادر	۷۳
حالات	،،
شاعری	،،
وفات	،،
مولانا اسام الدین	۷۵
ولادت	،،
بیعت	۷۶
حضرت سید احمد بریلوی کی تحریک میں شرکت	،،
مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید سے روحانی استفاضہ	۷۷
بنگال میں رشد و ہدایت	۷۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ
وفـات	۸۰

(ب)

پیر بدرالدین بدر عالم	۸۳
حالات	
وفـات	۸۶
اولاد	۸۷
ڈاکٹر انعام الحق کی تحقیق	۸۸
سلطان بایزید بسطامی	۹۱
حالات	۹۱
بہرام سقا بردوانی	۹۷
حـالات	۹۸
بردوان میں ورود	۱۰۰
شاعری	۱۰۱
مـزار	۱۰۲
کـتبہ	۱۰۵
حضرت بابزید صوفی	۱۰۸
حالات	۱۰۸

(پ)

شـاہ پیر	۱۱۱
حالات	۱۱۱

(ج)

شیخ جلال الدین تبریزی	۱۱۳
نـام اور ولادت	۱۱۴
بیعت	۱۱۷
	۱۱۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شیخ کی خدمت	۱۱۴
شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سے ملاقات	۱۱۵
دھلی میں تشریف آوری	۱۲۰
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات	،،
شیخ الاسلام کا حسد	۱۲۳
ہمت	،،
بدایوں میں تشریف آوری	۱۲۸
شیخ علی کا قبولِ اسلام	۱۲۹
مولانا علاء الدین کو عطائے لباس	۱۳۰
شیخ نجم الدین صغریٰ کا انجام	۱۳۱
بنگال کو روانگی	۱۳۲
بنگال میں رشد و ہدایت	،،
خانقاہ کی تعمیر	۱۳۳
مقامی یوگیوں سے مناظرے	۱۳۳
وفات	،،
حضرت جلال تبریزی کے روحانی کمال کے اثرات	۱۳۴
خانقاہ کی تعمیر	،،
آستانے کی سرمت	،،
دیوتالہ کے چار کتبے	،،
سلطان علاء الدین علی مبارک کا ایک خواب	۱۳۶
دائرہ شاہ جلال کے متعلق منشی شیام پرشاد کا ایک بیان	۱۳۷
شیخ جلال الدین مجرد سلھٹی	۱۴۱
حالات	،،
رشد و ہدایت	۱۵۱
رفقا کی آبادی	،،
ابن بطوطہ کی روایتیں	،،
وفات	۱۵۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
مزار	۱۵۳
شاہ جلال	۱۵۵
حالات	،،

(چ)

شاہ چاند اولیا	۱۵۹
حالات	،،
بنگال میں تشریف آوری	،،
مزار	۱۶۰

(ح)

شیخ حسین ڈھاکر پوش	۱۶۱
حالات	،،
مولانا شیخ حمید دانشمند	۱۶۳
حالات	،،
شاہجہاں کی عقیدت	۱۶۴
حضرت مجدد الف ثانی کے خطوط	۱۶۵
وفات	۱۶۷

(خ)

خان جہاں	۱۶۹

(د)

مخدوم شاہ دولہ شہید	،،
حالات	،،
مزار	،،

(ڈ)

Marfat.com

عنوان	صفحہ
شاہ میر ڈھاکر علی	۱۷۳
حالات	،،
(ذ)	
سیدنا حضرت ذاکر علی	۱۷۵
حالات	،،
(ر)	
قاضی رکن الدین سمرقندی	۱۷۹
حالات	،،
بوجر برھمن کا قبولِ اسلام	۱۸۰
وفات	۱۸۱
شیخ رفقۃ الدین	۱۸۳
حالات	،،
روشن آرا	۱۸۵
شیخ راجا بیابانی	۱۸۷
(ز)	
شیخ زاھد	۱۸۹
حالات	،،
وفات	۱۹۰
شاہ زید	۱۹۱
حالات	،،
(س)	
حضرت سراج الدین (اخی سراج)	۱۹۳
حالات	،،

Marfat.com

عنوان	صفحہ
خلافت	۱۹۷
صاحب روضتہ الاقطاب کا بیان	۲۰۱
دھلی میں قیام	۲۱۳
بنگال میں رشد و ھدایت	۲۱۵
وفـات	۲۱۶
روضـہ مبارک	۲۱۷
کـتبہ	۲۱۷
خلفـا	۲۱۸
سید العارفین	۲۱۹
حالات	،،
مزار	۲۲۰
عرس	،،
شاہ سلطان انصاری	۲۲۱
حالات	،،
شاہ سلطان رومی	۲۲۳
حالات	،،
تبلیغ اسلام	،،
شاہ سلطان ماہی سوار	۲۲۵
حالات	،،
بیعت	۲۲۶
شیخ کا ارشاد	،،
بنگال میں رشد و ھدایت	،،
مستنہ میں تشریف آوری	
مستنہ میں ارشاد و تبلیغ	
وفـات	،،
ھندو اور مسلمانوں کا مشترکہ	۲۲۸

Marfat.com

عنوان	صفحه
سید سلطان	۲۲۹
حالات	۲۳۰
سید سلطان کی تصانیف	،،
وفات	۲۳۹
مرید	،،

(ش)

مولانا شرف الدین ابو توامہ	۲۴۱
،،	،،
حالات	
درس و تدریس	۲۴۵
تصانیف	،،
وفات	،،

(ص)

شاہ صفی الدین	۲۴۷
،،	،،
حالات	
بنگال میں تشریف آوری	،،
وفات	۲۴۹

(ظ)

ظفر خاں غازی	۲۵۱
مخدوم شاہ ظہیر الدین	۲۵۳

(ع)

شاہ عبداللہ گجراتی	۲۵۵
حالات	،،
وفات	،،
کتبہ	،،

Marfat.com

عنوان	صفحه
شیخ عبد الله کرمانی	۲۵۷
مولانا عطا	۲۵۹
حالات	،،
مدفن	۲۵۹
کتبے	،،
حضرت شاہ علی بغدادی	۲۶۱
حالات	،،
وفات	،،
مسجد	،،
کتبہ	۲۶۲
مزار	۲۶۳
شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی	۲۶۵
نام و نسب	،،
بیعت	۲۷۲
شیخ کی خدمت	۲۷۳
خلافت	،،
پیشنگوئی	۲۷۴
وفات	۲۷۵
مزار	،،
اولاد	،،
خلفاء	،،
مولانا عثمان بنگالی	۲۸۱
حالات	،،
شاہ عمر	۲۸۱
حالات	،،
شاہ عبدالرحیم شہید	۲۸۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حالات	۳۲۱
بیعت	،،
سلسلۂ محدثیہ کے فروغ	۳۲۳
شہادت	،،
مزار	۳۲۴
خلفاء	،،
(ق)	
قتل پور	۳۲۷
حالات	،،
(ک)	
مولانا کرامت علی جون پوری	۳۲۹
نام و ولادت	،،
تعلیم و تربیت	۳۳۰
بیعت	۳۳۱
خلافت	،،
رشد و ہدایت	،،
قانونانہ حملہ	۳۳۲
مدرسۂ حنفیہ کا قیام	،،
بنگال و آسام کا تبلیغی سفر	۳۳۳
مشرقی پاکستان کا سفر	،،
سفری مدرسہ	،،
نو کھالی میں تبلیغ	۳۳۴
بریسال میں تشریف آوری	،،
بنگال کے مختلف شہروں کا سفر	،،
بنگال کے پہلے سفر کی مدت	۳۳۵
وطن کو واپسی	،،

Marfat.com

عنوان	صفحہ
وفات	۳۸۵
ارشادات و ملفوظات	۳۸۶
اولاد	۳۸۸
خلفاء	۳۸۹
تصانیف	۳۹۰
حضرت شاہ کاکو	۳۹۱
شاہ لنگر	۳۹۲
(ھ)	
مخدوم شاہ محمود غزنوی	۳۹۳
شاہ بلا سبکین	۳۹۴
حالات	۳۹۵
منبرہ	۳۹۶
شاہ محسن اولیاء	۳۹۷
حالات	۳۹۸
وفات	۳۹۹
شیخ محمد علاء بسکالی	۴۰۰
حالات	۴۰۱
شاہ محمد صغیر	۴۰۲
حالات	۴۰۳
مولانا شاہ معظم دانشمند معروف بہ [illegible] دولہ	۴۰۴
حالات	۴۰۵
شاہ مخدوم	۴۰۶
راج شاہی میں تشریف آوری	۴۰۷
رشد و ہدایت	۴۰۸
وفات و مزار	۴۰۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ
درگہ کے اوقاف	۳۶۶
سید مرتضیٰ شاہ	۳۶۹
حالات	،،
وفات	۳۷۰
تصانیف	،،
فارسی شاعری	۳۷۲
صوفی سید محمد دائم	۳۷۵
حالات	،،
بیعت	،،
شاہ منعم پاکباز کی خدمت میں حاضری	۳۷۶
ڈھاکہ میں قیام	،،
مقبولیت	،،
شریعت کی پابندی	۳۷۷
اشاعت علم	،،
وفات	،،
قاضی موکل	۳۷۹
حالات	،،
بنگال میں تشریف آوری	،،
مزار	،،
شاہ محمدی	۳۸۱
حالات	،،
سجادگی	،،
اتباع شریعت	،،
فیاضی	،،
وفات	۳۸۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
(ن)	
حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن	۳۸۳
حالات	،،
مزار	۳۸۴
شیخ نور الحق والدین معروف بہ شیخ قطب عالم	۳۸۵
نام و خاندان	،،
بیعت و خلافت	۳۸۷
ریاضتیں اور مجاہدے	۳۹۱
راجا کنس اور اس کے مظالم	۳۹۲
سلطان ابراہیم مشرقی کے نام حضرت نور قطب عالم کا خط	۳۹۳
سلطان ابراہیم مشرقی کے مشورے	۳۹۴
سلطان ابراہیم کی بنگال کو روانگی	۳۹۶
جدو کا اسلام اور تخت نشینی	،،
حضرت نور قطب عالم کی سلطان ابراہیم سے واپسی کی درخواست	۳۹۷
سلطان ابراہیم کی برہمی	،،
حضرت نور قطب عالم کا ارشاد اور سلطان ابراہیم کی واپسی	،،
راجا کنس کی عہد شکنی	۳۹۸
شیخ نور قطب عالم کی اپنے والد سے گزارش	،،
راجا کنس کے شیخ انور پر مظالم	،،
شیخ نور قطب عالم کا اپنے صاحبزادے کو جواب	،،
راجا کنس کا انجام	۳۹۹
خشیت الٰہی	
انکسار	۴۰۰
حلم	،،
ملفوظات	۴۰۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
مکاتیب	۳۰۴
تصانیف	۳۰۵
آردو پر احسان	،،
وفات	،،
مزار مبارک	۳۰۶
اولاد	۳۱۱
خلفاء	،،
شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری	۳۱۹
حالات	،،
سلسلۂ طریقت	۳۲۰
شاہ شجاع کی ارادت	۳۲۱
تصانیف	،،
وفات	،،
شاہ نوری	۳۲۳
حالات	،،
شاہ باگو کی خدمت میں حاضری اور بیعت	،،
ریاضتیں اور مجاہدے	۳۲۴
ڈھاکہ کو واپسی	،،
علم و فضل	۳۲۵
تصانیف	،،
وفات	،،
اولاد	،،
شیخ یوسف بنگالی	۳۲۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حالات	۳۲۷
تبحر علمی	۳۲۹
ہم عصروں کے علم و فضل و بزرگی کا اعتراف	۳۲۹
وفات	۳۳۰
اولاد	۶۰

Marfat.com

Marfat.com

فہرست توضیحی حواشی

ذیلی حواشی صفحہ

قطب الدین ایبک ۲۶
مگدھ ۲۷
سلسلۂ سہروردیہ ۳۳
سلسلہ چشتیہ کے بانی شیخ ابواسحاق شامی ۲۵
سلسلہ ادھمیہ کے بانی حضرت ابراہیم بن ادھم ۳۸
سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت شیخ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ۳۹
ترک فرمانروا ۴۵
ابوالفضل ۴۸
راجا بلال سین ۵۱
سلطان فتح شاہ ۵۲
سلطان ابراہیم شاہ شرقی ۵۳
سلسلہ مداریہ طیفوریہ ۵۷
شاہ غلام علی ۵۷
حضرت سید احمد بریلوی ۵۸
مولانا عبدالحی بڑھانوی ۵۹
شاہ اسمٰعیل شہید ۶۰
سلطان علاء الدین (علی مبارک) ۶۲
احمد بن خضرویہ ۶۳
ابو حفص حداد ۶۳
یحیٰ بن معاذ ۶۳
حضرت شقیق بن ابراھیم بلخی ۶۳
حضرت جنید بغدادی ۶۴
دارا شکوہ ۶۵
مولانا عبدالرحمن جامی ۶۶
نصیرالدین ہمایوں ۶۸

Marfat.com

ذیلی حواشی	صفحہ
جلال الدین محمد اکبر	۹۸
ملا عبدالقادر بدایونی	۹۹
نور جہاں	۱۰۳
شہزادہ عظیم الشان	۱۰۷
محمد معظم بہادر شاہ	۱۰۸
فرخ سیر	۱۱۰
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی	۱۱۳
حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی	۱۱۵
شیخ فرید الدین عطار	۱۱۸
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۱۲۰
شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ	۱۲۳
شیخ جمالی	،،
شیخ علی	۱۲۹
مولانا سید علاء الدین اصولی بدایونی	۱۳۱
سلطان باربک شاہ	۱۳۴
سلیمان کترانی	۱۳۵
محمد غوثی مانڈوی مولف تذکرہ	،،
گلزار ابرار	۱۴۲
شیخ علی شیر	۱۴۴
حضرت جلال سرخ	۱۴۶
شیخ پیارہ	۱۵۵
حضرت مجدد الف ثانی	۱۶۳
مفتی عبدالرحمٰن کابلی	۱۶۶
شیخ عبدالحی حصاری	۱۶۷
مولانا شہباز محمد بھاگل پوری	۱۷۵
علی مردان خلجی	۱۷۹
سلطان جلال الدین جدو	۱۸۹
حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی	۱۹۳
مولانا فخر الدین زرادی	۲۰۱
مولانا رکن الدین اندرپتی	۲۰۵

Marfat.com

ذیلی حواشی

	صفحہ
حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دھلی	۲۰۶
سلطان محمد بن تغلق	۱۰۵
لکھنوتی	۱۰۶
نصرت شاہ	۱۱۰
اورنگ زیب عالگیر	۱۲۳
مان سنگھ	۱۲۷
سلطان شمس ایلتمش	۱۳۳
سلطان غیاث الدین بلبن	،،
سلطان طغرل	۱۳۵
سلطان بغرا خاں	،،
سلطان فیروز شاہ	۱۳۸
شاہ بو علی قلندر	،،
نواب نصرت جنگ	۱۳۲
نواب احسن اللہ	،،
حضرت بابا فرید گنج شکر	۲۶۵
سلطان سکندر شاہ بن شمس الدین بھنگڑہ	۲۷۳
خواجہ احمد لسیوی	۲۷۵
آج	۲۸۰
مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت	،،
مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد بن یحیی منیری	۲۸۲
قاضی شہاب الدین دولت آبادی	۲۸۹
شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۲۹۲
شیخ صفی الدین اردبیلی	۲۹۷
مولانا جلال الدین رومی	۳۰۰
سلطان ولد	
شیخ فخرالدین عراقی	۳۰۳
شیخ عبدالقادر جیلانی	۳۰۴
امام ابو حنیفہ	۳۰۵
امام احمد بن حنبل	،،

Marfat.com

ذیل حواشی	صفحه
امام علی رضا	۳۰۶
خواجه بهاء الدین نقشبند	،،
خواجه معین الدین اجمیری	۳۰۷
میر کبیر سید علی همدانی	۳۰۹
شیخ شمس الدین بن نظام الدین	،،
اودهی	۳۱۱
شیخ محی‌الدین ابن عربی	۳۱۳
میاں حاتم سنبھلی	۳۱۷
خواجه محمد معصوم سرهندی	۳۲۱
شیخ احمد علی	۳۳۰
مولانا امام‌الدین سوارراسی	۳۳۴
شاه عبدالله شطاری	۳۳۹
شاه شجاع	۳۷۰
دارا شکوه	،،
شاه منعم بن امان بهاگل پوری	۳۷۵
سلطان غیاث الدین بن سکندر شاه	۳۸۵
قاضی حمید الدین ناگوری	۳۸۷
سلطان ابراهیم شرق	۳۹۳
شیخ عبدالحق محدث دهلوی	۴۰۱
سونا مسجد	۴۰۷
یوسف شاه بن باربک	۴۰۸
سلطان علاء الدین حسین شاه	۴۰۹
سید حامد شاه	۴۱۶
مولانا کمال الدین عزت الله عرف به مولانا کنو	۴۱۷
شیخ محمد افضل	۴۱۹
شیخ محمد بن حسن	۴۲۰
شیخ محمد بن جلال	،،
مرشد آباد	۴۲۳
شاه بالو	۴۲۴
مولانا شیخ وجیهه الدین علوی	۴۲۷

Marfat.com

تعارف

ڈاکٹر اینی میری شمیل پروفیسر بون یونیورسٹی (مغربی جرمنی)

مجھے مولانا اعجازالحق صاحب قدوسی کی اس نئی کتاب "تذکرۂ صوفیائے بنگال" کا اردو کے قارئین سے تعارف کراتے ہوئے بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے۔

گزشتہ چند برس میں مولانا قدوسی نے خاصی تعداد میں تصوف کی تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں۔ خاص طور پر انھوں نے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے ان علاقوں کے صوفیائے کرام کا تعارف کرایا ہے جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔ ہم مغربی ملکوں کے رہنے والوں کو سندھ اور پنجاب کے صوفیہ کے متعلق واقفیت ان ہی کے ذریعہ سے بہم پہنچی۔

مولانا قدوسی کا شاہکار ان کے مورثِ اعلیٰ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی وہ سوانح حیات ہے جو "شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تصنیفات" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ارشادات سے علامہ اقبال نے بھی اپنے مشہور خطبات میں استفادہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنیل اندر صوفیا کی شخصی سوانح حیات میں اس سے بہتر کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔

اب انھوں نے شدید اور جانکاہ محنت سے تذکرۂ صوفیائے [illegible] کیا ہے۔ یہ موضوع اور بھی زیادہ مشکل تھا۔ مجھے اس مشکل [illegible] اس وقت ہوا جب میں مشرقی پاکستان میں [illegible] وہاں بہت سے صوفیائے کرام کے مزارات [illegible] ان [illegible] کے حالات معلوم کرنے چاہے۔ مگر میں نے سمجھا کہ [illegible] ان کے

Marfat.com

زمانے تک کے متعلق بھی اختلاف رائے تھا ۔ اور ان کے لیے ان کی زندگی کے بارے میں کچھ بتانا تو ناممکن ھی تھا ۔

مشرق پاکستان میں مغربی پاکستان کے مقابلے پر مشہور صوفیائے کرام کی تعداد بھی کم ھے ، اور ان کے مزارات بھی اتنے عالی شان اور آراستہ نہیں جیسے مغربی پاکستان میں خاص طور پر پنجاب ، سندھ اور ملتان کے مزارات ھیں ۔

میں نے ڈھاکہ کے مختلف مزارات کی زیارت کی ۔ خاص طور پر میرپور کے جو ڈھاکا کے شمال میں ھے اور جو پانچویں صدی ھجری میں آباد ھؤا تھا ۔ میں سلہٹ میں گئی اور شاہ جلال مجرد سلھٹی کے مزار پر حاضر ھوئی ، اور تالاب کے مگرمچھ بھی دیکھے ۔ وھاں ایک بڑا مجمع تھا ، لیکن شاہ جلال کے حالات زندگی اور شجرۂ نسب کے بارے میں جو باتیں مجھے بتائی گئیں ، ان میں اختلاف پایا جاتا تھا ۔

میں چٹاگانگ میں شاہ بایزید بسطامی کے مزار پر بھی حاضر ھوئی ، یہ ایک عجیب و غریب مقام ھے ۔ جہاں لاتعداد کچھوے ھیں اسی طرح ھیں جیسے کراچی میں منگوپیر کے مزار پر مگرمچھ ھیں ۔ مجھے تعجب ھؤا کہ حضرت بایزید بسطامی اپنے مزار پر ایسے عجیب جانور دیکھ کر کیا فرماتے ھوں گے ۔

میں نے وھاں گیت اور معرفتی نغمے سنے جو عوام میں مقبول ھیں اور ھر قسم کے جذبات کی ترجمانی کرتے ھیں ۔ ان گیتوں میں روح کی عشق حقیقی میں کیفیت سمندر میں سفر کرنے والے لوگوں کے نقطۂ نظر سے پیش ھوئی ھے ۔ روح کو ٹوٹی ھوئی کشتی میں کھویا ھؤا دکھایا گیا ھے ، دنیا بحر بیکراں ھے ، موجیں اور گرداب کشتی کو گھیرے ھوئے ھیں ۔ بجلیاں کشتی کے بادبانوں کو پھاڑے ڈال رھی ھیں ۔ صرف حضرت محمد جو عظیم ناخدا ھیں روح کو خدائے عزوجل تک پہنچا سکتے ھیں ۔

صوفیا کی اس پاکیزہ دنیا میں مولانا قدوسی نے ھمیں پورے طور سے متعارف ھونے کا سامان مہیا کر دیا ھے ۔

میں نہایت خلوص سے اپنی اس تمنا کا اظہار کرتی ھوں کہ مولانا قدوسی کی یہ تصنیف بھی ان کی سابقہ تصانیف کی طرح ان تمام لوگوں

130587 س

Marfat.com

کے لیے مشعلِ راہ ہو گی جو پاکستان کی روحانی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

پروفیسر ڈاکٹر اینی میری شمیل

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

اعجاز الحق قدوسی

بنگال میں جس آخری ہندو سلطنت کے بعد اسلامی حکومت کا آفتاب طلوع ہؤا وہ سین خاندان کی حکومت ہے۔ سین خاندان کے راجا تقریباً سو برس تک بنگال کے اکثر حصوں پر قابض رہے۔ اس خاندان کی سلطنت کا بانی سامنت دیو نسلاً برہمن تھا جو ۱۰۵۰ء—۴۴۲ھ کے لگ بھگ دکن سے آ کر اولاً سیرن ریکھا ندی کے کنارے کاسی پور نامی بستی میں آباد ہؤا۔ سامنت دیو اور اس کا بیٹا ہمانت سین معمولی درجے کے سردار رہے، لیکن جس کے زمانے میں باقاعدہ سین خاندان حکومت کی بنیاد پڑی وہ ہمانت سین کا بیٹا بجے سین تھا، جس نے ۱۱۰۰ء—۴۹۲ھ میں پال راجا کے بعض علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کو وسیع کیا، اور اپنے چالیس سالہ دور حکومت میں اس نے کلنگا اور اوڑیسہ تک اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا، اور بنگال کے مشہور شہر لکھنوتی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔

بجے سین کے بعد اس کا بیٹا بلال سین راجا ہوا، اس نے ہندو مذہب کو اس طرح تقویت دی کہ ہندوؤں کی ذات کی تقسیم، جو تقریباً مٹ چکی تھی، اس تقسیم کو اس نے از سر نو رائج کیا۔

بلال سین کے بعد اس کا بیٹا لکھمن سین راجا ہوا، اس نے [illegible] عمر پانی اور شہر ندیا کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اسی [illegible] ہندوؤں کی حکومت کی بساط سلطنت الٹی اور بنگال کے پہلے مسلم فاتح اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے اس ملک میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

Marfat.com

اختیار الدین محمد بختیار خلج و غور و بلاد گر مسیر کے بڑے لوگوں میں تھا ، وہ ابتداء سلطان معزالدین سام (شہاب الدین غوری) کے پاس غزنی آیا ، لیکن چونکہ وہ شکل و صورت اور وجاہت ظاہری نہ رکھتا تھا ، سلطان شہاب الدین نے اس کا معمولی وظیفہ مقررکر دیا ، وہ بد دل ہوکر دھلی چلا آیا ، لیکن یہاں بھی اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی ۔ وہ دھلی سے سپہ سالار ھزبر الدین ارنب کے پاس بدایوں پہنچا ، وھاں کچھ دن رھنے کے بعد اودھ آ کر ملک حسام الدین اغلبک کا ملازم ھوا ، یہیں اس نے ھتھیار اور گھوڑے فراھم کیے ، اور سلطان شہاب الدین غوری کے مفتوحہ علاقوں سہلت و سہلی میں مرزا پور کے قریب جاگیر حاصل کر لی ، اور یہیں سے وہ منیر اور بہار پر دھاوے بول کر فتوحات حاصل کرتا رھا ۔

اتفاق دیکھئے کہ اسی زمانے میں غور و خراسان اور مرو کے کچھ لوگ ھندوستان آ کر ادھر اُدھر پریشان پھر رھے تھے ، انہوں نے محمد بن بختیار کا شہرہ سنا اور وہ سب لوگ اس کے گرد آ کر جمع ھو گئے ، محمد بن بختیار کو ان کے آنے سے بڑی مدد ملی ، اور اس تقویت کے پہنچنے کے بعد وہ اپنے اثر و رسوخ کو قوی کرتا رھا ، یہاں تک کہ اس کا شہرہ سلطان قطب الدین ایبک[1] تک پہنچا ، سلطان قطب الدین نے اسے اپنے پاس بلایا ، اور اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا ، ریاض السلاطین میں ھے کہ سلطان قطب الدین نے اسے بہار اور منیر کی صوبہ داری کا فرمان دے کر اس طرف روانہ کیا ، دو برس تک وہ

---

۱ ۔ سلطان محمد غوری کی وفات کے بعد ترک افسروں کے مشورے سے قطب الدین ایبک ھندوستان کے تخت پر ۱۲۰۶ء میں بیٹھا ، یہ سلطان محمد غوری کا غلام ، ھندوستان کا پہلا خود مختار بادشاہ اور خاندان غلاماں کی حکومت کا بانی تھا ، اس نے چار سال حکومت کی ، اور ۱۲۱۰ء میں پولو کھیلتے ھوئے گھوڑے سے گر کر لاھور میں وفات پائی ، اس کا مزار لاھور میں انارکلی کے عقب میں واقع ھے ۔
(ماخوذ از آب کوثر ، صفحہ ۱۱۲)

Marfat.com

بہار اور منیر کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے حملے کرتا رہا ، آخر اس نے بہار کو فتح کرنے کا عزم بالجزم کر لیا ، اور دو سو سوار لے کر اس نے مردانہ وار جنگ کر کے قلعۂ بہار کو فتح کر لیا ، بہار کا راجا اندرمن دیوپال بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا ۔

صاحب طبقات ناصری کا بیان ہے کہ اس زمانے میں بہار کے اکثر باشندے سر منڈے برہمن یعنی بودھ مذہب کے راہب تھے ۔ کہتے ہیں کہ بہار میں ہندوؤں کا ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جو بختیار خاں کے ہاتھ لگا ۔ اس نے اس کتب خانے کی کتابوں کے متعلق وہاں کے لوگوں سے مطالب کی تحقیق چاہی ، لیکن چونکہ راہب قتل ہو چکے تھے ، اس لئے کوئی ان کے مطالب بیان نہ کر سکا ۔

بہار کی فتح کے بعد محمد بن بختیار فاتح و منصور ہو کر سلطان قطب الدین ایبک کے پاس واپس ہوا ، اس کے تقرب و اختصاص کو دیکھ کر ارکان دولت میں اس کے خلاف حسد پیدا ہوا ، اور وہ اس کو ہندوستان سے نکالنے کی تدبیریں سوچنے لگے ، ایک روز انہوں نے متفقہ طور پر سلطان قطب الدین ایبک سے کہا کہ محمد بن بختیار اس قدر

---

۱ ۔ تاریخی روایات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان صوفیاء بنگال تک اشاعت اسلام کو مقدم سمجھتے تھے ۔ موجودہ صوبہ بہار جس جگہ موجود ہے ، یہاں ایک ہستی تھی جو اونتو یا اوتنو یا اوتن کہلاتی تھی ، طبقات ناصری میں سلطان شہاب الدین غوری کے متعلق جو ذکر ہے اس میں اس کا نام اوند بہار بھی لکھا ہے ۔ اوند میں راجا کا ایک یہاں ایک بڑا وہارہ بنوایا اور اس کے بعد اس خاندان کے راجاؤں نے اس قصبے کو اپنا دارالحکومت بنایا ، اور وہارے کی تعمیر میں اضافہ کرتے رہے ۔ انہیں وہاروں کی وجہ سے اس قصبے کا نام (بہار) پڑا ۔ اور چونکہ یہ دارالسلطنت تھا اس لئے یہ نام پڑ گیا ۔

(ماخوذ از تاریخ مگدھ ، تالیف مولوی نصیح اللہ بخاری ، صفحہ ۸۲—۸۶)

Marfat.com

بہادر و شجاع ہے کہ ہاتھی کا مقابلہ کر سکتا ہے ۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر محمد بن بختیار سے پوچھا ، وہ شرم و غیرت کی وجہ سے انکار نہ کر سکا اور سمجھ گیا کہ ان لوگوں کا مقصد اُسے دربار سے نکلوانا ہے ، چناں چہ ایک روز عام و خاص دربار میں جمع کیے گئے اور ایک مست ہاتھی سفید محل میں لایا گیا ، محمد بن بختیار نے مقابل ہو کر اس زور سے ایک گرز ہاتھی کی سونڈ پر مارا کہ وہ چنگھاڑتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا ۔ اُس کی بہادری پر ہر طرف سے نعرۂ تحسین بلند ہوا ، سلطان نے اُسے خلعت خاص سے نوازا ، اور حکم دیا کہ ہر ایک امیر اُسے انعام دے ، محمد بن بختیار کے سامنے انعاموں کا ڈھیر لگ گیا ۔ اُس نے وہ سارے انعامات جو اُس کو ملے تھے ، بلکہ ان میں اپنے پاس سے اضافہ کر کے وہیں حاضرین میں تقسیم کر دیے ۔ سلطان قطب الدین نے اُسی وقت اُس کو بہار و لکھنوتی کی حکومت سے سرفراز فرمایا ۔ وہ پہلے سال بہار میں متصرف ہوا ، دوسرے سال ممالک بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا ، اُس زمانے میں بنگال میں راجا لکھمنیہ (لکھمن سین) کی حکومت تھی، محمد بن بختیار نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ اُس پر حملہ کیا ، راجا اُس کے خوف سے کامروپ بھاگ گیا ، محمد بن بختیار نے بنگالہ پر (۱۲۰۱ء) قبضہ کر لیا ، اور شہر لکھنوتی کو اپنا دارالسلطنت بنا کر سلطان دھلی کا خطبہ و سکہ جاری کر کے مسجدیں ، مدرسے ، خانقاہیں ، سرائیں اور سڑکیں بنوائیں ، اور کچھ مال غنیمت سلطان کے پاس روانہ کیا ۔

بنگال کے فتح کرنے کے کچھ دن بعد اُس نے کوچ و بہار کی راہ سے تبت پر چڑھائی کی لیکن بعض وجوہ سے وہ اس مہم میں ناکام ہوگیا ، اُس کے دس ہزار ساتھیوں میں سے بمشکل سو سواسو ساتھی زندہ سلامت واپس آئے ۔ ناکامی کے اس صدمے نے اُسے بیمار ڈال دیا ، اور ۶۰۲ھ — ۱۲۰۵ء میں اُس نے دیوکوٹ میں مرض دق میں مبتلا ہو کر وفات پائی ۔

طبقات ناصری میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ محمد بن بختیار کا ایک سردار علی مردان خلجی اُس زمانے میں ، جب کہ وہ بیمار تھا ، اپنی جاگیر سے دیوکوٹ آیا ، اور محمد بن بختیار کے مکان میں جہاں تین دن سے کوئی

Marfat.com

اُسے دیکھنے نہ گیا تھا داخل ہو کر اُس کے منہ سے چادر اُٹھائی اور خنجر سے اُس کا کام تمام کر دیا۔

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ اُس کا جنازہ بہار لا کر دفن کیا گیا ، تاریخ مگدھ کے ایک ذیلی حاشیے میں ہے کہ قصبہ بہار میں محلہ عہاد پورہ سے پچھم و دکن جانب ایک کشادہ میدان میں گنبد نما عمارت ہے ، جس میں چند قبریں ہیں ، بعض ذی علم مقامی بزرگوں کی تحقیق میں محمد بن بختیار انہیں قبروں میں سے ایک قبر میں مدفون ہے ، اس محلے کو نصیر پور بھی کہتے ہیں۔

اگرچہ محمد بن بختیار نے اس ملک میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی ، لیکن اس کی آمد سے بہت پہلے مسلم صوفیائے کرام بنگال میں اپنی تبلیغ سے اسلام کا چراغ روشن کر چکے تھے۔ میر سید سلطان محمود ماہی سوار (۹۳۳ھ — ۱۰۳۷ء) شاہ محمد سلطان رومی (۹۳۳ھ — ۱۰۵۳ء) بابا آدم شہید (۹۱۹ھ — ۱۱۱۹ء) اور شاہ نعمت اللہ بت شکن وغیرہ وہ صوفیائے کرام ہیں جو مسلم فاتحین سے پہلے اس ملک میں تشریف لائے ، اور انہیں بزرگان دین کی خانقاہوں سے بنگال میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہوا۔ انہیں بزرگوں نے سب سے پہلے بنگال میں مسلم معاشرے کی تعمیر کی ، اور انہیں کی بلندیٔ کردار ، حسن اخلاق اور روحانی تعلیمات نے اس ملک میں مسلم فاتحین کے لئے راہیں ہموار کیں۔

محمد بن بختیار کے بعد بنگال کی حکومت کا تعلق ہندوستان کی حکومت سے ہو گیا لیکن پھر بھی شمالی بنگال کی فتح کے بعد لکھنوتی میں اس کے جانشین مشرقی بنگال و شرم پور میں تقریباً ایک صدی تک ایک چھوٹی سی ریاست پر قابض رہے ، لیکن اس عرصے یعنی ۱۲۰۱ — ۱۳۰۱ء ، ۵۹۸ھ — ۷۰۱ھ تک بنگال میں مسلمانوں کی حکومت نہیں اور ہوتی رہی ، اور بنگال سے برہمنوں کا اثر کم ہوتا گیا ، یہاں تک ۱۳۳۱ء — ۷۳۹ھ میں فخرالدین سلطان فخرالدین نے [illegible] متصرف ہوا اور سنارگاؤں کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس میں سنار گاؤں جو قدر خاں کے لشکر کا بخشی تھا علاءالدین کے خطاب سے بنگال [illegible]

Marfat.com

ایک حصے کی حکومت سنبھال لی اور لکھنوتی کو اپنا دارالحکومت بنایا ، آسی نواح میں ملک حاجی الیاس رہتا تھا ، آس نے سلطان علاءالدین کے لشکر کو اپنے ساتھ متفق کر کے سلطان علاءالدین کو قتل کیا اور لکھنوتی اور بنگال پر سلطان شمس الدین بھنگرہ کے لقب سے قابض ہوگیا ، یہاں تک کہ ۱۳۵۳ء — ۷۵۴ھ میں سلطان فیروز شاہ نے دھلی سے آکر اس پر حملہ کیا ، وہ قلعہ اکڈالہ میں قلعہ بند ہو گیا ، برسات کے موسم کی وجہ سے فیروز شاہ دھلی واپس ہو گیا ، سلطان شمس الدین نے صلح میں خیر دیکھ کر بہت سے تحائف سلطان فیروز شاہ کو دھلی بھجوائے ، ۷۵۹ھ — ۱۳۵۷ء میں سلطان شمس الدین بھنگرہ نے وفات پائی -

سلطان شمس الدین بھنگرہ کے بعد آس کا بیٹا سکندر شاہ تخت پر بیٹھا ۷۶۰ھ — ۱۳۵۸ء میں پھر فیروز شاہ تسخیر بنگالہ کے لئے لکھنوتی کی طرف متوجہ ہوا ، آس کی آمد کی خبر سن کر یہ بھی اپنے قلعہ اکڈالہ میں متحصن ہو گیا ، آخر میں بھاری پیش کش کر کے صلح کی -

سکندر شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین تخت پر بیٹھا ، اس نے ۷۷۵ھ — ۱۳۷۴ء میں وفات پائی -

سلطان غیاث الدین کے مرنے پر آس کا بیٹا سلطان السلاطین کے لقب کے ساتھ تخت سلطنت پر متمکن ہوا ، اس نے ۷۸۵ھ — ۱۳۸۳ء میں وفات پائی -

اس کی وفات کے بعد اچانک راجا کنس (گنیش) نے بنگال کی حکومت پر قبضہ کر لیا - سات برس کی حکومت کے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا -

آس کی وفات کے بعد آس کا بیٹا جدو ، جو مسلمان ہو چکا تھا ، جلال الدین کے لقب سے تخت نشین ہوا اور سترہ برس کی حکومت کے بعد ۸۱۲ھ — ۱۴۰۹ء میں راہی عالم جاوداں ہوا -

جدو کے بعد آس کے بیٹے سلطان احمد نے اس ملک کی دارائی حاصل کی ، آخر ۸۳۰ھ — ۱۴۲۶ء میں اس نے بھی وفات پائی -

سلطان احمد کی وفات کے بعد آس کے ایک غلام ناصرالدین نے تخت پر قبضہ کر لیا ، یہ چند روز بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ امرائے سلطنت

Marfat.com

نے اسے معزول کر کے شمس الدین بھنگرہ کی اولاد میں سے ایک شہزادے کو تخت پر بٹھایا ، اس شہزادے نے سلطان ناصر شاہ کے لقب سے بتیس برس حکومت کر کے ۸۶۲ھ — ۱۴۵۷ء میں وفات پائی ۔

ناصر شاہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے باربک شاہ نے بنگال کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی ، ۸۷۹ھ — ۱۴۷۴ء میں اس نے وفات پائی ۔

باربک شاہ کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ بنگال کے تخت کی زینت بنا ، جو عدل و انصاف کا دل دادہ اور علم و فضل سے آراستہ تھا ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سختی سے پابند تھا ، علماء اس کے دربار کی زینت تھے ، وہ علماء سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مہمات شرعی میں کسی کی ناجائز جانب داری کرو گے تو مجھ میں اور تم میں صفائی نہ رہے گی ، اور میں تمہیں سخت سزا دوں گا ، اس نیک دل بادشاہ نے ۸۷۷ھ — ۱۴۸۲ء میں وفات پائی ۔

اس کی وفات کے بعد امراء نے سکندر شاہ کو تخت پر بٹھایا ، لیکن چند ہی دن بعد اس کو معزول کر کے فتح شاہ کو بنگال کا بادشاہ بنایا ، سات سال اور کچھ ماہ کی حکومت کے بعد ۸۹۳ھ — ۱۴۸۷ء میں اس کے ایک خواجہ سرا نے قتل کر دیا ، اور خود یہ خواجہ سرا باربک شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا ، اس کے بعد ملک انڈیل حبشی نے اس کو قتل کر کے بنگال کے تخت پر فیروز شاہ کے لقب سے قبضہ جمایا ۔ ۸۹۹ھ — ۱۴۹۳ء میں اس نے بھی جان جان آفریں کے سپرد کی ۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمود شاہ بنگال کے تخت سلطنت پر بیٹھا ، جسے سیدی بدر حبشی نے قتل کر کے مظفر شاہ کے لقب سے تخت سلطنت پر قبضہ جمایا ۔

مظفر شاہ کی وفات کے بعد شریف مکی ، علاءالدین کے لقب سے تخت سلطنت پر متمکن ہوا ، اس نے ۹۲۷ھ — ۱۵۲۰ء میں [illegible]

اس کے بعد اس کا بیٹا نصیب شاہ تخت سلطنت بنگال پر متمکن ہوا ، اسی زمانے میں سلطان ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود بنگال میں آیا ، نصیب شاہ اس کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آیا ، اور سلطان ابراہیم

Marfat.com

لودھی کی بیٹی سے جو سلطان محمود کے ہمراہ آئی تھی عقد کر لیا ، ۹۲۵ھ — ۱۵۱۹ء میں جب بابر نے جون پور آ کر بنگال فتح کرنے کا ارادہ کیا تو نصیب شاہ نے بہت سے گراں بہا تحفے بھیج کر صلح کی درخواست کی ۔ بابر واپس ہو گیا ، ۹۴۳ھ — ۱۵۳۶ء میں نصیب شاہ نے وفات پائی اور اس کے امراء میں سے سلطان محمود بنگالی نے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا ۔ آخر جب شیر شاہ سوری کی حکومت کا چراغ روشن ہوا تو اس نے سلطان محمود بنگالی کو بھگا کر محمد خاں کو اس ملک کا حاکم مقرر کیا ، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم خاں سلطان بہادر کے لقب سے بنگال کی حکومت پر فائز ہوا ، لیکن اس نے سوری سلطان سلیم شاہ کی مخالفت کی ، سلیم شاہ نے سلیمان کرانی کو اس کی جگہ بنگال کا حاکم مقرر کیا ، سلیم شاہ کی وفات کے بعد سلیمان کرانی بہار و بنگال کا مستقل حاکم رہا ، اور اس نے اڑیسہ پر بھی قبضہ کر لیا ۔ اس نے ہندوستان کے بادشاہ اکبر سے بھی تعلقات خوشگوار رکھے ، نزھۃ الخواطر میں ہے کہ وہ نہایت ہی منصف ، فاضل ، شریف ، عبادت گزار ، اور رحم دل حاکم تھا ۔ لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ پیش آتا تھا ، شب بیدار اور نماز با جماعت ادا کرتا تھا ، علماء اس کی مجلس کی زینت تھے اور وہ ان سے تفسیر و حدیث میں تبادلۂ خیالات کرتا رہتا تھا اور ان کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتا تھا ، اس کے ساتھ ایک سو پچاسی علماء سفر و حضر میں رہتے تھے ۔ سلیمان کرانی نے ۹۸۱ھ — ۱۵۷۳ء میں وفات پائی ۔

پھر اس کا بیٹا بایزید افغان مسند حکومت پر جلوہ گر ہوا ، لیکن ایک ماہ بھی حکومت کرنے نہ پایا تھا کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی ہانسو کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

بایزید کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں افغان حاکم بنگال ہوا ، یہ بنگال کا آخری مستقل بادشاہ تھا ، اسی کے زمانے میں بنگال مغل بادشاہ اکبر کی حکومت کا جزو بنا ، اور بنگال کی ایک الگ مستقل حیثیت ختم ہو گئی ۔

Marfat.com

تذکرہ صوفیائے بنگال

گیارھویں صدی عیسوی کے صوفی شاہ سلطان رومی اور بابا آدم شہید جنھوں نے بنگال میں اسلام کے چراغ کو روشن کیا ، اور جنھیں بنگال کا پہلا صوفی کہا جا سکتا ھے (اگرچہ ابھی تک ھمیں ان دونوں بزرگوں کے حالات واضح طور پر نہیں ملتے) بنگال میں اُس وقت تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا جب کہ بنگال کفر کا مضبوط مرکز تھا ، حالات کی نامساعدت ، ماحول کی برھمی اگرچہ ان بزرگوں کا قدم قدم پر دامن پکڑتی تھی ، لیکن شوق کی بے پایانی اور خلوص و للھیت ان کو آگے قدم بڑھانے پر مجبور کرتی تھی یہاں تک کہ سلطان رومی کو صداقت کے امتحان کے لیے راجا کوچ کے ھاتھوں زھر کا جام پینا پڑا ، اور بابا آدم شہید نے اعلائے کلمۃالحق کی خاطر جہاد کرتے ھوئے راجا بلال سینا کے ھاتھوں جام شہادت نوش کیا ۔

ان کے بعد بنگال میں جس پر عظمت درویش اور جلیل القدر صوفی کے تبلیغی نقوش سب سے پہلے واضح طور پر ھمارے سامنے آتے ھیں وہ سلسلۂ سہروردیہ[1] کے مشہور بزرگ حضرت جلال تبریزی (متوفی ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء) ھیں ، ان کے حالات ھمیں تفصیل سے تاریخوں اور تذکروں میں ملتے ھیں ۔

حضرت جلال تبریزی جس زمانے میں بنگال میں تشریف لائے اس وقت گوڑ کے تخت پر راجا لکشمن سین قابض تھا ۔ آپ نے بندر دیوہ میں اپنی خانقاہ تعمیر کی ، جہاں ایک بڑا تالاب تھا اور جس کے قریب ایک ھندو راجا نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے ایک بت خانہ تعمیر کرایا تھا ۔ گوڑھی میں آپ نے رشد و ھدایت کی شمع روشن کی ، بہت سے مقامی یوگیوں نے اسلام کے اس عظیم الشان مبلغ سے متاثر ھو کے اور آخر میں یہ یوگی صداقت اسلام سے متاثر ھو کر مسلمان ھو گئے ، ان کے طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ھوتے تھے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ھوتے تھے ، یہاں تک کہ خود [illegible]

---

۱ - اس سلسلے کے مشہور بزرگ ، جن کے نام سے یہ سلسلہ منسوب ھے ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ھیں ۔

Marfat.com

اس کا درباری پنڈت ہلایدھ اسمرا آپ کی کرامات دیکھ کر حیران ہوئے اور آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی ، اسی پنڈت ہلایدا نے اپنی ایک نظم "شیخ شبھودیا" میں حضرت جلال تبریزی کی کرامات اور آپ کی تبلیغ کا تذکرہ کیا ہے ۔

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت جلال تبریزی سے بہت پہلے بنگال میں صوفیا آ چکے تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت جلال تبریزی کی حیثیت بنگال میں تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں وہی ہے جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی شمالی ہند میں ، حضرت جلال تبریزی کے بعد سے ہی بنگال میں شمالی ہند سے صوفیا کی آمد کا سلسلہ تقریباً ایک صدی تک جاری رہا ، شمالی ہند سے آنے والے صوفیا اس علاقے میں ارشاد و ہدایت کا کام انجام دیتے رہے اور ان کے بعد ان کے خلفاء نے ان کے مقصد کی تکمیل کی ۔

حضرت جلال تبریزی سے بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ کی بنیاد پڑی ، اگر تاریخی معلومات کی بنا پر یہ کہا جائے کہ شمالی ہند میں سلسلۂ سہروردیہ کو سب سے پہلے حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی لائے ، اور بنگال میں اس سلسلے کو سب سے پہلے حضرت جلال تبریزی نے فروغ بخشا اور بنگال میں تصوف کا یہ پہلا سلسلہ تھا جو باقاعدگی اور نظام کے ساتھ پھیلا تو شاید کچھ بے جا نہ ہوگا ۔

اس سلسلے کے دوسرے بزرگ جنھوں نے اس سلسلے کو بام ترقی پر پہنچایا ، اور سارے بنگال کو اپنے فیوض و برکات سے منور کر دیا وہ حضرت جلال مجرد یمنی سبھی تھے ۔ انھوں نے جہاد کے ذریعہ مظلوموں کی حمایت کو اپنا مقصد حیات بنایا ، اور سلہٹ کے راجا گوڑ گوبند سے ایک مظلوم کی حمایت میں جہاد کر کے اس علاقے میں اسلام کو مربلند کر دیا ۔ اس علاقے کو فتح کرنے کے سینتیس سال بعد ۷۴۸ھ — ۱۳۴۷ء میں انھوں نے وفات پائی ۔ یہ عرصہ کچھ تو انھوں نے اس علاقے کے انتظام کو بہتر بنانے میں گزارا ، اس کے علاوہ آن کا تمام وقت اشاعت اسلام ، عبادت اور ریاضت میں صرف ہوا ، مقامی روایات کے

Marfat.com

مطابق انھوں نے اپنے رفقا کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے سانت گانو ، ھاپینہ ٹیلہ اور ھمنگ ٹیلے میں بسایا ۔

سلسلۂ سہروردیہ کے بعد جو دوسرا سلسلۂ طریقت شمالی ھند سے بنگال میں آیا ، وہ سلسلۂ چشتیہ[1] تھا ، اگرچہ بنگال کے مشہور محقق تاریخ تصوف ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاھی یونی ورسٹی کی تحقیق کے مطابق سلسلۂ چشتیہ کے ایک بزرگ حضرت عبداللہ کرمانی بہر بھوم کے علاقے خستگیری کے رہنے والے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مرید (۱۲۳۶ — ۱۱۴۴ء) تھے سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگوں سے پہلے تشریف لا چکے تھے ، لیکن باقاعدگی کے ساتھ یہ سلسلۂ چشتیہ بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ کے بعد آیا ۔

بنگال میں سلسلۂ چشتیہ کے سرگروہ حضرت سراج الدین اخی سراج آئینۂ ھند ھیں ، انھوں نے بنگال میں سب سے پہلے سلسلۂ چشتیہ کی داغ بیل ڈالی ، حضرت اخی سراج اگرچہ لکھنوتی کے رہنے والے تھے لیکن وہ دھلی میں آ کر حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی سے بیعت

۱ — سلسلۂ چشتیہ کے بانی تو شیخ ابو اسحاق شامی تھے ، جن کے نام کے ساتھ سب سے پہلے تذکروں میں لفظ چشتی ملتا ہے ۔ یہ شام شام کے باشندے تھے ، وہ اپنے وطن سے بغداد آئے اور حضرت خواجہ ممشاد دینوری کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ خواجہ ممشاد دینوری (متوفی ۲۹۸ھ — ۹۱۰ء) اپنے دور کے [illegible] تھے ۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنی خانقاہ کا دروازہ عام طور پر بند رکھتے تھے ، جب کوئی خانقاہ کے دروازے پر آتا تو یہ جانچتے مسافر ہو [illegible] ہو تو اس خانقاہ میں آ جائے ، اگر مسافر ہو تو اس [illegible] جگہ نہیں ۔ کیونکہ جب تک جتنے روز یہاں رہے [illegible] جدائی سے تکلیف ہوتی ، اور اب تم میں [illegible] جب خواجہ ابو اسحاق شامی کی خانقاہ میں [illegible]

Marfat.com

ہوئے اور حضرت محبوب الٰہی کی وفات کے بعد لکھنوتی چلے آئے، صاحب سیرالاولیاء امیر خورد نے بنگال میں آن کی تبلیغی جد و جہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

آں دیار را بجمال ولایت خود بیاراست و خلق خدا را دست بیعت دادن گرفت ، چناں کہ بادشاہان آں ملک داخل مریدان او آمدند ۔

(ترجمہ) اس ملک کو اپنے جمال ولایت سے آراستہ کیا اور خلق خدا آن سے بیعت ہونے لگی ، یہاں تک کہ اس ملک کے بادشاہ بھی آن کے حلقۂ مریدین میں شامل ہو گئے ۔

بنگال میں سلسلۂ چشتیہ سے پہلے صوفی حضرت اخی سراج ۷۵۸ھ ۱۳۵۳ء میں واصل الی اللہ ہوئے ۔ آنہوں نے اپنی حیات میں اپنی تبلیغی مساعی سے اس سلسلے کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کر دیا ۔

آن کے بعد آن کے خلفاء میں جس نے سب سے زیادہ شہرت و ناموری

(صفحہ ۳۵ کا بقیہ حاشیہ)

نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے ، آنہوں نے جواب دیا ابو اسحاق شامی، فرمایا ''آج سے تمہیں لوگ ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے ، اور چشت اور اس کے اطراف کے لوگ تم سے ہدایت پائیں گے ، اور ہر وہ شخص جو تمہارے سلسلۂ ارادت میں داخل ہو گا ، اس کو بھی قیامت تک چشتی کہہ کو پکاریں گے ۔''

اس کے بعد خواجہ دینوری نے ان کو چشت روانہ کر دیا جو افغانستان کے ضلع ہرات میں ایک قصبہ ہے جہاں ان کی کوششوں سے اس عظیم الشان سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد پڑی ، خواجہ ابو اسحاق شامی نے ۲۹۸ھ ـ ۹۱۰ء میں وفات پائی ۔

لیکن سلسلۂ چشتیہ کو جس بزرگ نے سب سے زیادہ فروغ بخشا ، وہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ہیں ۔

(ماخوذ از تاریخ مشائخ چشت ، صفحہ ۱۳۹ ، بحوالہ رسالہ احوال پیران چشت (قلمی) ۔

Marfat.com

حاصل کی وہ شیخ علاءالحق و الدین بن اسعد بنگالی تھے ، جنھوں نے حضرت اخی سراج کی مسند رشد و ھدایت کو سنبھالا ۔ حقیقت یہ ھے کہ وہ اپنے مرشد کا ایک ایسا آئینہ تھے کہ جنھوں نے اپنے مرشد کی سیرت و کردار کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا ، اور وہ بنگال میں سلسلۂ چشتیہ کا ایک عظیم الشان ستون تھے ۔ آن کی فیاضیوں نے دلوں کو موہ لیا تھا ، اور لوگ ان کی خانقاہ میں پروانہ وار آن کے گرد جمع رھتے تھے ۔

حضرت شیخ علاءالحق کے بعد آن کے خلفاء میں سلسلۂ چشتیہ کو جن بزرگوں نے ترقی دی آن میں آپ کےصاحبزادے حضرت نور قطب عالم اور میر سیداشرف جہانگیر سمنانی کا نام سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ھے ۔

بنگال میں حضرت نور قطب عالم نے حضرت شیخ علاالحق کی مسند رشد و ھدایت کو زینت بخشی ۔ جس زمانے میں حضرت نور قطب عالم نے سلسلۂ چشتیہ کی نشر و اشاعت اور اسلامی تمدن و تہذیب اور تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق کا کام اپنے دوش پر لیا ، بنگال آس وقت بڑے سیاسی بحران میں مبتلا تھا ۔ فلاح راج شاھی کا ایک جاگیردار راجا کنس (گنیش) بنگال کی سلطنت پر قابض ھو گیا تھا اور وہ چاھتا تھا کہ بنگال سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دے ۔ آس نے بنگال کے اکثر علماء و مشائخ کو شہید کرنا شروع کر دیا تھا ، شیخ بدر الاسلام آسی کے مشق ستم کا نشانہ بنے ۔ بہت سے علماء کو اس ظالم نے ندی میں بٹھا کر غرق کرا دیا ۔ اس ماحول نے حضرت نور قطب عالم کو بے حد متاثر کیا اور انھوں نے تہیہ کر لیا کہ ظلم اور طاغوتیت کے اس خبیث درخت کو آکھاڑ کر اسلام کو سربلند کیا جائے ۔ چنانچہ انھوں نے حضرت میر اشرف جہانگیر سمنانی کے ذریعہ سلطان ابراھیم شرقی کو بنگال پر حملے کی دعوت دی اور آپ کی مساعی سے پھر اس ملک کے مسلمانوں کے مستقبل کو تابناک اور اسلامی حکومت کو مستحکم [illegible] حضرت نور قطب عالم کے بعد اس سلسلے کو آپ کے خلفاء نے جاری رکھا اور آج بھی اس سلسلے کے مریدین بنگال میں سلسلۂ چشتیہ کو قائم کئے ھوئے ھیں ۔

Marfat.com

تذکرہ صوفیائے بنگال

ایک اور سلسلہ جو ہمیں انہیں سلسلوں کے بنگال میں آمد کے بعد ملتا ہے وہ قلندریہ سلسلہ ہے ۔ اس سلسلے کے پہلے صوفی جو بنگال تشریف لائے وہ شاہ صفی الدین شہید تھے ، یہ غالباً تیرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تشریف لائے ۔ قلندری سلسلہ بھی بنگال میں خاصا پھیلا ، پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں تو اس سلسلے کے مریدین بنگال کے ہر خطے میں پائے جاتے تھے ۔

ان تینوں سلسلوں کے بعد بنگال میں جس سلسلے نے اہمیت حاصل کی وہ مداریہ سلسلہ ہے ۔ یہ سلسلہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار سے منسوب ہے جو مکن پور میں مدفون ہیں ۔ ان بزرگ نے ۵۸۴ھ — ۱۴۳۶ء میں وفات پائی ۔ شاہ مدار ہندوستان کے مختلف علاقوں ، گجرات ، اجمیر ، قنوج اور جون پور وغیرہ گئے ، بنگال میں ان کی آمد کے سلسلے میں ہمیں براہ راست کوئی روایت نہیں ملتی ، لیکن کچھ مؤرخین اُن کی بنگال میں تشریف آوری کا بھی ذکر کرتے ہیں ، بہرحال وہ بنگال آئے یا نہ آئے ہوں لیکن بنگال میں یہ سلسلہ خوب پھیلا ۔ بنگال میں مداریہ سلسلے کے بزرگ شاہ الا نے اس سلسلے کو بنگال میں ترویج دی ، اور آج بنگال میں اس سلسلے کے جا بجا کافی آثار اور اثرات پائے جاتے ہیں ۔

سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ایک اور سلسلے کا بھی پتہ چلتا ہے ، یہ ادھمیہ[1] سلسلہ تھا جسے خضریہ بھی کہتے ہیں ۔

---

۱ ۔ ادھمیہ سلسلہ حضرت ابراھیم بن ادھم بن منصور بن یزید بن جابر ابو اسحاق تمیمی عجلی سے منسوب ہے ۔ حضرت ابراھیم بن ادھم مشہور اولیاء میں سے تھے اور بلخ کے رہنے والے تھے ، یہی بزرگ سلسلۂ ادھمیہ کے مؤسس و بانی ہیں ۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ شام میں گزرا ، مشہور ہے کہ وہ بلخ کے شہزادے تھے اور آنھوں نے ترک دنیا کر کےدرویشی اختیار کی تھی ، اور مسلک فقر و خدا پرستی میں مراتب اعلیٰ پر فائز تھے ۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ انھوں نے ۱۶۰ھ اور۱۶۶ھ کے درمیان ایک بحری جنگ میں یونانیوں کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹ پر)

Marfat.com

بنگال کے ساحلی علاقوں میں آج بھی اس سلسلے کے کچھ ماننے والے پائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور دوسرے سلسلوں کا پتہ بھی چلتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے جلالیہ، شیخ عبدالحق کے تعلق سے علائی، اسی سلسلے کو خالدیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے شیخ عبدالحق حضرت خالد بن ولید کی اولاد میں سے تھے اور اسی کے نام پر اسے خالدیہ کا نام دیا گیا تھا۔ حضرت شیخ حسین دھکر پوش کے تعلق سے سلسلہ حسینیہ بھی مقبول رہا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت نور قطب عالم کے نام پر سلسلہ نوری نے بھی بنگال میں اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ انہی کے ساتھ ساتھ ہمیں سلسلہ روحانیہ اور شطاریہ کے اثرات اور فیوض کا پتہ بھی چلتا ہے۔

عہد اکبری میں خواجہ باقی باللہ نے شمالی ہند میں سلسلۂ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ ان کے مرید حضرت مجدد الف ثانی نے اس سلسلے کو غیر معمولی فروغ بخشا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مرید شیخ حمید دانشمند منگل کوٹی نے سترھویں صدی عیسوی میں بنگال میں اس سلسلے کو پھیلایا۔

بنگال میں جو سلسلہ بالکل اخیر میں آیا وہ قادریہ سلسلہ ہے۔ اس سلسلے کے پہلے صوفی جن کا ہمیں بنگال میں پتہ چلتا ہے شاہ نعمت اللہ قادری

(صفحہ ۳۸ کا بقیہ حاشیہ)

ہاتھ سے شہید ہو کر وفات پائی، اور اغانی کی روایت کے مطابق جدۃ الغربی (جبلہ) میں مدفون ہوئے۔ (فت نوٹ مقالات الشعراء صفحہ ۲۱۶ و ۲۱۷)۔

۱۔ سلسلۂ قادریہ کے مؤسس و بانی حضرت غوث اعظم [illegible] جیلانی ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، [illegible] ابو محمد اور عرف غوث اعظم تھا۔ آپ کی ولادت [illegible] رمضان

(باقی [illegible])

Marfat.com

ھیں ، جو بنگال نارنول سے تشریف لائے اور راج محل میں مقیم ھوئے ، آنھوں نے۱۰۷۵ھ — ۱۶۶۴ء میں گوڑہ کے نواحی قصبے فیروز آباد میں وفات پائی ۔ عہد عالمگیر میں بنگال میں سلسلۂ قادریہ نے غیر معمولی فروغ پایا ۔

یہ ھیں وہ سلسلے جو شمالی ھندوستان سے بنگال میں آئے۔ اگر ھم بنگال کے ان صوفیائے کرام کا جائزہ لیں تو ھمیں ایسا معلوم ھوتا ھے کہ گیارھویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک سہروردیہ اور چشتیہ سلسلے کے جو صوفیا اس ملک میں آئے ان کے دور کو بنگال میں ھم صوفیا کے ابتدائی دور سے تعبیر کرتے ھیں ۔ اس دور کے بزرگ جب بنگال میں تشریف لائے تو وہ جہاں اپنی عبادتوں ، ریاضتوں ، روحانیت اور حسن اخلاق سے عوام پر اثر انداز ھوئے ، وھیں جہاد کو بھی انھوں نے اپنا شعار بنایا ۔ ان کا یہ جہاد دنیا کی طلب یا ملکوں کی ھوس گیری کے لئے نہ تھا ، لیکن جب وہ مظالم کو حد سے بڑھتا ھوا

(صفحہ ۳۹ کا بقیہ حاشیہ)

۱۷۴ھ کو قصبہ جیل میں ھوئی ، جس کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ھیں ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست ، اور والدہ کا نام اُم الخیر امۃ الجبار فاطمہ تھا ، آپ نسباً حسنی و حسینی سید ھیں ۔ ۴۸۸ھ میں آپ بغداد پہنچے اور وھاں کے اکابر علما و شیوخ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی ، پھر آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کے دست حق پرست پر بیعت ھو کر خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ پھر آپ بغداد میں درس و تدریس ، افتا اور ارشاد و ھدایت میں مصروف ھو گئے ۔ آپ ۹۱ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو واصل الی اللہ ھوئے ۔ آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین ، فتوح الغیب ، فتح ربانی ، قصیدۂ غوثیہ ، مکتوبات اور آپ کا دیوان مشہور ھیں ۔

(ماخوذ از اخبار الاخیار و قلائد الجواھر و بہجۃ الاسرار)

Marfat.com

دیکھتے اور مظلوم انسانیت کو کچلتا ہوا پاتے تو فوجی طاقت کے استعمال کو بھی ضروری سمجھتے تھے ۔

بنگال کے دور اول کے ان صوفیا نے اس ملک کے عوام کو جہاں اپنے روحانی کمالات سے اپنا گرویدہ بنایا ، وہیں انہوں نے ہندو معاشرت کی برائیوں اور کفر کے ضرر اور نقصانات کو بھی بہت واضح اور صاف لفظوں میں عوام کے سامنے رکھا ، اُن کے اس طرز عمل نے مسلم معاشرے کو دلآویزی اور استحکام بخشا ، اور ان کے اس طریقۂ کار سے اسلامی سیرت کی تشکیل میں بڑی مدد ملی ۔ اس طرح بنگال کے عوامی خیالات ، اعتقادات اور رسومات پر اسلامی تصوف کا بڑا گہرا اثر پڑا ۔ ابتدائی دور کے صوفیا کو بنگال میں اپنی تبلیغی جد و جہد میں بڑی دشوار اور کٹھن راہوں سے گزرنا پڑا ، اگرچہ حالات کی نامساعدت نے انہیں مطمئن نہ رہنے دیا لیکن انہوں نے اپنی سرگرمیوں سے آنے والے صوفیا کے لیے راہیں ہموار کیں ۔

ان کے بعد کے صوفیا ، جو پندرھویں صدی سے سترھویں صدی تک گزرے ہیں ، کو ہم دور متوسط سے تعبیر کرتے ہیں ۔ ان بزرگوں کا زمانہ دور اول کے صوفیا کی نسبت زیادہ مطمئن تھا ۔ انہیں مذہب اور اسلامی تمدن کے آگے بڑھانے میں فضا سازگار ملی ، اور وہ بنگال کے مختلف علاقوں میں سکونت پذیر ہو کر اسلام کو سربلند کرنے لگے ۔ ان میں بعض نے اس دور کی سیاست میں بھی حصہ لیا ، اور وہ بنگال کے ملوک کی سیاست پر اس قدر اثر انداز ہوئے کہ بنگال کے بادشاہ ان سے بیعت ہوتے تھے ، اور ملک کی سیاست میں ان کا اہم کردار ہوتا تھا ۔ اس دور کو بنگال میں اسلامی تصوف کا اہم اور زریں دور کہا جا سکتا ہے ۔

اٹھارویں صدی عیسوی سے عہد حاضر تک کے دور کو ہم آخری دور سے تعبیر کرتے ہیں ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ [illegible] غروب ہو رہا تھا ، ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح بنگال میں بھی مسلمانوں کی اخلاق اور سماجی [illegible] اخلاق و کردار کا قوام بگڑ چکا تھا ، روحانی قدریں کمزور ہو رہی تھیں ،

Marfat.com

ضعیف الاعتقادی اور توھم پرستی عام تھی ، صوفیائے خام نے تصوف کی تحریک کو بدنام کر دیا تھا ۔

ان بگڑے ھوئے حالات میں جب کہ معاشرے اور سماج کی چولیں ھل چکی تھیں ، اس دور کے صوفیائے کرام نے اخلاقی ، سماجی ، اور روحانی نظام کو سنبھالنے کی کوشش کی ۔ آنھوں نے روحانی قدروں کی سر بلندی کے لئے انتھائی جد و جھد کی ۔

اس کتاب میں میں نے انھیں تین زمانوں کے (۵۹) بنگال کے مشاھیر صوفیائے کرام کے حالات لکھے ھیں ۔ میں اس کتاب کو مکمل نہیں کہتا ، کیونکہ ابھی اس کتاب کے بہت سے پہلو تشنہ ھیں ، مگر یہ ضرور ھے کہ اردو میں بنگال کے صوفیائے کرام کا یہ پہلا تذکرہ ھے ، اور اس کے ذریعہ میں نے کوشش کی ھے کہ میں مغربی پاکستان کو مشرقی پاکستان کی خصوصاً اور بنگال کی عموماً روحانی اور دلکش شخصیتوں سے متعارف کرا دوں کہ جن پر پاکستان کی ثقافتی تاریخ کو فخر ھے ۔

میں نے اب تک پاکستان کے صوفیا پر جس قدر کتابیں لکھی ھیں ، ان کے لکھتے وقت میرے قلب میں یہ جذبہ کارفرما رھا ھے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں کے رھنے بسنے والے ایک دوسرے کی قدیم تہذیب و ثقافت اور روحانی رشتوں سے واقف ھوں ، اور اس طرح ملک کے مختلف علاقوں میں ربط و ھم آھنگی پیدا ھو کر باھمی جذبۂ خیرسگالی کو ترقی ھو ، تذکرۂ صوفیائے بنگال لکھتے وقت بھی یہی امر میرے پیش نظر رھا ھے ۔

اسی کے ساتھ میں نے متن میں جہاں کہیں بھی مغربی پاکستان کے کسی صوفی کا نام آگیا ھے ، اس کا مفصل تذکرہ اس کتاب کے ذیلی حواشی میں دے دیا ھے ۔ اس طرح مغربی پاکستان کے اکثر اور اھم مشاھیر صوفیا کے حالات بھی اس کے حواشی میں آ گئے ھیں ۔ مشرق اور مغربی پاکستان کے صوفیا کے امتزاج نے جہاں اس گل دستے کو نیا حسن بخشا ھے ، وھیں اس کی افادیت کو بھی بڑھا دیا ھے ۔ گویا اس

Marfat.com

کتاب سے جہاں مغربی پاکستان کے لوگ مشرقی پاکستان کے صوفیا اور اُن کے پر عظمت کارناموں سے واقف ہوں گے ، وہیں مشرقی پاکستان کے رہنے والے مغربی پاکستان کے صوفیا کے حالات سے باخبر ہوں گے جو گفتار و کردار ، فکر و عمل ، حق پرستی اور سچائی کے اس علاقے میں علم بردار تھے ۔

۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

اعجاز الحق قدوسی
لیاقت آباد کوارٹر نمبر ۵/۵۷
کراچی نمبر ۱۹

Marfat.com

Marfat.com

بنگال

بنگال کا وجود ہمیں تاریخ سے تین ہزار سال قبل مسیح معلوم ہوتا ہے ، رگ وید میں اس خطے کا ذکر ہمیں ''ونگا'' کے نام سے ملتا ہے ۔ ساتویں صدی عیسوی تک قدیم بنگال کئی قبائلی خطوں میں تقسیم تھا ، جیسا کہ ونگ ، پنڈرا ، گوڑ ، راڑھ ، سما ، برھما ، تمرالیتی اور سمتت ، سب سے پہلے ساتویں صدی عیسوی میں راجا ششنکر نے ان تمام خطوں کو ایک وحدت میں سمونے کی کوشش کی ، اس وقت سے یہ تین قبائلی خطے پنڈرا ، گوڑھ اور ونگ بنگال کے مترادف سمجھے جانے لگے ، لیکن یہ تینوں خطے عملی طور پر ایک وحدت مسلمانوں کے دور حکومت میں بنے ، سب سے پہلے ان کو متحد کرنے کی بنیاد بنگال کے مسلم ترک فرماں رواؤں نے رکھی ، اور اس کی صحیح تکمیل جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوئی ۔ اکبر ہی کے عہد میں پورے بنگال پر صوبۂ بنگال کا اطلاق ہوا ۔ اس وقت اس وسیع علاقے میں بہار اور اڑیسہ بھی شامل تھے ۔

ونگ اصل میں ونگ جن تھا جس کے معنی ہیں ''بنگالی لوگ'' ، اور لفظ گوڑ ، گوڑجن تھا ، جس کے معنی ہیں ''گوڑ کے باشندے'' ۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس خطے میں جہاں جہاں ونگ قبیلے کے لوگ آباد تھے ، وہ خطے اسی نام سے موسوم تھے ۔

۱ - بنگال میں ۱۲۰۱ء میں ہندوؤں کی حکومت کی بساط الٹ کر مسلمان ترکوں کی حکومت کی بنیاد پڑی ۔ اس ملک میں پہلے مسلمان فرمانروا ترکی نسل کے تھے ۔ اس لیے ان کا عہد ترکوں کے عہد سے موسوم ہے ، اس خاندان کا آخری فرمانروا سلطان شمس الدین الیاس شاہ تھا ، ۱۳۵۷ء میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔ (ماخوذ از مسلم بنگالی ادب ، صفحہ ۲۱—۴۳) ۔

Marfat.com

صاحب آئین اکبری علامی ابو الفضل [1] نے آئین اکبری میں لکھا ھے کہ لفظ ''ونگ'' کے ساتھ جب آل بطور لاحقے کے لگایا گیا تو بنگال بنا ، آل سنسکرت کے لفظ ''آلی'' سے ماخوذ ھے ، آلی کا مطلب ھے مزروعہ زمین کے گرد مٹی کا پشتہ ، اس طرح یہ لفظ بنگال بنا ، اور اسی سے فارسی میں بنگالہ بنا ۔

۱۔ ابوالفضل شیخ مبارک کا دوسرا بیٹا تھا ، یہ ۶ محرم ۹۵۸ھ — ۱۵۷۴ء میں آگرے میں پیدا ھوا ، بچپن ھی میں لوگ اس کی غیر معمولی ذکاوت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے ، اس نے اپنے والد شیخ مبارک اور اپنے بڑے بھائی فیضی سے تعلیم حاصل کی ، اور پندرہ ھی سال کی عمر میں علوم رسمیہ کی تکمیل کر لی ، پھر اس نے فلسفہ و حکمت میں شیخ حسن علی موصولی سے استفادہ کیا ، اور اپنے زمانے کے یگانۂ روزگار علماء میں اس کا شمار ھونے لگا ۔ ۹۸۱ھ — ۱۵۷۳ء میں وہ فیضی کی سفارش پر اکبر کے دربار میں باریاب ھوا ، اور اکبر کے سامنے آیت الکرسی کی تفسیر پیش کی ، جسے اکبر نے بے حد پسند کیا ، اسی زمانے میں اکبر مہم بنگالہ پر روانہ ھو رھا تھا ، ۹۸۲ھ — ۱۵۷۴ء میں اکبر کی واپسی پر ابو الفضل نے اکبر کے سامنے سورۂ فتح کی تفسیر پیش کی ، اس کی اس تفسیر نے اکبر کی نظر میں اس کی وقعت کو کئی گنا بڑھا دیا ، اور اس نے بادشاہ کی نظر میں اس قدر تقرب حاصل کیا کہ بستی سے لے کر منصب پنج ھزاری تک پہنچا ، اور شاھی میر منشی مقرر ھوا ، تمام احکام شاھی اس کے قلم سے نکلتے تھے ۔ اور جملہ آئین و اصلاحات اس کی رائے سے مرتب ھوتے تھے ، لیکن افسوس ھے کہ اس نے دنیاوی جاہ و اعزاز کو اپنا مقصد بنا کر ھر اس گمراھی کو اختیار کیا ، جس میں اکبر کی خوشنودی حاصل ھوتی تھی ۔ اکبر نے دین الٰہی کی جب بنیاد رکھی تو دین الٰہی کے ضوابط ابوالفضل ھی نے گھڑے اور دین الٰہی کا خلیفۂ اول ٹھہرا ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۷ پر)

Marfat.com

ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ قبیلۂ ونگ کا وطن بھاگیرتی ندی کے مشرقی ساحل سے آسام کی مغربی سرحد تک پھیلا ہوا تھا ، اور اب موجودہ مشرقی پاکستان تک محدود ہے ۔

مسلمانوں کی آمد بنگال میں : آٹھویں صدی عیسوی میں بنگال میں مسلمانوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے ، حال ہی میں پہاڑ پور ضلع راج شاہی میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید (۷۸۶ تا ۸۰۹ء) کے زمانے کا ایک سکہ ملا ہے ، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں عرب بسلسلۂ تجارت یا تبلیغ بنگال میں آئے تھے ۔

بنگال کا پہلا تبلیغی مرکز : اس زمانے میں جب عرب بنگال آئے ، انہوں نے ایک امیر کے تحت ایک تبلیغی مرکز کی روح رواں میر سید سلطان محمود ماہی سوار (۱۰۳۷ء) ، شاہ محمد سلطان رومی (۱۰۵۳ء) ،

(صفحہ ۳۶ کا بقیہ حاشیہ)

۱۰۰۶ھ — ۱۵۹۷ء میں ابوالفضل اکبر کے ساتھ قلعۂ اسیرگڑھ کی فتح میں شریک تھا ۔ جب اسیرگڑھ کی فتح کے بعد سمت کی طرف مڑا تو خانخاناں عبدالرحیم نے جو ان دنوں دکن کی مہم پر مامور تھا اکبر سے درخواست کی کہ ابوالفضل کو مرہٹی مدد کے لیے چھوڑ دیا جائے ۔ اکبر نے خانخاناں کی یہ درخواست منظور کر لی ، اور اکبر ابوالفضل کو خانخاناں کے حوالے کر کے برہان آباد روانہ ہو گیا ۔ اب خانخاناں سپہ سالار تھا اور ابوالفضل اس کے ماتحت تھا ۔ خانخاناں نے ابوالفضل کو اس قدر تنگ کیا کہ دکن سے بیزار نظر آنے لگا ۔ اس نے بادشاہ کے نام دکن سے کئی خط اور عرضیاں لکھیں لیکن وہ عرضیاں اور خطوط اکبر تک پہنچنے نہ پائے تھے ۔ جب الہ آباد میں جہانگیر نے بغاوت کی تو ابوالفضل کو لکھا کہ اپنا لشکر لے کر [illegible] کر لے فوراً اکبرآباد پہنچو ۔ جہانگیر کو یہ [illegible] سوچا کہ اگر ابوالفضل دربار پہنچ گیا تو میرا [illegible]

Marfat.com

بابا آدم شہید (۱۱۱۹ء) اور شاہ نعمت اللہ بت شکن جیسے اکابر صوفیہ تھے ، جنھوں نے سارے بنگال کو اپنی تبلیغی جد و جہد سے منور و تاباں بنایا ۔

بنگال میں مسلم عہد حکومت کی ابتدا : ۱۲۰۱ء میں بنگال میں ہندوؤں کا عہد حکومت ختم ہو کر مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد پڑی ۔ بنگال کے پہلے مسلم فرمانروا ترکی النسل تھے ، اور ان کا مذہب اسلام تھا ، انھوں نے ۱۲۰۳ء میں اپنی حکومت کو بہار کے مشرقی علاقے تک وسیع کر لیا ۔

بختیار خاں : لیکن جس فرمانروا سے صحیح معنی میں بنگال میں اسلامی حکومت قائم ہوئی وہ بختیار خاں تھا ، جس نے حکومت کے ساتھ

(صفحہ ۷۴ کا بقیہ حاشیہ)

آس نے بندھیلہ کے نرسنگ دیو کو لکھا کہ ابوالفضل کو یقیناً تمھارے علاقے سے گزرنا ہے جیسے ہی وہ تمھارے علاقے میں پہنچے تم اسے قتل کر دو ، چنانچہ جب ابو الفضل اس کے علاقے سے گزرا تو نرسنگ دیو نے جو آس کی گھات میں تھا دو تین ہزار فوج کے ساتھ اس پر حملہ کیا ، ابوالفضل یکم ربیع الاول ۱۰۱۱ھ — ۱۶۰۲ء کو اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے قتل ہوا ، سر تن سے جدا کر کے جہانگیر کو بھیج دیا گیا ، اور دھڑ گوالیار کے قریب انتری میں دفن کیا گیا ۔ ابوالفضل کی تصانیف میں آئین اکبری ، اکبر نامہ ، رقعات ابوالفضل ، عیار دانش ، رسالہ اخلاق اور انجیل کا فارسی ترجمہ اور دوسری کتابیں ہیں ۔ ابوالفضل کے حالات ہمیں حسب ذیل کتابوں میں ملتے ہیں ۔

(۱) دربار اکبری ۔ (۲) بزم تیموریہ ۔ (۳) رود کوثر ۔ (۴) مفتاح التواریخ ، توزک جہانگیری ، ذخیرۃ الخوانین جلد اول اور سخن دان فارس ۔ (ماخوذ از نزہتہ الخواطر جلد ۵ ، صفحہ ۲۵—۲۶ و رود کوثر صفحہ ۱۳۹ و ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۷۸—۷۹) ۔

Marfat.com

اسلام کی نشر و اشاعت کی طرف بھی توجہ کی ، اور اسلام کے پھیلانے کے لیے بنگال میں راہیں ہموار کیں ۔ بختیار کی شمالی بنگال کے فتح کے بعد راجا لکھشمین کے جانشین مشرقی بنگال میں وکرم پور میں اپنا پایۂ تخت بنا کر تقریباً (۱۲۰۱ تا ۱۳۰۱ء) ایک چھوٹے سے علاقے پر قابض رہے ، مگر اسلامی حکومت برابر پھیلتی رہی ۔

فرید شاہ (۱۳۰۱ تا ۱۳۲۲ء) نے بہار ، لکھنوتی ، سنگرام اور بنگا (سنارگاؤں) کو اپنے تصرف میں کر لیا ۔ اس کے دور میں شاہ جلال مجرد سلہٹی کے حکم سے جنرل ناصر الدین اور سکندر غازی نے سلہٹ کے راجا گوڑ گوبند کو شکست دی ۔

بلاشبہ ان مسلم فاتحین نے اپنی فتوحات سے اسلام کی اشاعت کے لیے ایک فضا پیدا کی ، لیکن جن لوگوں نے یہاں کے عوام کے قلوب کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا ، اور جن کی بدولت اس خطہ میں اسلام پھیل آیا ، وہ اصل میں بنگال کے صوفیائے کرام ہی تھے جن کی خاکی پا کو لوگ عوام بادشاہوں سے زیادہ مانتے تھے ۔ اور جن کی [illegible] کا اندازہ اس دور کی تاریخ ہی سے کیا جا سکتا ہے ۔ ان بزرگوں نے اپنی حیات طیبہ سے عملی طور پر اسلام کو پیش کیا ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسلام بنگال کے چپے چپے میں پھیل گیا ۔

آج صدیاں گزرنے پر بھی جب کہ بنگال کے عوام اپنے [illegible] کو بھول چکے ہیں ۔ عوام کے قلوب پر جن لوگوں کی عظمت [illegible] قائم ہیں وہ یہی صوفیائے کرام ہیں ۔

بنگال کے انہیں مشاہیر صوفیائے کرام کا تذکرہ اس کتاب کی زیب و زینت ہے ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

حضرت آدم شہید

حالات : اسم گرامی آدم تھا ، بنگال تشریف لانے سے قبل مکہ معظمہ میں مقیم تھے ، اور آپ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا ۔

کہتے ہیں کمنائی چنگ نامی گاؤں کا ایک مسلمان راجا بلال سینا ۱ کے مظالم سے تنگ آکر مکۂ معظمہ حاضر ہوا ۔ وہاں اس کی ملاقات حضرت آدم سے ہوئی ۔ اس نے انہیں راجا بلال سینا کے مظالم کی داستان بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے اپنے بیٹے کی ولادت کے سلسلے میں ایک گائے ذبح کی تھی ، جس کی وجہ سے اس ہندو راجا نے اس پر بے حد مظالم ڈھائے ۔

بنگال میں تشریف آوری : یہ حالات سن کر حضرت آدم کو بہت [illegible] پہنچا ، اور انہوں نے سوچا کہ وہ ملک جس میں مذہبی رواداری نہیں ہے ، اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے ، چنانچہ وہ چھ سات ہزار افراد کو لے کر رام پال کے قریب جو ڈھاکہ سب ڈویژن منشی گنج میں واقع ہے ، تشریف لائے اور گائے کا ذبح کرنا شروع کر دیا ، جس

۱ - " تواریخ ڈھاکہ " میں ہے کہ بال قوم کی حکومت [illegible] بعد بنگال میں سین خاندان [illegible] اس خاندان کی حکومت قائم ہوئی ، بلال سین اس خاندان [illegible] (تواریخ ڈھاکہ) ۔

Marfat.com

وجہ سے وہاں کا راجا سخت برہم ہوا ، اور اس نے حضرت آدم سے جنگ کی ، لیکن جنگ میں راجا کو کامیابی نہیں ہوئی ۔ کہا جاتا ہے کہ بابا آدم نے کہا کہ تم مجھے صرف میری تلوار سے مار سکتے ہو ۔ یہ کہہ کر اپنی تلوار راجا کے ہاتھ میں دے دی ۔ راجا نے موقع پاتے ہی اسی تلوار سے بابا آدم کو شہید کر دیا ۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد راجا اور اس کے خاندان کے سارے افراد کو آگ میں جل کر اپنی جان دینی پڑی ۔ یہ کیوں اور کیسے ہوا اس کی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی ۔ جو کچھ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ '' بلال چرتیا '' کے عنوان سے انند بھٹا نامی ہندو نے ایک کتاب سنسکرت زبان میں لکھی ہے اور اسی روایت کو بنیاد بنایا ہے ۔

مقبرہ : حضرت آدم شہید کا مقبرہ رام پال میں ایک مسجد کے قریب واقع ہے ، جس کو ایک سردار ملک کافور نے سلطان جلال الدین فتح شاہ کے دور حکومت میں ۸۸۸ھ — ۱۴۸۳ء میں تعمیر کرایا تھا ۔

کتبہ : حضرت آدم شہید کی مسجد کے درمیانی دروازے پر یہ کتبہ منقوش ہے :

قال اللہ تعالیٰ و ان المساجد فلا تدعوا مع اللہ احداً قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجداً فی الدنیا بنا اللہ لہ قصراً فی المسجد ۔ بنی ہذا المسجد الجامع الملک المعظم ملک کافور ۔ فی زمان السلطان ابن السلطان جلال الدنیا و الدین ابو المظفر فتحشاہ السلطان ابن محمود شاہ السلطان فی تاریخ اوسط شہر رجب ثما (ن) و ثمانین ثمانمائۃ[1] ۔

---

۱ ۔ انسکرپشن آف بنگال ۔ تالیف شمس الدین احمد ، صفحہ ۱۲۰

Marfat.com

(۲)

شاہ اسمعیل غازی

شاہ اسمعیل غازی ایک دوسرے مجاہد ہیں جن کا نام آج بھی بنگال میں عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ان کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ پیر محمد شطاریہ سلسلہ کے ایک صوفی نے سترھویں صدی میں ان کی سوانح عمری مرتب کی تھی جس کا نام "رسالت الشہداء" رکھا تھا۔

رسالت الشہداء کے مطابق شاہ اسمعیل غازی مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کا سلسلہ آنحضرت صلعم کے خاندان سے ملتا ہے۔ ابتدائی عمر ہی سے ان کو اسلام سے گہرا شغف تھا اور شروع ہی سے زہد و عبادت اور تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ تبلیغ اسلام کے جذبے کے ساتھ انہوں نے اپنے وطن عزیز مکہ کو خیرباد کہا اور ایک طویل سفر طے کر کے بنگال پہنچے۔ اس زمانے میں بنگال کا بادشاہ رکن الدین بربک شاہ (۱۴۵۹—۱۴۷۴ء) سیلاب پر قابو پانے کے لئے بہت سرگرداں تھا اور اب تک اس کی ساری کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ شاہ اسمعیل نے ایک تجویز یہ پیش کی کہ وہ دریا پر ایک بند بنائے اور اس کے ذریعے اسے دھیانی ہوتی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بند بنتے ہی سیلاب رک گئے۔ اس کامیاب مشورہ پر خوش ہو کر بادشاہ نے شاہ اسمعیل کو غازی کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور حکومت کے اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا۔

اس کے بعد سلطان نے انہیں ایک فوج دے کر [illegible] سرحدی علاقوں کے ہندو راجاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

Marfat.com

شاہ اسمعیل غازی نے اوڑیسہ کے راجا سے جنگ کی اور اس کا ایک علاقہ فتح کر لیا ۔ کامروپ کے راجا کو شکست فاش دے کر اسے باجگزار بنا لیا ۔ سلطان نے شاہ اسمعیل غازی کے ان کارناموں سے خوش ہو کر ایک گھوڑا ، تلوار اور خلعت عطا فرمائی ۔

سلطان کا ایک ہندو کمان دار بھندارسی رے شاہ غازی کی اس مقبولیت سے حسد کی آگ میں جلنے لگا اور ان کے خلاف طرح طرح کی سازشوں کے جال پھیلانے شروع کیے ۔ اس نے سلطان کو یقین دلایا کہ وہ کامروپ کے راجا سے سازش کر کے اپنی الگ حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں ۔ اس پر سلطان نے حکم دیا کہ ان کا سر تن سے جدا کر دیا جائے ۔ حکم بجا لایا گیا اور یہ مرد مجاہد ۸۷۸ھ — ۱۴۷۴ء میں اس طرح شہید کر دیا گیا ۔

اس مرد مجاہد کا سر رنگ پور کے علاقے میں دفن کیا گیا اور جسم مندران کے علاقے میں ۔ شاہ غازی اسمعیل کی ضلع رنگ پور میں تین مختلف مقامات پر درگاہیں موجود ہیں[1] ۔

---

۱ ۔ سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری اوف بنگال صفحہ ۱۳۵—۱۳۴ ، مصنفہ ڈاکٹر محمد عبدالرحیم ۔

Marfat.com

(۳)

شاہ انور قلی حلبی

حالات : ملاسملہ فرفرا ضلع ہگلی میں ایک مزار اور ایک پرانی مسجد واقع ہے ، کہا جاتا ہے کہ یہ مزار شاہ انور قلی حلبی کا ہے ، جن کا اصلی نام محمد کبیر تھا جو حلب سے تشریف لائے تھے[۱] ۔ کہا جاتا ہے وہ ضلع ہگلی کے مقام فرفرا میں اس زمانہ میں تشریف لائے جب ایک نیچی ذات کا ہندو راجا وہاں حکمران تھا ۔ شاہ انور نے اس کے خلاف جہاد کیا اور اسے شکست دی ۔ اسی جنگ میں راجا مارا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد دشمنوں نے سازش کر کے شاہ انور اور ان کے مرید و رفیق کرم الدین کو شہید کر دیا اور فرفرا ملاسملا میں انہیں دفن کر دیا گیا ۔ شاہ انور کے مزار کے قریب دو پتھر بھی موجود ہیں ، دونوں پتھروں پر دو ٹھپے نشان ہیں ، مشہور ہے کہ آپ کی جہاد کی وجہ سے آپ کے گھوڑوں کی رکاب سے یہ نشانات ان پتھروں پر پڑ گئے تھے ۔

شاہ انور قلی حلبی کو آئینے کا بہت شوق تھا ، اس لئے لوگ آج بھی اپنی منتوں کو پورا ہونے پر آپ کے مزار پر آئینے چڑھاتے ہیں ۔

وہ مسجد جو آپ کے مزار کے متصل واقع ہے بہت پرانی ہے ، اس مسجد کے طرز تعمیر کو دیکھ کر مسلم بنگال کے مشہور [illegible] کہ یہ مسجد پٹھانوں کی بنائی ہوئی مسجدوں کے اس سلسلے کی [illegible]

۱ - بنگال دسٹرکٹ گزیٹیرس ، صفحہ ۳۲ ، ۱۹۱۲ ء -

Marfat.com

رکھتی ہے جو ۱۴۶۰ء — ۸۶۵ھ تا ۱۵۱۹ء — ۹۲۴ھ کے درمیان تعمیر کی گئیں۱ -

شاہ انور قلی حلبی کے مقبرے کے دروازے پر ایک تحریر سیاہ حروف میں لکھی ہوئی ہے ، جس میں تحریر ہے کہ یہ مسجد خان اعظم الغ مخلص خاں نے ۷۷۷ھ — ۱۳۹۵ء میں تعمیر کرائی تھی۲ - یہ تحریر چونکہ مسجد سے متعلق ہے اور اب شاہ انور قلی کے مقبرے کے دروازے پر لگی ہوئی ہے ، قیاس چاہتا ہے کہ پہلے یہ تحریر مسجد کے کسی حصے پر ہو گی ، اور وہاں سے ہٹا کر اسے آپ کے مقبرے کے دروازے پر لگا دیا گیا ہے ، جو مقابلتاً اس مسجد کے بعد کا بنا ہوا ہے -

لیکن اس تحریر سے ہم ایک اہم نتیجے پر پہنچتے ہیں ، وہ یہ ہے کہ بنگال کی تاریخ سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ بنگال میں صوفیائے کرام کے مقابر کے ساتھ اکثر و بیشتر جو مساجد بنائی گئی ہیں وہ عموماً ان صوفیائے کرام کی وفات کے بعد بنائی گئی ہیں - اس بنا پر قیاس غالب ہے کہ شاہ انور قلی حلبی نے ۱۳۷۵ء — ۷۷۷ھ سے پہلے وفات پائی ہو گی -

کتبہ : شاہ انور قلی حلبی کی درگاہ کے دروازے پر جو کتبہ منقوش ہے ، اس کی عبارت یہ ہے :

قال اللہ تعالیٰ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجد اللہ فی اللہ نبی اللہ لہ فی الجنۃ سبعین قصراً - نبی المسجد الخان الاعظم الغ مخلص خان فی سنۃ سبع و سبعین و سبع مایۃ۳ -

---

۱ - جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، صفحہ ۲۷ — ۲۸ ، ۱۹۱۰ء

۲ - جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی ، ۱۸۷۰ء ، صفحہ ۲۹۱ — ۲۹۲

۳ - انسکرپشن آف بنگال - صفحہ ۳۹ تصنیف شمس الدین احمد

Marfat.com

(۴)

شیخ انور

حالات : شیخ انور حضرت شیخ نور قطب عالم کے چھوٹے صاحبزادے تھے ، اور بزم تصوف کے روشن چراغ تھے ۔ ان کے تذکرہ نگار سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ وہ بے حد سخی تھے ، بھیڑیں پالتے تھے اور فقرا کے لئے ان کو ذبح کرتے تھے ، مگر خود ان کا گوشت نہیں کھاتے تھے ۔

شیخ حسام الدین مانک پوری کے مکتوبات میں ہے کہ ایک روز میں نے مخدوم زادہ شیخ انور سے پوچھا کہ عشق کیا ہوتا ہے ؟ فرمایا کہ جو لوگ نظر باندھ کر کے دیکھتے ہیں ، وہ دیکھتے ہیں کہ دوست آتا ہے ، یا خیال دوست یا پیام دوست آتا ہے ۔ ورنہ کہ جو لوگ نظر جمائے ہوئے ہیں ۔

آن کی شہادت کے تفصیلی حالات ہم شیخ نور قطب عالم [1] کے ضمن میں لکھیں گے کہ انہیں راجا کنس نے شہید کرایا تھا ۔ اور شیخ انور کی شہادت کے دن ہی راجا کنس بھی مرا تھا ۔

---

۱ - اخبار الاخیار صفحہ ۱۶۶

Marfat.com

Marfat.com

(٥)

حضرت ابو تراب

حالات : حضرت جلال سلہٹی کے جن رفقاء نے بنگال کو اسلام کے نور سے منور بنایا ، اُن میں سے ایک حضرت ابوتراب بھی ہیں ، اگرچہ تذکرہ نگار ان کے تفصیلی حالات کے متعلق خاموش ہیں ، مگر اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ سلہٹ کے فتح ہونے کے بعد حضرت شاہ جلال سلہٹی نے اُن کو بندر بازار نواح سلہٹ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا ، چنانچہ وہ تمام عمر بندر بازار میں تبلیغ اسلام کر کے اسلام کو مستحکم کرتے رہے ، اور وہیں اُنھوں نے وفات پائی ۔

حضرت ابوتراب کا مزار پر انوار بندر بازار کے شمالی حصے میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے[1] ۔

---

١ ۔ تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول ۔ صفحہ ٩٤ — ٥٠

Marfat.com

Marfat.com

(٦)

خواجه انور شاہ

خواجه انور شاہ بردوان کے ایک صوفی اور بزرگ تھے - جن کا انتقال ۱۷۱۵ء میں ہوا - ان کا مقبرہ فرخ سیر نے تعمیر کرایا تھا[۱] -

۱ - سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری اوف بنگال صفحہ ۱۳۶ -

Marfat.com

Marfat.com

(۷)

شاہ ابراھیم دانشمند

حالات : حضرت شاہ ابراھیم دانشمند سلطان فتح شاہ[۱] کے عہد میں بغداد سے بنگال تشریف لائے، اور تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ھو گئے ۔ فتح شاہ نے اپنی لڑکی آپ کے عقد میں دی ، جن سے آپ کے ایک صاحبزادے پیدا ھوئے جن کا نام آپ نے شیخ محمد رکھا ۔ ان کے صاحبزادے محمد یوسف تھے ، جو سنار گاؤں کے مشہور خوندکار تھے[۲] ۔

---

۱ ۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم میں ھے کہ سکندر شاہ کی معزولی کے بعد آمرائے سلطنت نے فتح شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا ۔ وہ نہایت عالم اور دانا انسان تھا ، اس نے تخت نشین ھوتے ھی امرا پر حسب مراتب نوازش فرمائی ، اور باربک شاہ اور یوسف شاہ کے عہد میں خواجہ سراؤں اور حبشی غلاموں نے جو رسوخ حاصل کر کے طوفان مچا رکھا تھا ، ان کو عدل و انصاف سے سیدھا کر کے ان کی اصلاح کی ، لیکن یہ خواجہ سرا پوشیدہ پوشیدہ اس کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگے ، آسی زمانے میں خاں جہاں خواجہ سرا وزیر ملک التجار حبشی امیرالامرا مع خاصہ خیل سرحد کے راجاؤں کی مدافعت کے لئے نامزد ھوا ۔ سلطان شہزادہ بنگالی خواجہ سرا نے موقع پا کر ۹۶۱ھ میں دوسرے خواجہ سراؤں اور چوکی خانہ کے سپاھیوں کی مدد سے فتح شاہ کو قتل کر دیا ۔ فتح شاہ کی مدت حکومت سات سال [illegible] ۔
(ماخوذ از تاریخ فرشتہ اردو جلد دوم صفحہ [illegible])

۲ ۔ تواریخ ڈھاکہ ۔ صفحہ ۱۷۹ — ۱۸۰ و تذکرہ اولیائے بنگالہ حصہ اول ، صفحہ ۵۱

Marfat.com

وفات : شاہ ابراھیم دانشمند نے سنار گاؤں میں وفات پائی ۔ آپ کا مزار سنارگاؤں کے علاقے مگر پاڑے میں ایک گنبد میں ہے ۔ وھیں آپ کے صاحبزادے شیخ محمد اور آپ کے پوتے شیخ یوسف اور ان کی بیوی کا مزار ہے ، یہ تینوں مزار علیحدہ علیحدہ گنبدوں میں واقع ھیں ۔

ان مزارات کے قریب ایک مسجد ہے ، جو ۹۲۹ھ ـ ۱۵۲۲ء میں ابو المظفر نصرت شاہ کے زمانے میں مُلا مبارک نے تعمیر کرائی تھی ، اس پر ایک کتبہ نصب تھا جس کو حضرت ابراھیم دانشمند کے مزار کے ایک متولی نے نکال کر اس کی جگہ ایک دوسرا کتبہ لگا دیا ۔ اصل کتبے پر یہ عبارت درج تھی :

قال الله تعالی ان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً قال النبی صلی الله علیه وسلم من نبی مسجد الله ینبغی به وجه الله نبی الله له مثله فی الجنة ۔

نبی هذا المسجد لله فی عهد السلطان المعظم و المکرم السلطان ابن السلطان ناصر الدنیا و الدین ابو المظفر نصرت شاه السلطان ابن حسین شاه الحسینی خلد الله ملکه و سلطانه و بناه لوجه الله مع بیت السقایة ملک الامراء و الوزرا قدوة الفقها و المحدثین تقی الدین ابن عین الدین المعروف مبارک ملا ابن مجلس مختار ابن مجلس سرور سلمه الله تعالیٰ فی الدارین فی سنة تسع و عشرون و تسعمائة[1] ۔

سنہ ۹۲۹ھ

---

۱ ۔ تواریخ ڈھاکہ صفحہ ۲۸۴—۲۸۵ ۔

Marfat.com

(۸)

شاہ الا

حالات : شاہ الا جن کو شاہ اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے مشاہیر مجاذیب میں سے تھے ، ان کے مورث اعلیٰ شاہ سلطان حسنی ماریہ برہنہ تھے ۔ جنھوں نے ایک ہندو راجا بلیا کو مشرف بہ اسلام کیا تھا ، اور شاہ شجاع نے ایک سند کے ذریعہ سے جو ۱۱۶۵۹ — ۱۰۷۰ھ کی لکھی ہوئی راج شاہی کے سرکاری دفتر میں موجود ہے بہت سی مراعات دے رکھی تھیں ۱ ۔

شاہ الا اور ان کے بزرگوں کا تعلق سلسلۂ مداریہ سے تھا ، اس سلسلے کو شاہ بدیع الدین مدار سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ ان بزرگ کا اصل نام بدیع الدین اور شاہ مدار لقب تھا ، ان کے والد کا نام شاہ ابو اسحاق شامی ہے ، شاہ بدیع الدین مدار نے سلطان ابراہیم شرقی ۲ کے دور حکومت میں ۱۸ جمادی الاول ۸۴۰ھ — ۱۴۳۶ء میں وفات پائی ۔

۱ ۔ رود کوثر صفحہ ۳ ۔ ۴ ۔

۲ ۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی بن خواجہ جہاں جون پوری [illegible] بعد ۱۵۰۱ — ۱۰۰۴ھ میں مسند سلطنت پر متمکن ہوا ، وہ [illegible] منصف ، بلند سیرت فرمانروا تھا ، اس میں [illegible] امتزاج تھا ، اسی وجہ سے [illegible] جمع ہو گئے تھے ، [illegible] شہاب الدین [illegible] گیلانی ، شیخ ابی الفتح بن [illegible]

Marfat.com

اخبار الاخیار میں ہے کہ شاہ بدیع الدین مدار کے بہت سے عجیب و غریب حالات و اطوار بیان کیے جاتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ وہ مقام صمدیت پر فائز تھے ، انھوں نے بارہ سال تک کھانا نہیں کھایا اور جو لباس ایک دفعہ پہنا دوسری دفعہ اس کے دھونے کی نوبت نہیں آئی ، ان کی عمر کے متعلق بھی عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں بعضوں کا بیان ہے کہ انھوں نے دو سو سال کی عمر پائی کوئی کہتا ہے کہ ان کی عمر تین سو سال تھی مشہور ہے کہ پانچ چھ واسطوں سے ان کا سلسلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جا ملتا ہے[1] ۔ گلزار ابرار میں ہے کہ ان کے جبیں میں نور الٰہی کی جھلک نظر آتی تھی ، جس کی وجہ سے دیکھنے والا بے اختیار سجدے میں گر پڑتا تھا ، اس لیے وہ ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب رکھا کرتے تھے مگر دربار عام کے روز خلائق کے فائدہ رسانی کی غرض سے چہرے سے نقاب اٹھا دیتے تھے ، اور ارباب زمانہ میں سے جس کسی کو کسی علم میں دشواری اور الجھن پیش آتی تھی ، وہ اسی دربار عام کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ، اس وقت آپ بدون دریافت کرنے کے ہر ایک قسم کی باتیں فرمایا

(صفحہ ۶۵ کا بقیہ حاشیہ)

وغیرہ اس کے دور حکومت کی زینت تھے ، وہ علماء کا اس درجہ قدرداں تھا کہ ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی بیمار ہوئے ، اور ان کی بیماری طول کھینچ گئی ، خود سلطان ابراہیم ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور پانی طلب کیا ، پھر سات مرتبہ قاضی صاحب کے گرد چکر لگا کر اس نے کہا الٰہی ! اگر قاضی صاحب کی موت مقدر ہو چکی ہے تو ان کی موت کو میرا مقدر کر کے انہیں حیات عطا فرما ۔

سلطان ابراہیم شرقی نے ۱۴۳۶ء — ۸۴۰ھ میں وفات پائی (ماخوذ از نزھۃ الخواطر جلد ۴ بحوالہ تاریخ فرشتہ)

۱ ۔ اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۱۶۴

Marfat.com

کرتے تھے ، اسی ضمن میں حاضرین دربار اپنی مراد کے موافق جواب پا کر اور اپنی مشکل حل کر کے واپس چلے جایا کرتے تھے[1] -

شاہ مدار ہندوستان کے مختلف علاقوں یعنی گجرات ، اجمیر ، قنوج ، کالپی ، جون پور ، لکھنؤ اور کانپور گئے - ان کے بنگال آنے کے سلسلے میں ہمیں کوئی براہ راست سند نہیں ملتی ، لیکن کچھ مؤرخین ان کے بنگال آنے پر اس وجہ سے یقین رکھتے ہیں کہ ان کا حوالہ سونیا پرانا کی لکھی ہوئی کتاب '' نرنجنر رشا '' میں موجود ہے ، بہرحال خواہ وہ بنگال آئے ہوں یا نہ آئے ہوں ، لیکن یہ حقیقت ہے کہ بنگال میں آج بھی مداریہ[2] سلسلے کے اثرات پائے جاتے ہیں ، ڈاکٹر انعام الحق کا بیان ہے کہ ضلع فرید پور میں مداری پور سب ڈویژن اور ضلع چٹاگانگ میں مدار بازی اور مدار شاہ کے نام انہیں بزرگ کے نام پر رکھے گئے -

---

۱ - اردو ترجمہ گلزار ابرار - صفحہ ۴۷—۵۷

۲ - سلسلۂ مداریہ طیفوریہ شاہ بدیع الدین مدار سے منسوب ہے ، شاہ بدیع الدین مدار کا سلسلۂ طریقت صرف چار واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہے ، آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے -

شاہ بدیع الدین مدار ، شیخ طیفور شامی ، شیخ نور الدین شامی ، امام عبداللہ علم بردار ، حضرت صدیق اکبر رض ، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم -

اس خانوادے کے [illegible] توحید وجودی کے [illegible] ہیں ، اور وحدت الوجود کی [illegible] ہیں اور ظاہری شریعت کے [illegible] نہیں ہے - (دسویں صدی ہجری کے [illegible] کے حجابی اس گروہ کے [illegible] ولولہ شاہ بدیع الدین مدار کے [illegible]

(باقی [illegible])

Marfat.com

ڈاکٹر انعام الحق نے شاہ مدار کی ولادت ۱۳۱۵ء - ۷۱۵ھ اور وفات جمادی الاول ۱۴۳۶ء — ۸۴۰ھ لکھی ہے -

صاحب گلزار ابرار نے شاہ بدیع الدین مدار کے خلفاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ الا شاہ بدیع الدین مدار کے خلفاء میں تھے ،

(صفحہ ۶۷ کا بقیہ حاشیہ)

ظاہر کرنے پر نہایت روک ٹوک تھی ، اور ظاہر شریعت کی مخالفت سے غایت درجے کا خوف دلوں میں سمایا ہوا تھا ، اور طریقت میں سابقہ با ادب سالکوں کے ساتھ موافقت رکھتے تھے -

ایک تازہ بدعت ان میں یہ ہے کہ اس سلسلے میں ظاہری تجرید مقبولیت کی شرط اور اجازت کا جزو قرار دی گئی - اس خاندان کے اکثر بزرگان خلافت اپنے تئیں صرف ستر عورت اور اس قدر طعام ضروری سمجھتے تھے جو اسی ایک روز میں کھا لیا جائے ، باقی جملہ انواع پوشاک اور جمیع اقسام خوراک سے دست کش رہتے.....
پھر اس طریقے کے انتہا پسند ظاہری تجرید میں اس درجہ بڑھے کہ وہ تجرید جو صوفیاء کی پسندیدہ ہے اس کے حدود سے دو تین قدم آگے بڑھ کر مشروع ازار نو چار انگل کی لنگوٹی سے بدل لیا ، جس سے بمشکل فقط اندام نہانی چھپ سکتا ہے ، اور رات کے وقت پہاڑ کی طرح آگ مشتعل کی جس سے سردی کے لحاف کا کام لیا ، صبح دو نہاں کی جلہ بدن پر رہا کھ مل لی ، یہ شعار جو سراپا عار ہے اختیار کر کے ادب کے دائرے سے ..... باہر نکل گئے -

شاہ مدار کے خلفاء کے نام یہ ہیں :

(۱) سید جمن بہاری - (۲) قاضی محمود کنتوری - (۳) قاضی شہاب الدین - (۴) قاضی مطہر کہشیر - (۵) قاضی عبدالملک بہیڑائچی - (۶) سید خاصہ - (۷) سید راہی - (۸) شیخ بھیکھا مجذوب - (۹) شیخ بھیکھا ثانی - (۱۰) شیخ الا - (۱۱) شیخ محمد جینڈہ - (۱۲) شیخ محمد بائیں پانوں - (ماخوذ از اردو ترجمہ گلزار ابرار - صفحہ ۷۷ — ۷۸)

Marfat.com

جن کو فصیح اللسان لوگ شیخ اعلیٰ بھی کہتے ہیں ، آپ بھی انھیں مجذوبوں میں ہیں جو مشہور دنیا ہیں ۔

شاہ الا نے گوڑ میں وفات پائی ، اور گوڑ ہی میں ان کا مزار واقع ہے[1] ۔

۱ - رود کوثر صفحہ ۳۰۳ ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۹)

شاہ ابوالليث

حالات : بنگال کے آخری دور کے قادریہ سلسلے کے بزرگوں میں شاہ ابواللیث نے غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل کی ۔ آپ شاہ عزیز اللہ کی اولاد میں تھے ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شاہ ابو تراب تھا جو اپنے وقت کے عارف کامل اور صاحب دل بزرگ تھے ۔ اور جنہیں قطب بنگالہ کہا جاتا تھا ۔

بیعت : ایک دفعہ شاہ ابواللیث رشد و ہدایت کے لیے منگل کوٹ تشریف لے گئے ۔ وہاں آپ نے سید شاہ احسن ذاکر علی قادری کی ولایت و کمال کا شہرہ لوگوں سے سنا ۔ اس تذکرے نے آپ کے دل میں سید ذاکر علی کی محبت و عقیدت کا چراغ روشن کر دیا ۔ یہاں تک کہ والہانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اتفاق سے جب آپ وہاں پہنچے مغرب کا وقت ہو چلا تھا اور سید شاہ ابو الحسن ذاکر علی اپنے معمول کے مطابق حجرے میں اوراد و وظائف میں مشغول تھے ۔ حسب وجد سے ملاقات میں دیر ہوئی ۔ آپ آزردہ ہو کر وہاں سے [illegible] حضرت سید ذاکر علی وظیفہ ختم کر چکے اور حجرے سے باہر [illegible] کن کے خادم نے آپ کی آمد اور واپس جانے کا حال [illegible] سید ذاکر علی نے یہ سنا تو آپ کے پیچھے دوڑے ۔ مگر [illegible] تھے وہ انہیں نہ پا سکے ۔ اس وقت حضرت سید [illegible] یہ شعر پڑھا :

آتش مزاج باید فرزند بوتراب را
تو فرزند بوتراب باید نہ خاک باشی

Marfat.com

کہتے ہیں کہ ہاتف غیبی نے یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچا دی ، آپ پالکی سے اتر کر پیدل آن کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور حضرت سید ذاکر علی کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر آن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے ۔

وفات : شاہ ابو اللیث ۱۲۲۲ھ — ۱۸۰۷ء میں وصل الی اللہ ہوئے ، آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ ابو الخیر قدس سرہ نے اس شعر میں آپ کی تاریخ وفات نکالی ۔

نہ جانو کہ وہ شاہ مر کے ہوئے
بذکر جلی واصل حق ہوئے

تصانیف : شاہ ابو اللیث علوم ظاہری میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے ، صاحب تصانیف تھے ، آن کی تصانیف میں زبدۃ الفوائد ، رسالہ یشیہ ، کنز ریاض ، شجرۂ نظمیہ ، شجرۃ العارفین وغیرہ مشہور ہیں[1] ۔

سجادہ نشینی : شاہ ابواللیث کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ ابو الخیر نے مسند سجادگی کو زینت بخشی ، شاہ ابو الخیر بہت بڑے عالم ، اہل دل اور شاعر تھے[2] ۔

---

۱ ۔ یہ تمام حالات تذکرہ اولیائے بنگالہ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۷ ۔ ۳۸ و صفحہ ۴۱ تا ۴۳ سے ماخوذ ہیں ۔

۲ ۔ تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول صفحہ ۴۳

Marfat.com

(۱۰)

شاہ ابو الارشاد علی عبدالقادر

حالات : حضرت شمس القادری جو سید شاہ مرشد علی قادری بغدادی کے نام سے مشہور تھے ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھے ، وہ ۱۱۶۵ھ — ۱۷۵۱ء میں بنگال میں پیدا ہوئے ، اور علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم کے بعد رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے ۔

شاعری : شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے ، کبھی جمال اور کبھی عاصی تخلص کرتے تھے ، حکیم جلال لکھنوی کو اپنا کلام دکھاتے تھے ۔

صاحب دیوان تھے ، اُن کا دیوان حرز جان عارفاں فی مناقب محبوب سبحانی ، مجتبائی پریس ۔ دہلی سے ۱۳۱۹ھ — ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا ، جو ۶۳۲ صفحات پر مشتمل تھا ، ہم اُن کے کلام میں سے دو شعر یہاں تبرکاً نقل کرتے ہیں ۔

پڑھ کے بسم اللہ مطلع میں لکھا نام خدا
نام حق نامے کا عنواں بن گیا نام خدا
حمد گوئی سے دل آئینہ بنا نام خدا
بولتا ہے آج کیا طوطی مرا نام خدا

وفات : حضرت شمس القادر نے پچاس سال کی عمر میں [illegible] ان کا مزار شہر میدن پور میں ہے ۔

---

۱ ۔ ماخوذ از مشرقی بنگال میں اردو ۔ صفحہ [illegible] صدر شعبۂ اردو چاٹگام ڈگری کالج ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۱۱)

مولانا امام الدین

ولادت : مولانا امام الدین کی ولادت موضع حاجی پور ، پرگنہ عنبر آباد ، علاقہ روشن آباد میں ہوئی ، تعلیم کے لیے آپ مولوی اسرائیل خاں کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ غلام علی[1] کے مدرسے میں تعلیم حاصل کی ۔

---

۱ ۔ مولانا غلام علی بن عبداللطیف علوی نقشبندی ۱۱۵۶ھ — ۱۷۴۳ء میں مشرقی پنجاب کے علاقے بٹالہ میں پیدا ہوئے ، ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی ۔ پھر حصول تعلیم کے لیے دہلی تشریف لائے ، اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے صحیح بخاری پڑھی ، اور حدیث کی سند اُن سے لی ، بائیس سال کی عمر میں آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے دست حق پرست پر بیعت کی ، بیعت ہوتے وقت یہ شعر آپ کی زبان پر تھا :

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

اور ایک طویل عرصے تک اپنے شیخ کی خدمت میں [illegible] اور مجاہدوں میں مشغول رہے ۔ مرزا مظہر جان جاناں کی وفات کے [illegible] آپ نے دہلی میں سکونت اختیار فرما کر مسند [illegible] زینت بخشی ، اور آپ کو قبول عظیم حاصل ہوا ، [illegible] میں زہد و ورع ، تسلیم و رضا ، [illegible]

([illegible])

Marfat.com

بیعت : تعلیم کے بعد حضرت شاہ غلام علی کے دست حق پرست پر بیعت کی ، اور معرفت و سلوک کی منازل طے کیں ۔

حضرت سید احمد بریلوی کی تحریک میں شرکت : جب ہندوستان میں حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک جہاد شروع ہوئی تو آپ آن کے رفقاء میں شامل ہو گئے ، اور حضرت سید احمد شہید کے ساتھ حرمین شریفین حاضر ہو کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے ، اور ایک مدت تک حرمین شریفین میں مقیم رہے ، پھر ہندوستان تشریف لا کر آس جہاد میں شرکت کی جس کے علم بردار حضرت سید احمد بریلوی تھے ۔

(صفحہ ۷۵ کا بقیہ حاشیہ)

آثار نمایاں نظر آتے ہیں ، آپ کی محفلیں دنیا کے افکار سے خالی اور ذکر الٰہی سے مامور ہوتی تھیں ، اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں کسی کی غیبت کرتا تو آپ فرماتے برائی سے ذکر کرنے کا تو میں سب سے زیادہ مستحق ہوں ، ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں لگے رہتے ۔

شاہ غلام علی نے ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ — ۱۸۲۴ء کو وفات پائی ، آپ کے مریدین میں سید اسماعیل مدنی ، شیخ احمد کردی ، شیخ خالد رومی ، شیخ محمد جان باجوری ، شیخ ابو سعید دہلوی اور آن کے صاحبزادے شیخ احمد سعید ، اور شیخ رؤف احمد رامپوری ، شیخ بشارت اللہ بہرائچی اور سید ابوقاسم بن مہدی حسینی واسطی مشہور ہیں ۔

شاہ غلام علی کی تصانیف میں رسالہ مقامات مظہریہ ، اور رسالہ ایضاح الطریقہ مشہور ہیں ۔

(ماخوذ از نزھۃ الخواطر ۔ جلد ۷ صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۸)

۱ ۔ حضرت سید احمد بریلوی یکم محرم ۱۲۰۱ھ — ۱۷۷۶ء کو اودھ کے قصبے رائے بریلی میں پیدا ہوئے ، آن کے والد کا نام سید محمد عرفان

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۷ پر)

Marfat.com

مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید سے روحانی استفاضہ : شاہ غلام علی کے علاوہ آپ نے مولانا عبدالحی[1] اور شاہ اسماعیل شہید[2] سے بھی روحانی استفاضہ کیا تھا ۔

(صفحہ ٦٧ کا باقی حاشیہ)

اور آن کی والدہ کا نام بی بی عافیہ بنت سید ابو سعید تھا ، بچپن میں ان کو تحصیل علم کی طرف کچھ رغبت نہ تھی ، تین چار سال مکتب میں گزارنے کے باوجود قرآن مجید کی چند سورتیں یاد کر سکے ، بڑے ہونے کے بعد اپنے چچا ساتھیوں کے ساتھ تلاش روزگار میں لکھنؤ گئے ، وہاں آن کا قیام ایک رئیس کے ہاں تھا ، وہیں سے ان کی طبیعت میں ایک انقلاب پیدا ہوا ، پہلے تحصیل علم کے شوق میں وہ دہلی میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے ، شاہ صاحب نے ان کو اولاً اکبری مسجد میں اپنے بھائی شاہ عبدالقادر کے پاس بھیجا ، وہاں انہوں نے صرف و نحو کی کچھ کتابیں پڑھیں اور قرآن مجید کے اردو ترجمے کا بھی مطالعہ کیا ۔

۱۲۲۲ھ - ۱۸۰۷ء میں انہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ میں شاہ عبدالعزیز سے بیعت کی ۔ اور کچھ دن کے بعد رائے بریلی تشریف لے گئے ۔

۱۸۱۰ء - ۱۲۲۵ھ میں نواب امیر خاں کے پاس چلے گئے جو بعد میں والیٔ ٹونک ہوئے ۔ وہاں جا کر ان کی جمعیت میں شریک ہو گئے ، جو اس زمانے میں وسط ہند میں ہندو راجاؤں کے برسر پیکار تھی ۔ تقریباً چھ سال فن سپاہ گری میں گزارنے کے بعد جب نواب امیر خاں نے انگریزوں سے صلح کی تو وہ آن کی جمعیت سے علیحدہ ہو کر تقریباً ۱۸۱۶ء - ۱۲۳۲ھ میں دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور وہیں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ [illegible]

اسی زمانے میں شاہ عبدالحی اور شاہ اسمٰعیل شہید [illegible] ہوئے ، ان دونوں کو لے کر سید صاحب نے [illegible]

باقی حاشیہ صفحہ [illegible] پر

۲ - حاشیہ صفحہ ۱۰ پر

Marfat.com

بنگال میں رشد و ہدایت : تذکرۂ اولیائے بنگالہ میں ہے کہ حضرت احمد شہید نے آپ کو اپنی شہادت سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ وہ اپنے وطن جا کر ارشاد و ہدایت میں مصروف ہوں ، چنانچہ آپ نے بنگال

صفحہ ۷۷ کا بقیہ حاشیہ

رام پور اور لکھنؤ وغیرہ کا دورہ کیا ، اور وعظ و تذکیر سے لوگوں کو راہ حق دکھائی ۔

بیعت میں ان کا طریقہ دوسرے شیوخ سے مختلف تھا ، پہلے وہ طریقۂ چشتیہ ، نقشبندیہ ، سہروردیہ میں بیعت لے کر طریقۂ محمدیہ میں بیعت لیتے تھے ۔

پنجاب و سرحد میں مسلمانوں پر مظالم کی وجہ سے (جہاں سکھوں کی حکومت تھی) سید صاحب کو جہاد کرنے کا خیال پیدا ہوا . آنہوں نے فیصلہ کیا کہ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد جہاد کریں گے ، چناں چہ یکم شوال ۱۲۳۶ھ - ۱۸۲۰ء کو آپ چار سو رفقاء کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے ، اور ۱۲۳۷ھ میں واپس آ کر آپ نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں ، ۱۲۴۱ھ - ۱۸۲۵ء کو سید صاحب پانچ ہزار رفقاء کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے ، اور طویل مسافت کے بعد نوشہرہ پہنچے ، آپ کا پہلا معرکہ ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء - ۱۲۴۲ھ کو نوشہرے سے آٹھ میل کے فاصلے پر اکوڑہ کے مقام پر ہوا ، ۱۱ جنوری ۱۸۲۷ء کو آپ کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت ہوئی ، اور آپ کو امیرالمومنین چنا گیا ، سکھوں سے آپ کے مختلف مقامات پر شدید مقابلے ہوئے ، بالاکوٹ میں سید صاحب کا آخری معرکہ ہوا ، اس معرکے میں سید صاحب کا لشکر بعض لوگوں کی غداری اور نمک حرامی کے سبب گھر گیا ، اور افسوس ہے کہ مجاہدین کو شکست ہوئی ، اس معرکے میں وہ لوگ شہید ہوئے جن پر تاریخ اسلام کو ناز ہے ، اسی معرکے میں ۲۴ ذیقعدہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۹ پر)

Marfat.com

آ کر رشد و ھدایت کا سلسلہ شروع کیا ، آس زمانے میں لوگ شریعت اسلامیہ سے بے خبر اور ھندوانہ رسم و رواج کے غلام بنے ھوئے تھے ، آپ نے گاؤں گاؤں پیدل جا کر عوام میں اتباع شریعت کا شعور بیدار کیا ، اور ھندوانہ معاشرت و رسم و رواج کے خلاف آواز بلند کی ۔

(صفحہ ۷۸ کا بقیہ حاشیہ)

۶ ۱۲۴۶ھ مئی ۱۸۳۱ء - ۱۲۴۳ھ کو بالاکوٹ میں سید صاحب نے شہادت پائی ۔

(ماخوذ از سیرت سید احمد شہید ۔ تالیف مولانا سید ابوالحسن ندوی)

۱ - مولانا عبدالحی دھلوی بن شیخ صبت اللہ بن نور اللہ صدیقی نصیہ بڑھانہ ضلع مظفر نگر کے رھنے والے تھے ۔ ان کی ولادت نصیہ بڑھانہ میں ھوئی ، سن شعور کو پہنچنے کے بعد دھلی تشریف لائے اور حضرت شیخ عبدالقادر دھلوی سے کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی ، اور شاہ عبدالعزیز سے بھی فخر تلمذ حاصل کیا ۔ شاہ عبدالعزیز آن سے بے حد محبت رکھتے تھے ، انھوں نے اپنی صاحبزادی کی شادی مولانا عبدالحی سے کر دی تھی ، آن کے علمی مقام کا اندازہ اس سے ھوتا ھے کہ شاہ عبدالعزیز ان کو شیخ الاسلام کہا کرتے تھے ، وہ نہایت قوی الحافظہ ، کثیر المطالعہ ، متبحر عالم انسان تھے ، مدتوں دھلی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رھے ، پھر شاہ عبدالعزیز کی زندگی ھی میں انھوں نے حضرت سید احمد بریلوی کے دست حق پر بیعت کی ، اور آن سے روحانی استفادہ کیا ، اور ۱۲۴۳ھ میں اپنے شیخ کے ساتھ حج و زیارت کے لئے گئے ، وھاں انھوں نے اھل حرمین کے لئے اپنی مشہور کتاب صراط مستقیم فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ، وھیں قاضی محمد بن علی شوکانی بعض تصانیف اپنی مرویات کی اجازت کے ساتھ مرحمت فرمائیں ، حضرت سید احمد شہید بریلوی کے ساتھ [illegible] اور دو سال تک شہروں اور قصبوں کی [illegible]

Marfat.com

وفات : مولانا اسام الدین اپنے وطن سے ہجرت کرنے کی تمنا رکھتے تھے ، آخر یہ تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ جب دوسری مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو اپنے وطن واپس نہ لوٹے ، حج سے لوٹتے ہوئے آپ نے ۱۲۷۴ھ - ۱۸۵۷ء میں جہاز میں وفات پائی ۔

(صفحہ ۷۹ کا بقیہ حاشیہ)

و نہی عن المنکر کا سر تا پا پیکر تھے ، انھوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کو اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں صرف کیا ۔ حضرت سید احمد بریلوی کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ، تذکرہ علمائے ہند میں ہے کہ مولانا عبدالحی نے ۸ شعبان بروز اتوار ۱۲۲۳ھ - ۱۸۲۸ء عارضۂ بواسیر میں وفات پائی ، آخری وقت میں جو کلمہ ان کی زبان پر تھا وہ یہ تھا : اللھم الحقنی بالرفیق اعلیٰ ۔

مولانا عبدالحی کی تصانیف میں رسالہ صراط المستقیم ، حکایت المناظرہ (جو ان کے اور شیخ رشید الدین دھلوی کے درمیان ہوا تھا) اور رسالہ ایامیٰ (نکاح بیوگان) اور ان کے فتاویٰ مشہور ہیں ۔ آن کے حالات کی تفصیل فتاویٰ عزیزی جلد اول ، سیرت سید احمد شہید از مولوی ابو الحسن ندوی ، سوانح احمدی ، ابجد العلوم ، الیانع الجنی ، تراجم علمائے اھل حدیث ، تذکرۂ علمائے ھند اور نزھۃ الخواطر جلد ۷ میں ملتی ہے ۔ (ماخوذ از ترجمہ علمائے ہند ۔ صفحہ ۲۸۶ - ۲۸۷ و نزھۃ الخواطر جلد ۷ ، صفحہ ۲۴۹ - ۲۵۰)

(حاشیہ صفحہ ۷۷)

۲ ۔ مجاھد فی سبیل اللہ شاہ اسماعیل دھلوی ، شاہ عبدالغنی کے صاحبزادے ہیں ، ان کی ولادت با سعادت دھلی میں ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ - ۱۷۷۹ء کو ہوئی ، ابھی بچے ھی تھے کہ آن کے والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا ، ان کے بعد ان کی تربیت ان کے چچا شاہ عبدالقادر دھلوی نے فرمائی ، شاہ اسماعیل دھلوی نے کتب درسیہ کی تعلیم شاہ عبدالقادر ، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۱ پر)

Marfat.com

کسی نے آپ کا حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا :

آں گوہر یکتا کہ بہ بحر رو نہفت
در تاریخش حمید گوہر در سفت
چوں رفت ز روئے بحر آں گوہر پاک
شد در یتیم اینک از دریا گفت ۱
۱۲۷۴

(صفحہ ۸۰ کا بقیہ حاشیہ)

علوم معقول و منقول میں وہ کمال حاصل کیا کہ آن کا شمار اکابر علماء میں ہوتا ہے ، پھر حضرت سید احمد شہید بریلوی سے بیعت ہو کر معرفت و سلوک کے منازل طے کیے ۔ اور حضرت سید احمد شہید کے ساتھ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۔ پھر ہندوستان تشریف لائے ۔ اور حضرت احمد شہید کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر بالاکوٹ کے معرکے میں ۱۲۴۶ھ - ۱۸۳۱ء میں شہادت پائی ۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ تبلیغ دین ، احیائے سنت اور بدعات کے مٹانے میں صرف ہوا ۔ ساری عمر وہ بے خوف و نڈر ہو کر حق کو سربلند کرتے رہے ۔ ان کی تصانیف میں تقویۃ الایمان ، صراط المستقیم ، تنویر العینین ، ایضاح الحق ، منصب امامت ، رسالہ بے نمازاں اور رسالہ یک روزی مشہور ہیں ۔

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۷ ، صفحہ ۵۶ - ۱۵۷)

۱ - مولانا امام الدین کے یہ تمام حالات تذکرہ اولیائے [illegible] صفحہ ۷ تا ۱۰ تالیف مولانا عبیدالحق [illegible] مطبوعہ حمیدیہ لائبریری فینی سے ماخوذ ہیں ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۱۲)

پیر بدر الدین بدر عالم

حالات : آپ کا پورا نام بدرالدین بدر عالم زاہدی ہے[۱] ، حضرت بدر پیر کا نام مختلف درگاہوں سے موسوم ہے ۔ چٹگانگ میں بخشی بازار کے دکھن کی طرف سرکاری راستے کے پورب کی جانب جو چٹان واقع ہے ، اس پر ایک درگاہ ہے جو بدر عالم ، بدر مقام ، بدر اولیا ، بدر شاہ اور بدر پیر کے نام سے مشہور ہے ۔ اسی نام سے ایک مزار چھوٹی درگاہ بہار میں واقع ہے ۔ اسی طرح ضلع بردوان کے موضع کلنا میں دو مزار ہیں ، ان میں سے ایک مزار بدر صاحب کا مشہور ہے ۔

مشرقی بنگال کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر چٹگانگ کے صفحہ ۹ پر ہے کہ

فتح آباد شہر کا نظارہ انسان کے دل کی اس تمنا کو پورا کر دیتا ہے جو اس کو دیکھنا چاہتا ہے ۔ اس شہر کو بہتر طور پر چٹی گراما کے نام سے جانتے ہیں ۔ خوبصورتی کے لحاظ سے یہ شہر مثل امراوتی کے ہے اور اس میں بہت سے پاک باز اور ایماندار لوگ بستے ہیں ، یہ سمندر کے کنارے دریائے کرنافلی کے ساحل پر واقع ہے ۔ یہ آسمانی شہر ہے ، یہ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے ، اور یہاں بدر عالم مدفون ہیں[۲] ۔

۱- تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول ۔ صفحہ [illegible] ۔

۲- سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال ص [illegible] ڈسٹرکٹ گزیٹیر چٹاگانگ ۔ ص ۹

Marfat.com

موضع ہمت آباد ضلع دیناج پور میں بھی پیر بدرالدین کی ایک درگاہ ہے ، کہتے ہیں کہ یہاں آپ اس زمانے میں اسلام کی تبلیغ کے لیے تشریف لائے جب یہاں مہیشا نامی ایک ہندو راجا حکومت کرتا تھا ۔ اس ہندو راجا کے ظلم سے تنگ آ کر آپ نے سلطان علاء الدین حسین شاہ[1] سے امداد طلب کی ، اور سلطان کی مدد ملنے پر ہندو راجا کو شکست دی ، اور اس علاقے میں اسلام پھیلنے لگا ۔

لوگوں کے خیال کے مطابق سلطان علاء الدین کا تخت اور مہیشا کا محل ان کھنڈرات میں واقع ہے جو ہمت آباد کے بالکل قریب ہیں ۲۔

صاحب تذکرۂ اولیاء بنگالہ نے اپنی کتاب میں بحوالہ مراۃ الکونین حضرت شاہ بدر کے جو حالات دیے ہیں ہم انہیں یہاں مختصراً نقل کرتے ہیں ۔

حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی اصل آپ کا فیلقوسی اسکندری ہے ، اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نسب سادات سے ہے ۔

آپ کے بزرگوں میں سے ایک صاحب کو بادشاہ نے لاولدی کی وجہ سے اپنی فرزندی میں لیا تھا ۔ اس وقت سے آپ کا خاندان اسکندری کہلایا ۔

حضرت شہاب الدین امام مکی آپ کے جد امجد تھے ، الہام غیبی کی بنا پر حضرت نے اپنے صاحبزادے حضرت فخرالدین کو

---

۱ ۔ سلطان علاؤالدین کا نام علی مبارک تھا ، جو سلطان فخرالدین کو قتل کر کے بنگال کی مسند حکومت پر سلطان علاؤالدین کے لقب سے متمکن ہوا اس نے ایک سال اور پانچ ماہ حکومت کی تھی کہ حاجی الیاس نے سلطان علاؤالدین کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر سلطان علاؤالدین کو قتل کر کے ۷۴۱ھ—۱۳۴۰ء میں اپنے قبضے میں لے آیا ۔ (ماخوز از تاریخ فرشتہ اردو جلد دوم ص ۳۷۹—۳۸۰) ۔

۲ ۔ سوشل ہسٹری آف بنگال بحوالۂ بنگال دسٹرکٹ گزیٹیر دیناج پور ص ۳۰ شائع شدہ ۱۹۱۲ ۔

Marfat.com

ہندوستان جانے کی اجازت دی ، وہ اس مقام پر جہاں اب شہر میرٹھ آباد ہے تشریف لائے ، اور ایک جنگل میں قیام فرما کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے ۔ رفتہ رفتہ سلطان عہد بھی آپ کا مرید ہوا ، پھر بہت سے لوگ اس جنگل میں آباد ہوئے ، شاہ فخرالدین کے صاحبزادے حضرت شہاب الدین نامی ہوئے جو بادشاہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے ..... حضرت شہاب الدین کے پانچ صاحبزادے ہوئے ، حضرت بدرالدین سب سے چھوٹے تھے .....

حضرت بدر الدین جب تحصیل علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہوئے اور حضرت فخر الدین ثانی نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ صدرالدین صدر عالم کو جون پور کی ولایت دی ، آپ کو بہار و بنگالہ تا لب دریائے شور کی ولایت عنایت کی ۔ آپ نے اس طرف کا قصد فرمایا وہ زمانہ حضرت شرف الدین یحیٰ منیری کا تھا ، آپ نے اپنے والد سے عرض کیا ۔ انہوں نے فرمایا کہ ان سے خط لکھو ۔ چنانچہ آپ نے مخدوم الملک علیہ الرحمہ کی خدمت میں خط لکھا ۔ انہوں نے دعا دی اور فرمایا کہ پھرتے ہوئے آؤ ۔ اس جواب کو پا کر آپ مع تین چار سو درویشوں کے بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ اور چاندہ میں وارد ہو کر دریائے شور ایک حجرہ بنا کر یاد الٰہی میں مصروف ہوئے .....

آپ کے حجرے کے سامنے ایک روز ایک جہاز [illegible] پڑا ، نا خدا نے آپ کے حجرے کی طرف [illegible] جہاز تباہی سے بچ لیا تو ایک رع مال اس [illegible] نذر دی ۔ چنانچہ جہاز کنارے آیا ۔ نا خدا نے [illegible] میں لا کر پیش کیا ، آپ نے فرمایا [illegible] آتا ، نا خدا اس [illegible] فعل پر بے حد نادم ہوا اور [illegible] اسی وقت وہ تمام مال درویشوں [illegible]

۱ ۔ تذکرہ اولیائے بنگالہ ، حصہ اول ، [illegible]

Marfat.com

شاید یہی وجہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے ملاح آج بھی پیر بدر کا نام لیتے ہیں ، جب ان کا جہاز یا کشتی کسی خطرے سے دو چار ہوتی ہے ، یا وہاں کے مانجھی طوفانی ندیوں میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ نبی ، پنج پیر بدر بدر ! ۱

صاحب تذکرہ اولیائے بنگالہ نے لکھا ہے کہ :

آج تک چاٹگام میں یہ دستور جاری ہے کہ کشتی چھوڑتے وقت آپ کے نام سے وسیلہ جوئی کرتے ہیں ۲ -

تذکرۂ اولیائے بنگالہ میں ہے کہ بعد وصال حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحیا منیری علیہ الرحمہ کہ بماہ شوال ۷۸۲ھ — ۱۳۸۰ء میں ظہور میں آیا ، آپ بہار شریف تشریف لائے -

منقول ہے کہ حضرت مخدوم الملک نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرا مخدوم زادہ آئے گا ، مزار شریف آپ کا بہار شریف میں ہے ، کرامات آپ کے مشہور ہیں ۳ -

عام طور پر ایک غیر مستند روایت مشہور ہے کہ پیر بدر الدین چاٹگام میں پتھر کے ایک بہتے ہوئے ٹکڑے پر تشریف لائے ، چاٹگام اس وقت بھوت پریت کا مسکن تھا ، اور انسان کا رہنا وہاں مشکل تھا - آپ نے ان بھوت پریت سے ایک چراغ جلانے کے لئے جگہ مانگی ، جس کی اجازت انھوں نے دے دی - جب وہ چراغ جلایا گیا تو اس کی روحانی طاقت اس قدر زبردست تھی کہ وہ بد روحیں گھبرا گئیں - علاقائی بولی میں اس چراغ کو چاٹی کہتے ہیں ، اور لوگوں کا خیال ہے کہ چٹی کرامات دراصل وہ بدر پیر کا چراغ ہی ہے -

چاٹگام شہر میں ایک پہاڑی بھی ہے جس کو چٹی پہاڑ کہتے ہیں ،

---

۱ - مسلم بنگلہ ادب ، صفحہ ۳۳

۲ - تذکرہ اولیائے بنگالہ ، حصہ اول ، صفحہ ۱۷ ، بحوالہ مراۃ الکونین

۳ - ایضاً ، صفحہ ۱۷

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق پیر بدر نے اپنا چراغ اسی جگہ جلایا تھا ، آج بھی ہندو مسلم وہاں قندیلیں جلاتے ہیں اور وہاں رات کو قندیلیں جلتی رہتی ہیں۱ -

ان واقعات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مختلف مقامات کے پیر بدر ایک ہی بزرگ تھے ، یعنی پیر بدر الدین بدر عالم ، قیاس غالب یہ ہے کہ آپ نے ان تمام مقامات کا دورہ کیا تھا ، اور جہاں جہاں آپ نے دورہ کیا تھا وہیں وہیں آپ کی خانقاہیں بن گئیں ، اور یہ روایتیں مشہور ہو گئیں۲ -

وفات : تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول میں بحوالہ مراۃ الکونین منقول ہے کہ حضرت مخدوم شاہ بدر الدین عالم نے [illegible] میں وفات پائی۲ - آپ کا مزار بہار شریف میں ہے ، اور آپ کی اولاد میں نواب عبدالجبار خان کا خاندان بہت مشہور ہے ، اور چند خاندان موضع چوکی قتال پور علاقہ سیوان ، ضلع سارن چھپرہ صوبہ بہار میں بنی ہیں ، شاہ مظہر حسین ابن شاہ ظاہر حسین حضرت پیر بدر کے سجادہ نشین ہیں۳ -

اولاد : تذکروں میں پیر بدر کی ایک صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے ، جن کا نام بی بی ابدال تھا ، اور جو بڑی با [illegible] ، عابدہ ، زاہدہ ، صاحب کشف و کرامات خاتون تھیں۴ -

ڈاکٹر انعام الحق کی تحقیق : ہسٹری آف صوفیزم ان بنگال اور بنگالی ادب میں بنگال کے مشہور محقق اور مصنف ڈاکٹر انعام الحق [illegible]

---

۱ - سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال بحوالہ اسلام [illegible]
چٹا ونگ صفحہ ۵۶ — ۵۷

۲ - مسلم بنگالی ادب ، صفحہ ۳۱

۳ - تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول ، صفحہ [illegible]

۴ - ایضاً صفحہ ۲۰۰ بحوالہ مراۃ الکونین

Marfat.com

راج شاہی یونی ورسٹی نے شاہ بدر کے متعلق جو تفصیلات دی ہیں ہم انہیں ذیل میں نقل کرتے ہیں ، ان کا بیان ہے کہ :

" یہ عظیم المرتبت صوفی ضلع چاٹگام سے تعلق رکھتے ہیں . آپ کا پورا نام کسی کو معلوم نہیں ، عام طور پر آپ بدر شاہ ، بدر پیر اور بدر کے نام سے موسوم ہیں ، ان جلیل القدر صوفی کا نام چاٹگام کے ضلع میں اسلام کی تبلیغ کا مرادف سمجھا جاتا ہے، عام طور پر یہ روایت مشہور ہے کہ پیر بدر اب سے پانچ چھ سو سال پہلے ایک بڑے پتھر پر بہتے ہوئے چاٹگام میں آ کر اترے ، اس وقت یہاں جنوں کی حکومت تھی ، آپ پہلے صوفی ہیں جنھوں نے چاٹگام میں اسلام کی تبلیغ شروع کی ، اور مکسوں سے جنہیں لوگ جنوں سے تعبیر کرتے ہیں اہل شہر کو نجات دلائی ، مکس وہ اراکانی ڈاکو تھے جو وقتاً فوقتاً چاٹگام کے علاقے میں داخل ہو کر اہل شہر پر طرح طرح کے مظالم روا رکھتے تھے ، مویشیوں کو ہنکا لے جاتے ، لہلہاتی کھیتیوں کو تباہ کرتے ، اور شہر کو تاخت و تاراج کرتے تھے ، حالانکہ چاٹگام اس وقت ہندوؤں کے زیر اقتدار تھا ، لیکن اس کے باشندے ان اراکانی ڈاکوؤں کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے -

تاریخی اعتبار سے سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۳۹ء — ۱۳۳۴ء) کا جرنیل قادل خاں پہلا مسلمان فاتح ہے جس نے ۱۳۴۰ء میں چاٹگام کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں داخل کیا ، کہا جاتا ہے کہ اس کے ایک دوست نے چاٹگام میں چتس واری کے بت کو منہدم کر کے اپنی تبلیغی کوششوں سے سارے شہر کو مسلمان کر دیا ، قادل خاں کا دوست کون تھا ، اس کا نام کسی تاریخ اور تذکرے میں نہیں ملتا ، لیکن قیاس چاہتا ہے اور بعض روایتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ درست سوائے پیر بدر کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ پیر بدر نے اپنی تبلیغی کوششوں سے اہل چاٹگام کو مشرف باسلام کیا تھا ، اس کے علاوہ پرانی بنگالی مطبوعات سے بھی یہ ثابت ہے کہ قادل خاں غازی چاٹگام کا پہلا مسلم فاتح ہے ، اور پیر بدر اس کے ساتھیوں میں تھے -

Marfat.com

پیر بدر کے حالات کی مختلف روایتوں کو تحقیقی طور پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ۱۳۴۰ء — ۱۳۷۱ء میں جب کہ قادل خاں نے چاٹگام کو فتح کیا پیر بدر چاٹگام میں موجود تھے۔"

ڈاکٹر انعام الحق نے مسٹری آف صوفیزم ان بنگال میں پیر بدر کی تاریخ وفات اور مزار پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پیر بدر کی تاریخ وفات کا تعین مشکل ہے۔ انہوں نے ان کا مزار چاٹگام کے مشہور بازار بخشی بازار کے جنوب میں بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کا مزار چاٹگام کے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

لیکن تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول میں بحوالہ مراۃ الکونین منقول ہے کہ حضرت مخدوم شاہ بدرالدین بدر عالم نے ۸۴۴ھ — ۱۴۴۰ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بہار شریف میں ہے۔ اور آپ کی اولاد میں نواب عبدالجبار خان بہادر کا خاندان بہت مشہور ہے۔ اور چند خاندان موضع چوکی قتال پور علاقہ سیوان ضلع سارن جزیرہ صوبۂ بہار میں بسی ہیں، شاہ مظہر حسین ابن شاہ قادر حسین حضرت پیر بدر کے سجادہ نشین ہیں۔[1]

۱ - تذکرہ اولیائے بنگالہ صفحہ ۲۷

Marfat.com

Marfat.com

(۱۳)

سلطان بایزید بسطامی

حالات : بنگال کی تاریخ تصوف میں سلطان بایزید بسطامی کا نام اکثر آتا ہے ، نصیر آباد قصبے میں جو چٹگانگ سے ۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں ایک پہاڑی پر ایک مزار واقع ہے ، اسی کے ساتھ ایک مسجد بھی ہے ، اس مزار پر زایرین کا ہجوم رہتا ہے ، مزار پر کوئی کتبہ موجود نہیں لیکن مزار کی تعمیر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت اوائل عہد مغلیہ کی ہوگی ، عوام اسے سلطان بایزید بسطامی کا مزار بتاتے ہیں ۔

مسجد کے قریب ایک تالاب ہے ، اس تالاب میں کچھوے مچھلیاں اور کچھوے کثرت سے پائے جاتے ہیں ۔ ان مچھلیوں اور کچھوؤں کے متعلق بھی عجیب عجیب روایتیں بیان کی جاتی ہیں ، مسجد کے متعلق کچھ جائداد وقف ہے ، جس کا انتظام آج بھی ایک ادارے موسومہ چٹگاؤں انڈاومنٹ کمیٹی کے سپرد ہے ۔

بعض وہ لوگ جو اس مزار کو اہمیت دیتے ہیں ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ سلطان بایزید بسطامی نے اگرچہ یہاں وفات نہیں پائی ، لیکن وہ اس دور میں یہاں تشریف لائے جب یہ علاقہ گھنا جنگل تھا ، اور یہاں درندے اور جنگلی جانور رہتے تھے ، انہوں نے یہاں قیام فرما کر ریاضات اور مجاہدے کیے تھے ۱ ۔

لیکن ہماری رائے میں تاریخی نقطۂ نظر سے کہ یہ سلطان بایزید بسطامی

۱ ۔ ماخوذ از ہسٹری آف صوفیزم ۔ باب ہشتم ۔ مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق

Marfat.com

کا مزار ہے اور نہ ان کا بنگال میں تشریف لانا کسی تاریخ و تذکرے سے ثابت ہے -

حضرت سلطان بایزید بسطامی کے متعلق ہمیں جس قدر معتبر تذکروں میں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ طبقۂ اولیا کے صوفیہ میں ہیں ، ان کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے ، ان کے دادا گبر (آتش پرست) تھے ، جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے ، حضرت بایزید بسطامی احمد خضرویہ۱ ، ابوحفص۲ اوریحی معاذ۳ کے ہمعصر تھے ،

---

۱ - احمد بن خضرویہ کی کنیت ابوحامد ہے ، آپ اکابر مشائخ خراسان میں ہیں، بلخ کے رہنے والے تھے. شیخ ابوتراب نخشبی اور حاتم اصم کی صحبت میں رہے تھے ، اور انہوں نے حضرت ابراہیم ادہم کو دیکھا تھا ، اور دوران سفر حج میں نشا پور حضرت ابو حفص کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے ، اور بسطام میں حضرت بایزید بسطامی سے بھی ملاقات کی تھی -
احمد بن خضرویہ نے ۲۴۰ھ — ۸۵۴ء میں وفات پائی ، ان کا مزار بلخ میں ہے (نفحات الانس - ص ۵۷ نولکشور ایڈیشن)

۲ - ابوحفص حداد کا نام عمرو بن سلمہ ہے ، جو نیشا پور کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے، صوفیا کے طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے تھے، اپنے وقت کے یگانۂ روزگار شیوخ میں تھے ، شاہ شجاع کرمانی نے ان سے اپنی نسبت درست کی تھی ، احمد خضرویہ اور حضرت بایزید کے رفقاء میں تھے ، عبداللہ مہدی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے ، اکثر کے قول کے مطابق انہوں نے ۲۶۴ھ — ۸۷۷ء میں اور بعضوں کے قول کے مطابق ۲۶۷ھ — ۸۸۰ء میں اور امام عبداللہ یا فعی کی تاریخ کے مطابق ۲۶۵ھ — ۸۷۸ء میں وفات پائی (ماخوذ از نفحات الانس ص ۶۱)

۳ - یحی بن معاذ رازی کی کنیت ابو زکریا ہے ، صوفیہ کے طبقۂ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں ، واعظ یوسف بن حسین رازی کا بیان ہے کہ میں
(باقی حاشیہ صفحہ ۹۳ پر)

Marfat.com

انہوں نے حضرت شقیق بلخی[1] کو بھی دیکھا تھا۔

ان کی جلالت اور عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سید الطائفہ

(صفحہ ۹۲ کا بقیہ حاشیہ)

ایک سو بیس شہروں میں علماء، حکماء اور مشائخ کی زیارت کے لیے گیا، لیکن میں نے یحی بن معاذ رازی سے زیادہ کسی کو بات کرنے پر زیادہ قادر نہیں پایا۔

اصل تاریخ کا بیان ہے کہ یحی بن معاذ بلخ چلے گئے تھے، وہاں ایک مدت تک رہے، پھر نیشا پور لوٹ آئے، اور وہیں انہوں نے ۲۵۸ھ — ۸۷۱ء میں وفات پائی (ماخوذ از نفحات الانس - ص ۵۸ - ۵۹)

۱ - حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی کی کنیت ابو علی تھی، خراسان کے طبقۂ اولی سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام زفر کے شاگرد ہیں، اور بلخ کے قدیم مشائخ میں تھے، حضرت حاتم اصم اور حضرت ابراہیم ادہم بلخی کی صحبت میں رہتے تھے۔

ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابراہیم ادہم سے پوچھا کہ معاش کے بارے میں تمہارا کیا رویہ ہے؟ حضرت ابراہیم ادہم نے جواب دیا کہ جب ہمیں معاش حاصل ہوتی ہے تو ہم شکر کرتے ہیں، اور جب نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت شقیق نے اس کا یہ جواب سن کر کہا کہ یہ تو خراسان کے کتے بھی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم نے ان سے پوچھا کہ اس مسئلہ میں تمہارا کیا رویہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا جب ہمیں معاش حاصل ہوتی ہے تو ایثار کرتے ہیں، اور جب نہیں ملتی تو شکر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم نے ان کا یہ جواب سن کر ان کے سر کو بوسہ دیا، اور کہا تم استاد ہو۔

بلخ کی بعض تاریخوں میں مذکور ہے [illegible] ۲۷۴ھ — ۸۹۰ء میں ولایت ختلان میں شہید ہوئے، اور وہیں ان کی قبر ہے۔ (ماخوذ از نفحات الانس - صفحہ ۵۹ - ۶۰)

Marfat.com

حضرت جنید بغدادی، نے ان کے متعلق فرمایا کہ بایزید ہم میں اس طرح ہیں جیسے ملائکہ میں جبریل ۔

---

۱ ۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کی کنیت ابوالقاسم ، لقب سید الطائفہ ، طاؤس العلماء ، قواریری ، زجاج اور خزاز ہے ، قواریری اور زجاج آپ کو اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے ، تاریخ یافعی میں ہے کہ آپ خز کا کام کرتے تھے ، اس لیے آپ کو خزاز کہتے تھے ۔

حضرت جنید بغدادی کے بزرگ اگرچہ نہاوند کے رہنے والے تھے، لیکن آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی، مذہب میں ابوسفیان ثوری کے پیرو تھے ، سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ حضرت سری سقطی سے بیعت تھے ، اور ان کے بھانجے بھی تھے ، حارث محاسبی اور محمد قصاب کی صحبت میں بھی رہے ، اور ان کے شاگرد بھی تھے ۔

ردیم ، ابوالحسن نوری ، شبلی اور خزار ، جیسے اکابر صوفیاء آپ کی طرف اپنے سلسلوں کی نسبت کر کے درست کرتے تھے ۔

ابوالعباس عطا کہا کرتے تھے کہ علم میں ہمارے امام اور ہمارے مرجع اور مقتدیٰ جنید بغدادی ہیں ، آپ سے نسبت رکھنے والوں کو جنیدیہ کہتے ہیں ۔

ایک دفعہ ردیم سے خلیفہ بغداد نے کسی بات پر خفا ہو کر کہا کہ اے بے ادب ! انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میں کیسے بے ادب ہو سکتا ہوں ، حالانکہ میں نصف دن حضرت جنید بغدادی کی صحبت میں رہا ہوں ، یعنی یہ مشہور تھا کہ جو بھی آپ کی صحبت میں آدھے دن رہا اس سے بےادبی ناممکن ہے ۔

شیخ ابوجعفر حداد کہا کرتے تھے کہ اگر عقل کسی انسان کے صورت میں ہوتی تو جنید بغدادی کی صورت میں ہوتی ۔

کہا جاتا تھا کہ صوفیاء میں تین فرد ایسے ہیں کہ پھر چوتھا

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۵ پر)

Marfat.com

دارا شکوہ۱ نے سفینۃالاولیاء میں ان کا سنہ وفات ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ — ۸۷۴ء لکھا ہے اور اسی کو معتبر بتایا ہے ۔ نفحات الانفس میں مولانا جامی۲ نے ان کا سنہ وفات ۲۶۱ھ — ۸۷۴ء اور ایک روایت کے

(صفحہ ۹۴ کا بقیہ حاشیہ)

ان جیسا پیدا نہیں ہو سکا ، جنید بغداد میں ، ابو عبداللہ جلاء شام میں ، ابو عثمان حیری نیشا پور میں ۔

کتاب الطبقات اور رسالہ قشیریہ میں حضرت جنید بغدادی کا سنہ وفات ۲۹۷ھ — ۹۰۹ء مذکور ہے ، تاریخ یافعی میں آپ کا سنہ وفات ۲۹۸ھ — ۹۱۰ء درج ہے ، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ۲۹۹ھ — ۹۱۱ء میں وفات پائی ۔

(ماخوذ از نفحات الانس ۔ صفحہ ۸۱ - ۸۲ و سفینۃ الاولیاء تذکرہ حضرت شاہ سید الطائفہ جنید بغدادی)

۱ - دارا شکوہ ، شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا ، جو اپنی دو بہنوں حورالنساء اور جہاں آرا بیگم کے بعد ۲۱ روز شنبہ ۱۰۲۴ھ — ۱۶۱۵ء کو بانو بیگم المخاطب بہ ممتازمحل کے بطن سے اجمیر میں بمقام سانگر تال پیدا ہوا ، ابوطالب کلیم نے اس کی تاریخ ولادت اس مصرع سے نکالی ہے "گل اولین نسترن شاہی" (۱۰۲۴ھ)

اس کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا ، تصوف سے اس کو خاص معمولی دلچسپی تھی ۔ اور صوفیاء سے دلی عقیدت رکھتا تھا ، اس کی تصانیف جن کا اس وقت تک پتہ چل سکا ہے ، حسب ذیل ہیں :

(۱) سفینۃ الاولیاء (۲) سکینۃ الاولیاء (۳) رسالہ حق نما (۴) حسنات العارفین یا شطحیات (۵) مجمع البحرین (۶) سر اکبر (۷) ترجمہ بھگوت گیتا (۸) بیاض داراشکوہ (۹) دیوان [illegible] (۱۰) دیباچہ مرقع (۱۱) مثنوی (۱۲) نادرالنکات (۱۳) رسالہ معارف (۱۴) مکاتیب ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۶ پر)

Marfat.com

مطابق ۸۳۴ھ — ۸۳۸ء بتایا ہے ، لیکن پہلی روایت کو ترجیح دی ، ان کا مزار مبارک بسطام میں ہے -

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مزار کسی اور بزرگ کا ہو اور ان کا نام بھی بایزید بسطامی ہو -

---

(صفحہ ۹۵ کا بقیہ حاشیہ)

۲۱ ذالحجہ ۱۰۶۹ھ کو دارا شکوہ اپنے بھائی عالمگیر کے حکم سے قتل کیا گیا ، سیف خاں ، نثار بیگ چیلہ اور بعض دوسرے لوگوں نے اسے قتل کیا ، اور ہمایوں کے مقبرے کے تہہ خانے میں جس میں شہزادہ دانیال اور شہزادہ مراد مدفون ہیں دفن کیا گیا -

" عمل صالح " میں ہے کہ اسی لباس میں دفن کیا گیا ، جو قتل کے وقت اس کے جسم پر تھا - (ماخوذ از فٹ نوٹ مقالات الشعرا بضمن قادری - صفحہ ۵۰۳ تا ۵۱۰)

۲ - آپ کا نام عبدالرحمن لقب عمادالدین ، اور مشہور نورالدین سے تھے ، تخلص جامی فرماتے تھے - آپ کے والد کا نام نظام الدین (خرجردی - جام) تھا ، مولانا جامی کی ولادت ۸۱۷ھ میں ہوئی ، اور ۸۹۸ھ میں آپ نے وفات پائی ، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد خواجہ سعدالدین کاشغری کے دست حق پرست پر بیعت کی ، پھر خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار نقشبندی سے روحانی استفادہ کیا -

آپ کی تصانیف میں سلسلة الذهب ، سلامان و ابسال، تحفة الاحرار ، سبحة الابرار ، یوسف زلیخا ، لیلیٰ مجنوں ، خرد نامہ اسکندری ، دیوان جو تین حصوں میں ہے ، نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص ، نفحات الانس ، لوائح ، لوامع ، شواهدالنبوة ، اشعة اللمعات ، اور بہارستان وغیرہ مشہور ہیں (فٹ نوٹ مقالات الشعرا صفحہ ۵ نمبر ۲ ، وخزینة الاصفیاء - جلد اول صفحہ ۵۸۶)

Marfat.com

(۱۴)

بہرام سقا بردوانی

حالات : بہرام سقا بردوانی ایک صاحب دل صوفی اور فارسی کے عظیم المرتبت شاعر تھے ۔ ان کا سلسلۂ نسب بخارا کے چغتائی ترکوں سے ملتا ہے ، ان کی عادت تھی کہ وہ مسافروں ، زائروں اور حاجیوں کو فی سبیل اللہ پانی پلاتے تھے ، اور مجذوبانہ زندگی بسر کرتے تھے ۔ مشہور ہے کہ جب ہمایوں[1] نے ۱۵۴۶ء — ۹۵۳ھ میں اکبر[2] کی رسم ختنہ پر قندھار

۱- نصیرالدین ہمایوں ، بابر کا لڑکا تھا ، جو ماہم بیگم کے بطن سے ۴ ذیقعدہ ۹۱۳ء — ۱۵۰۷ء کو قلعہ ارک کابل میں پیدا ہوا ، فنون حربیہ اور سیاست کے علاوہ ترکی اور فارسی لغت ، علم ہیئت ، ہندسہ علم نجوم ، شعر کی تعلیم حاصل کی ، وہ مطالعہ اور علم سے بہت ذوق رکھتا تھا ۔

اپنے والد کی وفات کے بعد ۹۳۷ھ — ۱۵۳۰ء میں [illegible] شاہی [illegible] ۹۴۷ھ — ۱۵۴۰ء شیرشاہ سوری سے شکست کھا کر [illegible] یہیں عمر کوٹ میں ۹۴۹ء — ۱۵۴۲ء میں اس کا [illegible] پیدا ہوا [illegible] یہاں بھی دال نہ گلی تو چند رفیقوں کے ساتھ [illegible] ایران کی پناہ لی ۔ کابل میں اس کا بھائی [illegible] دوسرا بھائی عسکری حکمران تھے ، مگر یہ [illegible] ثابت ہوئے ۔ آخر اس نے دس ہزار [illegible] قندھار کو فتح کیا پھر کابل و بدخشاں [illegible]

(باقی [illegible])

Marfat.com

میں جشن منایا ، اسی زمانے میں ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی ، ہمایوں اپنی جلاوطنی کے بعد جب دوبارہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو یہ اسی زمانے میں ہندوستان آئے ۔ اکبر کے عہد حکومت میں وہ آگرہ میں

(صفحہ ۹۷ کا بقیہ حاشیہ)
پاکستان میں دوبارہ ہمایوں کی سلطنت کا آفتاب طلوع ہوا ، ہمایوں نے پنجاب کو فتح کر کے سکندر شاہ سوری سے آگرے کو لے لیا ۔
۹۶۳ھ — ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے زینے سے گر کر وفات پائی ، ع
" ہمایوں بادشاہ از بام افتاد " سے اس کی تاریخ وفات نکلتی ہے ۔
(ماخوذ از تاریخ پاکستان و بھارت و فٹ نوٹ مقالات الشعرا ص ۵۸۱)

۲۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ شب یکشنبہ ۵ رجب ۹۴۹ھ میں قلعہ عمر کوٹ (سندھ) میں پیدا ہوا جب کہ ہمایوں تسخیر ٹھٹھہ کے ارادے سے سندھ میں مقیم تھا ، اکبر کی ولادت کے وقت ہمایوں عمر کوٹ سے چار فرسخ کے فاصلے منزل گزین تھا کہ اس کو اکبر کی پیدائش کی اطلاع دی گئی ، افسوس ہے کہ راجا رانا پرشاد کا وہ قلعہ جس میں اکبر پیدا ہؤا تھا ، میاں نور محمد کھوڑا والی سندھ نے اس کو منہدم کرا دیا ، اور اس نے اس قلعے سے ایک میل کے فاصلے پر ۱۱۵۹ھ میں ایک دوسرا قلعہ تعمیر کرایا ، لیکن قلعۂ قدیم میں وہ جگہ اب تک بطور یادگار محفوظ و قائم ہے جہاں اکبر پیدا ہؤا تھا ۔ اس یادگار پر ایک سنگی کتبہ موجود ہے ، اس کتبۂ سنگی پر سید ہاشم شاہ (کیجراری) نے ۱۸۹۸ء میں ایک قبہ تعمیر کرا دیا تھا ، جو اب بھی موجود ہے (۹۴۹ھ اکبر نامہ ۔ ص ۴۷ ۔ و تاریخ ریگستان ۔ ص ۱۱۷) ۹۶۳ھ — ۱۵۵۶ء میں اکبر کی تاج پوشی کلانور ضلع گورداس پور میں ہوئی ، اس وقت اکبر کی عمر پورے چودہ سال کی بھی نہ تھی ، اس لیے بیرم خاں اس کا اتالیق و وکیل سلطنت مقرر ہوا ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۹ پر)

Marfat.com

تھے ، ملا عبدالقادر بدایونی صاحب ، منتخب التواریخ ان کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے چند مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ اکبرآباد میں مفت پانی پلاتے پھرتے تھے ، اور ساتھ ساتھ شعر کہتے جاتے

(صفحہ ۹۸ کا بقیہ حاشیہ)

اکبر نے جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ مطابق اکتوبر ۱۶۰۵ء وفات پائی ، ''الف کشیدہ ملائک ز فوت اکبر شاہ'' سے اس کی تاریخ وفات نکلتی ہے اور آگرے کے قریب سکندرے کے خوشنما مقبرے میں دفن کیا گیا (اکبر نامہ جلد ۳ ، [illegible])

۱ - ملا عبدالقادر بدایونی بن ملوک شاہ اگرچہ جدی وطن بدایوں تھا مگر وہ ۹۴۷ھ میں عہد شیر شاہی میں اجمیر کے قریب موضع بساور میں پیدا ہوئے ۔ قرآن مجید کی تعلیم سنبھل میں سید محمد مکی سے حاصل کی ، ابتدائی علوم کی تعلیم اپنی والدہ کے دادا مخدوم محمد اشرف بساوری سے پائی ، اور قصیدہ بردہ اور کنز الدقائق کے کچھ اسباق شیخ حاتم سنبھل سے پڑھے ، پھر آگرے آئے اور بعض علوم میں مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور [illegible] سے [illegible] پھر اکثر علوم کی تعلیم شیخ ابوالفضل [illegible] والد شیخ مبارک سے حاصل کی ، اور بعض کتابیں قاضی ابو [illegible] سے [illegible] ''بست باب فی الاصطرلاب'' میر [illegible] بن [illegible] سے [illegible]

اور علوم دینیہ کے علاوہ ریاضی ، شعر ، [illegible] کی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کی ، [illegible] ابوالفضل کے ہمدرس رہے ، فارغ التحصیل [illegible] امیر حسن خاں والی اودھ کی ملازمت [illegible] نہایت تعظیم و اکرام سے [illegible] چھوڑ کر آگرے آئے ، اور [illegible] سفارش پر اکبر کے درباری علماء میں [illegible] عرصے میں ملا عبدالقادر بدایونی [illegible]

([illegible])

Marfat.com

تھے ، اکبر کے ابتدائی عہد میں ان پر رفض کا الزام لگایا گیا ، انہوں نے اپنے اشعار میں اس کی تردید کی ، تاریخ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ اسی سے بد دل ہو کر اکبر آباد چھوڑ کر چلے گئے -

بردوان میں ورود : ۱۵۶۲ء — ۹۷۰ھ میں وہ بردوان پہنچے ، اور وہاں پہنچنے کے تیسرے روز وفات پائی -

---

(صفحہ ۹۹ کا بقیہ حاشیہ)

حاصل کیا کہ اپنے بہت سے ہمعصر درباری علماء پر سبقت لے گئے ، اکبر نے انہیں ہندی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا ، چنانچہ انہوں نے بھاون دکنی کی مدد سے اتھروید کو فارسی میں منتقل کرنا شروع کیا ، جس کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اس کے اکثر احکام شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں ، لیکن وہ اس قدر دقیق سنسکرت میں تھی کہ بھاون دکنی بھی باوجود سنسکرت کا عالم ہونے کے ملا عبدالقادر کو اس کے مطالب و غوامض سمجھانے میں عاجز رہتا تھا ، ملا عبدالقادر نے اپنی معذرت اکبر کے سامنے پیش کی ، اکبر نے یہ کام فیضی کے سپرد کیا ، فیضی کے بعد اس ترجمے پر حاجی ابراہیم سرہندی مقرر ہونے ، جنہوں نے اس کو مکمل کیا ، پھر مہابھارت اور رامائن کے ترجمے ملا کے سپرد ہوئے جن میں غیاث الدین قزوینی آن کے شریک کار تھے ، اس کے بعد جامع رشیدی کا انتخاب آن کے سپرد ہوا ، پھر بحرالاسماء کی تکمیل ان کے سپرد ہوئی ، جس کو سلطان زین الدین نے نامکمل چھوڑ دیا تھا ، ملا عبدالقادر نے پانچ ماہ میں اس کی تکمیل کی ، پھر تاریخ کشمیر مؤلفہ شاہ محمد شاہ آبادی کا خلاصہ لکھنے کا کام آن کے تفویض ہوا ، جس کی تکمیل انہوں نے دو ماہ میں کر دی ، پھر معجم البلدان کے دس اجزا عربی سے فارسی میں منتقل کیے ، تاریخ الفی کی ترمیم و تصحیح کی ، ان کے علاوہ ملا عبدالقادر بدایونی کی تصانیف میں اربعین فی فضل الجہاد ، نجات الرشید

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۱)

Marfat.com

شاعری : ملا عبدالقادر کا بیان ہے کہ بہرام سقا نے اپنی شاعری کے بہت سے دیوان جمع کیے تھے لیکن جب ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوتی تو انہیں دھو دیتے ہیں ، اس کے باوجود ان کے دیوان کے دونسخے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتے اور ایک نسخہ خدا بخش لائبریری بانکی پور میں موجود ہے ، نمونۂ کلام کے طور پر ہم ان کی ایک غزل ذیل میں پیش کرتے ہیں :

(صفحہ ۱۰۰ کا بقیہ حاشیہ)

من الصغائر والکبائر ، اور ان کی مشہور کتاب منتخب التواریخ جو تین جلدوں میں ہے اور ۱۰۰۴ھ میں مکمل ہوئی مشہور ہیں ۔ اس تاریخ نے ان کے نام کو سب سے زیادہ روشن کیا ۔ ان کی تاریخ نویسی کا کمال یہ ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے واقعات تصویر کی طرح آتے ہیں اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ خود اس عہد میں موجود ہے ۔ ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ غیر جانبداری کے بے باک ناقد ہیں ۔ اس دور کی شخصیتوں میں بہت کم لوگ ایسے ہیں سکے ہیں جو ان کی تیز تنقیدوں کا ہدف نہ بنے ہوں ۔ لیکن ان کی تنقیدوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے ، لیکن ان کے اخلاص بیان کی دلکشی سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

ملا عبدالقادر نے ستاون سال کی عمر میں ۱۰۰۴ھ میں وفات پائی ۔ ان کا مزار موضع غنیا پور میں [illegible] ہے ، یہ گاؤں بدایوں سے دو میل جانب مشرق اس سڑک پر واقع ہے جو دانا نگر کو جاتی ہے ، اس سڑک سے [illegible] سڑک سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے ۔ [illegible] اس مزار کو بدایوں کے [illegible] تعمیر کرایا ، ملا عبدالقادر کے [illegible] لڑکی تھی ، اس لڑکی کی اولاد [illegible] جاتی ہے ۔ صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۱ [illegible] صفحہ ۲۱۰)

Marfat.com

بے خود و مستم از محبت وے
محتسب چیست این همه هے هے

میدهد یار باده زآں مے ناب
با اسیرانِ خویش بے در پے

دهنم را مبو و تلخ مگو
بتو بوئے نمی رسد زآں مے

بگذر از شیوهٔ دل آزاری
پئے جود و جفا شدن تا کے

خوش بود هائے و هوئے مستاں هم
نیم شبہا بہ یارب و با مے

زاهد و حافظانِ خوش آواز
باد دردے کشان و نالہ و نے

نزد سقا سفال فقر خوش است
کے کشد جام او بہ منت کے

ان کے کلام میں همیں اس دور کے معاشرے کی جھلکیاں بھی نظر آتی هیں جن سے همیں آن کے زمانے کے حالات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی هے ، وہ اس زمانے کی خود غرضی اور نخوت کو اپنے تجربے کے آئینے میں عکاسی کرتے هوئے فرماتے هیں :

در مردم هند طرفہ حالیست
کس را بکسے سر سخن نیست

مستغرق حیرت اند یکسر
چنداں کہ مجال دم زدن نیست

سر مست ز بادهٔ غرور اند
کس را خبرے ز خویشتن نیست

Marfat.com

گفتم کہ سقاوۂ بسازم
در شہر کسے ممد من نیست

سقا چہ کند حسن دریں کار
ایں از فلک است از حسن نیست

لاہور کے حکام کی سخت گیری کو نظم کرتے ہوئے کہتے ہیں :

ہر کہ در لاہر بنائے خیر سازد بعد ازیں
خون او در گردنش با او بگوید حال شہر

نا مرادے ساخت سقاخانہ و ہم مسجدے
ریسماں در گردنش مے افگند کوتوال شہر

طمطراق شحنۂ بازار و شیخ شہر ما
میکشد سقا نخوردہ یک درم از مال شہر

فارسی کے علاوہ انہوں نے اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے ، ان کی غزلوں میں ہمیں اردو کی ابتدائی نشو و نما کے سراغ ملتے ہیں ، فرماتے ہیں :

باز بند و بچۂ آہ دلم دھرتے ہے
کوچہ (کچہ) نا ہی جاتوں ، ازیں خستہ کیا کرتے ہے

چیر بر ابرو زدہ بر بستہ کتارہ بہ میاں
چل چل اے دل منگر تو چہ لتی مرتے ہے

چشم او طرفہ غزالیست کہ در بانک جناں
ہمہ ریحان و گل و سنبل تر چرتے ہے

ہاتھ مہندی لانیا دست فرو بردہ بخوں
کہ بسے کشتہ ز دستان غش مرتے ہے

بت من سرو سہی شرم ندارد ہرگز
خویشتن را بہ چہ ردا نیمہ او برتے ہے

Marfat.com

آنکہ مردم کش او دمبدم خون جگر
قدح چشم مرا از غم خود بھرتے ہے۔

مزار : بہرام سقا کا مقبرہ بردوان میں ہے ، اس کے احاطے میں نور جہاں۲ کے پہلے شوہر شیر افگن کی قبر ہے ، دوسری قبر قطب الدین کی ہے جسے شیر افگن نے مارا تھا ۔

---

۱ ۔ بہرام سقا کے حالات کی یہ تفصیل رود کوثر صفحہ ۴۵۶ تا ۴۶۱ سے ماخوذ ہے ۔

۲ ۔ نور جہاں کا اصل نام مہرالنسا تھا ، وہ ایک غریب الوطن ایرانی مرزا غیاث کی بیٹی تھی ، شہزادہ سلیم اس کی طرف مائل تھا ، شاید اسی بنا پر بادشاہ نے اس کی شادی ایک سردار علی قلی خاں سے کر دی تھی اور اسے بردوان کی جاگیر دے کر بنگال بھیج دیا تھا ، جہانگیر کے دور میں قطب الدین خاں بنگالے کا صوبہ دار مقرر ہوا ، کہا جاتا ہے کہ اس نے جہانگیر کے میلان طبع کا اشارۃً علی قلی خاں سے تذکرہ کیا ، جس نے بہادری سے شیر مار کر شیر افگن کا خطاب پایا تھا ، وہ اس کی تاب نہ لا سکا ، اور قطب الدین خاں کو مار کر خود بھی شاہی سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا ، ان دونوں کی قبریں بردوان میں ہیں ، مہر النسا بیوہ ہو کر آگرہ آئی ، اور دو تین سال کی سوگ واری کے بعد شاہی محل میں داخل ہوئی ، بادشاہ کے نام (نور الدین) کی مناسبت سے پہلے نور محل خطاب ملا ، پھر جہانگیری نسبت کی وجہ سے نور جہاں کہلائی ، ۱۰۳۶ھ میں جہانگیر کشمیر جا رہا تھا کہ اس پر دمے کا دورہ پڑا ، اور لاہور واپس آتے ہوئے راجوری کی منزل میں اس کا انتقال ہو گیا ، صفر ۱۰۳۷ھ — ۱۶۲۷ء کو اس کی نعش لاہور لا کر دفن کی گئی ، وزیر آصف جاہ نے نہایت چالاکی سے نور جہاں اور آس کے سوتیلے بیٹے شہریار کو نظر بند کر لیا ، شہزادے اور دوسرے شہزادے جن سے رعایت کا اندیشہ تھا قتل کیے گئے ، شہزادہ خرم ۱۰۳۷ھ —

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

Marfat.com

کتبہ : بہرام سقا کی درگاہ کے اندرونی دروازے پر جو کتبہ (۹۷۰ھ — ۱۵۶۲ء) نصب ہے ، اس کی عبارت یہ ہے : یا اللہ یافتاح - یا اللہ - یافتاح - یا اللہ -

زہے درویش عالم گشتہ بہرام
کہ در عرفان دل او بود دریا

ز عالم رفت در راہ سراندیپ
شد از ملک فنا بہرام دانا

حساب سال فوت آں یگانہ
ز حق کردیم چو "فتحی" تمنا

ندا آمد کہ تاریخ وفاتش
بود درویش ما بہرام سقا

بہرام کہ بود شہرہ در سقائی، بی حیلۂ و زرق
بود عالم دینی و دنیائی ، نا خواندہ سبق

درنہصد و ہفتاد برفت از عالم درکشور (ہند؟)
زد خیمہ انس بر در یکتائی ، شد واصل حق ۱

(صفحہ ۱۰۴ کا بقیہ حاشیہ)

۱۶۲۸ء میں شاہجہان کے لقب سے تخت نشین ہوا ، تو مہابت خاں صوبہ کی مجاوری کرتی رہی ۔ آخر ۱۸ دسمبر ۱۶۴۵ء کو نور جہاں نے وفات پائی ، اور اس مکلہ کو اپنے تعمیر کردہ مقبرے میں دفن کیا گیا ۔ اس مقبرے کا شکستہ حال زمانہ ماضی ، ریلوے لائن کے متصل واقع ہے ۔

(ماخوذ از تاریخ مسلمانان پاکستان و ہند ، [illegible] ، نقوش لاہور نمبر صفحہ ۶۸)

۱ - انسکرپشن آف بنگال ، تالیف شمس الدین ، صفحہ ۲۵ ،

Marfat.com

انسکرپشن آف بنگال میں ہے کہ مقبرہ بہرام سقا کے متولی کے پاس ایک دیوان تھا ، جسے وہ بہرام سقا کا دیوان بتاتا تھا ، اس دیوان کے ایک خالی ورق پر یہ عبارت مکتوب ہے :

تاریخ وصال حضرت حاجی الحرمین شریفین بہرام سقا کہ در سنہ نہصد و ہفتاد واصل حق شد ۔ قطعہ از فتحی[1]

۱ ۔ ایضاً صفحہ ۲۵۸

Marfat.com

(۱۵)

حضرت بایزید صوفی

حالات : حضرت بایزید صوفی بردوان کے رہنے والے تھے ۔ اور اپنے وقت کے اکابر صوفیاء میں تھے ، جب شہزادہ عظیم الشان[1] محمد معظم بہادر شاہ خلعت خاصہ سے سرفراز ہوکر باغیوں کی سرکوبی کے لیے صوبہ داری بہار پر فائز کیا گیا تو وہ اپنے دونوں بھائی

---

۱ - شہزادہ عظیم الشان ، محمد معظم بہادر شاہ کا لڑکا تھا ۔ یہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ قابل اور اپنے والد بہادر شاہ اور اپنے دادا اورنگ زیب کا چہیتا تھا ۔ اس نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جہاں داری و جہانبانی کی تعلیم پائی تھی ۔ اور بعد میں عالمگیر کا دبیر (سکریٹری) بھی رہا تھا ۔ وہ اپنے بھائیوں میں منجھلا تھا ۔ لیکن اس کے باپ کی زندگی میں شاہی فرمانوں پر اسی کے دستخط سے جاری ہوتے تھے ۔ ۱۶۹۷ء - ۱۷۰۹ء میں عالمگیر نے بنگال روانہ کیا ۔ پھر وہ بہار کی صوبہ داری پر مامور ہوا ۔ وہ مونگیر میں رہتا ۔ لیکن اسے وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی ، پٹنہ میں خوش آب و ہوا کی وجہ سے مقیم ہوا ۔ اس نے قلعے اور اس کی فصیلوں کو درست کرایا ، اور عالمگیر کے اس کا نام "عظیم آباد" رکھا ۔

جب اس کے والد بہادر شاہ کے مرنے پر ۔۔۔

کریم الدین اور فرخ سیر کے ساتھ ولایت دکن سے بہار روانہ ہوا ، بہار پہنچ کر اس نے وہاں کے نظم و نسق کو درست کیا ، پھر اس نے بردوان میں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دئے ، اور بردوان کو اپنا مسکن بنایا ، وہاں عمارتیں بنوائیں ، جامع مسجد تعمیر کی ، اور ہوگلی شاہ گنج عرف عظیم گنج کو اپنے نام سے آباد کیا ، وہاں کے علماء ،

(صفحہ ۱۰۷ کا بقیہ حاشیہ)

تو عظیم الشان فوجی جمعیت کے ساتھ اپنے بڑے بھائی کے مقابل ہوا ، قریب تھا کہ وہ اس جنگ میں کامیاب ہو جاتے کہ اتفاق سے اس کے ہاتھی کے ایک توپ کا گولہ لگا ، اور وہ اندھا دھند بھاگا ، اور عماری سمیت دریائے راوی میں گر پڑا ، دریائے راوی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عظیم الشان کو اپنے آغوش میں لے لیا (ماخوذ از ریاض السلاطین صفحہ ۲۵۰ و تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت - جلد دوم صفحہ ۹ — ۱۰)

۲ - محمد معظم ، شاہ عالم بہادر شاہ اوّل اورنگ زیب عالمگیر کا سب سے بڑا لڑکا تھا ، عالمگیر نے اپنی زندگی میں اپنی سلطنت اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی ، کابل سے بنگال تک شمالی ممالک اپنے بڑے بیٹے محمد معظم کے تفویض کیے تھے ، وسط ہند اور گجرات محمد اعظم کو دیے تھے ، اور جنوبی جزیرے نما کا حاکم اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کام بخش کو بنایا تھا ، باپ کی وفات کی خبر سنتے ہی ، محمد معظم اور کام بخش نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ، اور اعظم نے دارالحکومت آگرہ پر حملہ کیا ، معظم اور اعظم کے درمیان مقابلہ ہوا ، یہ لڑائی شہر سے پندرہ میل دور جنوب میں سرائے باجو کے میدان میں ربیع الاول ۱۱۱۹ھ - ۱۸۰۷ء کو ہوئی ، اس جنگ میں محمد اعظم مارا گیا ، پھر محمد معظم نے کام بخش کو پیغام بھیجا کہ بیجاپور اور گولکنڈے کی ملحقہ ریاستیں تمہارے حصے میں آئی ہیں ، تم شوق سے حکومت کرو ، لیکن خطبہ اور سکہ بادشاہ دہلی کا ہونا

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۹ پر)

Marfat.com

صوفیہ اور صلحاء کی بے حد تعظیم و توقیر کی ، اس کی مجلس میں عموماً علوم فقہ و اصول فقہ ، احادیث اور مثنوی مولانا روم اور تاریخ کا تذکرہ رہتا تھا ، وہ درویشوں اور خدا پرستوں کی طرف بے حد مائل تھا ، اور آن سے حصولِ سلطنت کے لیے دعا کا طالب ہوتا تھا ۔

ایک روز اس نے اپنے دونوں بیٹوں سلطان کریم الدین اور محمد فرخ سیر کو حضرت بایزید صوفی کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ ان سے محل میں تشریف لانے کی استدعا کریں ، جب یہ دونوں لڑکے ان کی خدمت میں پہنچے تو حضرت بایزید صوفی نے مسنون طریقے کے مطابق ان کو سلام کیا ، سلطان کریم الدین نے جو شانِ شہزادگی میں مست تھا ، آن کے سلام کی طرف توجہ نہ دی ، لیکن فرخ سیر نیاز مندانہ آگے بڑھ کر تعظیم بجا لایا ، پھر نہایت ادب سے ان کے سامنے کھڑا رہا ، حضرت بایزید فرخ سیر کے ادب اور تمیز کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ، اور اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ تم ہندوستان کے بادشاہ ہو گے ، جتنی دیر وہ بیٹھا

(صفحہ ۱۰۸ کا بقیہ حاشیہ)

چاہیے ، اور سالانہ پیشکش جو یہ ریاستیں ادا کرتی ہیں ، ان میں فرق نہ آنا چاہیے ، لیکن دم بخش نے اس پیغام کا جواب خود سری سے دیا ۔ نہ معظم اسی ہزار فوج کے ساتھ دکھن اور گیا ، معمولی لڑائی کے بعد ۱۱۱۹ھ - ۱۷۰۸ء میں کام بخش ایک گولی زخمی کیا کر مارا لیا ۔ اور نہ معظم نے دکھن کی صوبہ داری ذوالفقار خاں کو دی ، پھر سکھوں نے شورش شروع کر دی ، ۱۱۲۱ھ - ۱۷۱۰ء میں یہ شورش رفع ہوئی ۔

نہ معظم ، شاہ عالم بہادر شاہ اول نے سرہند کے قریب سنائی کے میں جب کہ وہ لاہور آیا ہوا تھا ، محرم ۱۱۲۳ھ - ۱۷۱۱ء میں وفات پائی ، وہ نہایت نیک مزاج بادشاہ تھا ، لیکن اس میں سادہ دلی اور نادانی حد سے زیادہ پائی جاتی تھی ، اسی کے میں اس کو " بادشاہ بے خبر " کہتے ہے ۔ (باقی آئندہ ، بروز مسلمانان پاکستان و بھارت جلد دوم ، صفحہ ۲ تا ۹)

Marfat.com

رہا حضرت بایزید صوفی اس کی طرف متوجہ رہے ، چنانچہ حضرت با یزید صوفی کی دعا نے در استجابت کو کھٹکھٹایا ، اور فرخ سیر[1] کے حسن ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو باپ چاہتا تھا ، وہ بیٹے کو ملا ۔

جب حضرت بایزید صوفی عظیم الشان کی ملاقات کے لیے اس کے محل میں گئے تو وہ ان کے استقبال کے لیے محل سے نکلا ، اور آن کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کر کے حسب عادت حصول سلطنت کا طالب ہوا ، حضرت بایزید صوفی نے فرمایا جو تم چاہتے ہو وہ پہلے ہی تمہارے لڑکے فرخ سیر کو دیا جا چکا ہے ، تیر کمان سے نکل چکا ہے ، وہ اب واپس نہیں ہو سکتا ۔ پھر وہ فرخ سیر کے حق میں دعائے خیر کر کے واپس ہو گئے[2] ۔

---

۱ ۔ فرخ سیر بن عظیم الشان بن شاہ عالم بہادر شاہ (مدت حکومت ۱۱۳۱ھ — ۱۷۱۸ء تا ۱۱۲۴ھ — ۱۷۱۲ء) کو سید حسن علی قطب الملک اور اس کے بڑے بھائی امیر الامرا سید حسین علی خاں نے تخت پر بٹھایا ، اور اس نے قطب الملک کو اپنا وزیر مقرر کیا ، آخر میں اس کے اور قطب الملک کے درمیان عداوت پیدا ہوئی ، قطب الملک نے اسے ۹ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ — ۱۷۱۸ء کو حرم سرا سے گھسیٹ کر قید خانے میں ڈالا ، پہلے فرخ سیر کو اندھا کرایا اور پھر اس کو قتل کرا دیا ، اس کی تاریخ وفات '' فاعتبر وا یا اولی الابصار '' سے نکلتی ہے ۔ (ماخوذ از فٹ نوٹس مقالات الشعراء صفحہ ۴۰۳ — ۴۰۴ و تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ، جلد دوم ، صفحہ ۱۹)

۲ ۔ حضرت صوفی با یزید کے یہ تمام حالات ریاض السلاطین ، صفحہ ۲۴۲ — ۲۴۳ سے ماخوذ ہیں ۔

Marfat.com

شاہ پیر

حالات : آپ کا اصل نام محمد یوسف تھا ، لیکن مشہور شاہ پیر سے تھے ، کہا جاتا ہے کہ آپ دھلی کے شاہزادے تھے ، لیکن جوانی ہی میں زھد و اتقا کی طرف مائل ھو کر عزلت نشین ھو گئے اور عرفان و سلوک کی منازل طے کر کے تصوف کے اعلیٰ مراتب پر فائز ھوئے ، کچھ دن بعد آپ بنگال کے ایک قصبے سدکانیہ میں تشریف لائے ، اور اسی قصبے میں سکونت پذیر ھو کر آپ آخر عمر تک اشاعت اسلام اور رشد و ھدایت میں مصروف رھے ، یہاں تک کہ وفات کے بعد سدکانیہ ھی آپ کی آخری آرام دہ بنا ، اور آج بھی یہیں آپ کا مزار پر انوار زیارت دہ خاص و عام ہے ۔

سدکانیہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک بازار ہے جو آپ کے نام سے موسوم ہے ۱ ۔

۱ ۔ ھسٹری آف صوفیزم ان بنگال ، صفحہ ۲۵۱ ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۱۷)

شیخ جلال الدین تبریزی

نام اور ولادت : بنگال میں مسلمانوں کی حکومت کے بعد جو بزرگ سب سے پہلے تشریف لائے وہ مخدوم شیخ جلال الدین تبریزی تھے ، شیخ جلال الدین ایرانی النسل تھے ، صاحب مراۃ الاسرار نے آپ کو ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی کے نام سے موسوم کیا ہے ، آپ تبریز میں پیدا ہوئے ۔

بیعت : شیخ جلال الدین تبریزی نے پہلے شیخ ابو سعید تبریزی کے دست حق پرست پر بیعت کی ، پھر ان کی وفات کے بعد آپ شیخ شہاب الدین سہروردی ۱ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور ان سے فیوض باطنی حاصل کیے ۔

---

۱ ۔ شیخ شہاب الدین ابوالحفص عمر بن محمد بکری سہروردی حضرت ابوبکر صدیق رض کی اولاد میں سے ہیں ، ان کی ولادت با سعادت رجب ۵۳۹ھ ۔ ۱۱۳۴ء میں ہوئی ، انہوں نے روحانی فیض اپنے چچا ابو نجیب سہروردی سے حاصل کیا ، اور حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی صحبت میں بھی رہے ، ان کے علاوہ دوسرے مشائخین کبار کی خدمت میں بھی حاضر رہے ، کہا جاتا ہے کہ وہ جزیرہ عبادان میں بھی بعض ابدالوں کے ساتھ رہے ، انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ان سے فرمایا تھا کہ عراق کے آخری مشہور ہونے والوں میں ہو ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۴ پر)

Marfat.com

شیخ کی خدمت : اخبارالاخیار میں ہے کہ آپ نے اپنے پیر شیخ شہاب الدین سہروردی کی اس قدر خدمت کی جو بہت کم دوسروں کو میسر ہوئی ہو گی ، کہا جاتا ہے کہ شیخ بہت بوڑھے ہوگئے تھے ، وہ ہر سال حج کے لیے جاتے تھے ، اور گرم اور زود ہضم غذاؤں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے ۔ حضرت جلال تبریزی اُن کے لیے اپنے سر پر ایک

(صفحہ ۱۱۳ کا بقیہ حاشیہ)

شیخ سعدالدین حموی سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کو کیسا پایا ؟ فرمایا کہ وہ ایک دریائے مواج ہے ، جس کی کوئی انتہا نہیں ، پھر اُنھوں نے پوچھا کہ آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کو کیسا پایا ؟ فرمایا اتباعِ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمکتا ہے وہ دوسرا ہی ہے ۔

شیخ شہاب الدین اپنے وقت کے شیخ الشیوخ تھے ، اور اربابِ طریقت دور دور سے اُن سے مسائل پوچھنے کے لیے آتے تھے ، حضرت شہاب الدین سہروردی کا سلسلۂ طریقت یہ ہے :

شیخ شہاب الدین سہروردی ، شیخ ضیاؤالدین ابوالنجیب سہروردی ، شیخ وجیہہ الدین سہروردی ، شیخ ابو عبداللہ ، شیخ اسود احمد دینوری ، شیخ ممتاز علی دینوری ، خواجہ جنید بغدادی ، خواجہ سری سقطی ، خواجہ معروف کرخی ، خواجہ داؤد طائی ، خواجہ حبیب عجمی ، حضرت امام حسن ، حضرت علی کرم اللہ وجہٗ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ۶۳۲ھ-۱۲۳۴ء میں وفات پائی ، آن کی تصانیف میں عوارف ، اعلام الہدیٰ مشہور ہیں ۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ہندوستان میں سلسلۂ سہروردیہ کی اشاعت اور فروغ کے لیے بہت سے مرید بھیجے تھے ، مشہور ہے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۵ پر)

Marfat.com

انگیٹھی اور دیگچی لے کر چلتے تھے ، تاکہ جب آن کے پیر کھانا طلب کریں ، وہ انہیں گرم کھانا دے سکیں ۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ملاقات : وہ آن کی ملاقات حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ہوئی ، اور دونوں میں سے حد

(صفحہ ۱۱۴ کا بقیہ حاشیہ)

کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہندوستان میں میرے بہت سے خلفاء ہیں ۔

آن کے خلفاء میں شیخ نور الدین مبارک غزنوی ، شیخ فخرالدین رومی ، قاضی حمیدالدین ناگوری ، شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی اور شیخ نوح بکھری اور حضرت جلال تبریزی ہیں (ماخوذ از نفحات الانس ص ۴۴۰ و تاریخ مشائخ چشت ص ۱۲۲) آن کے خلفا میں شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی نے مغربی پاکستان اور سندھ ہندوستان میں ، اور حضرت جلال تبریزی نے مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ کو غیر معمولی ترقی دی اور ان دو بزرگوں کی وجہ سے پاک و ہند میں جابجا سلسلۂ سہروردیہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں ۔ (ماخوذ از نفحات الانس ص ۴۴۰ و تاریخ مشائخ چشت ص ۱۲۲)

۱- پاک و ہند میں سلسلۂ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ بہاء الدین ملتانی کی کنیت ابو محمد اور ابوالبرکات تھے ، آپ کے والد وجیہہ الدین اور دادا کا نام حضرت کمال الدین علی تھا جو قریش سے تھے ۔

۵۶۶ھ - ۱۱۷۰ء میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی باسعادت نوروز میں ہوئی ، آپ کی عمر [illegible] سال کے والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا ، آپ والدہ [illegible] خراسان چلے گئے ، اور سات برس کی عمر [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

محبت اور دوستی ہو گئی ، جب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کو حکم دیا کہ وہ ملتان جا کر ءرشد و ہدایت کو عام کریں ، تو آپ اپنے شیخ کے ارشاد کے مطابق ملتان روانہ ہونے لگے ۔ حضرت جلال الدین تبریزی بھی جو آس وقت وہاں

(صفحہ ۱۱۵ کا بقیہ حاشیہ)

کی ، پھر بخارا پہنچے اور یہاں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا ، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے ، اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے ، اور پانچ سال تک مدینۂ منورہ میں شیخ کمال الدین محمد یمانی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ، حدیث کی تعلیم کے بعد روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے لیے مجاہدہ شروع کیا ، پھر بیت المقدس حاضر ہوئے اور مسجدِ اقصیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ، بیت المقدس سے بغداد پہنچے ۔

بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے دست حق پرست بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ خرقۂ خلافت سے سرافراز ہونے کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ارشاد کی بنا پر اپنے وطن واپس تشریف لائے ۔ اور ملتان واپس آنے کے بعد آپ نے اصلاح و تربیت کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیا ، اور آپ کے فیوض و برکات سے سارا ہند و پاکستان منور ہو گیا ، ملتان ، سندھ اور بلوچستان کو تو آپ کی روحانی سلطنت کہا جاتا ہے ۔

شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی نے ۷ صفر ۶۶۱ھ - ۱۲۶۲ء کو وصال فرمایا ، فوائدالفواد میں ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی محفل میں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی وفات کا تذکرہ چلا ، حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ ایک روز ایک بزرگ صورت شخص ظاہر ہوئے اور ایک لفافہ آپ کے (شیخ بہاءالدین زکریا) کے صاحبزادے شیخ صدرالدین کو دیا ، اور کہا

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۷ پر)

Marfat.com

مقیم تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے اجازت لے کر آپ کے ساتھ ہو گئے ، جب یہ دونوں بزرگ نیشاپور پہنچے تو شیخ جلال

(صفحہ ۱۱۶ کا بقیہ حاشیہ)

کہ یہ خط ایک صاحب نے دیا اور کہا ہے کہ یہ شیخ بہاءالدین کو پہنچا دو ، شیخ صدر الدین اس کا عنوان پڑھ کر بے حد متحیر ہوئے ، اور اپنے والد کی خدمت میں وہ خط پیش کر کے باہر آئے باہر آ کر دیکھا تو قاصد جا چکا تھا ، خط پڑھنے کے ساتھ ہی شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ، اور آواز بلند ہوئی کہ '' دوست بدوست رسید '' یہ آواز سنتے ہی شیخ صدر الدین حجرے میں گئے ، دیکھا کہ آپ وصال فرما چکے تھے ۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا وہ بھی کتنا اچھا زمانہ تھا جس میں یہ پانچ بزرگ زندہ تھے ، شیخ ابو الغیث یمنی شیخ سیف الدین باخرزی ، شیخ سعدالدین حموی ، اور شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہم (فوائدالفواد ص ۲۲۱ ملفوظات پنجشنبہ نہم رمضان المبارک و سیر العارفین ۔ ص ۔ ۱۲)

شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے ۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلفاء کی تعداد کثیر تھی ، مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں : (۱) شیخ حسن افغان (۲) شیخ فخر الدین عراقی (۳) سید صدر الدین احمد بن سید شمس الدین ترمذی (۴) شیخ جمال خندان (۵) شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (۶) کے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارف (۷) [illegible] رکن الدین ابو الفتح (۸) حضرت جلال [illegible] مشہور بزرگ شیخ عثمان مروندی نعل شہباز [illegible]

(ماخوذ از تذکرۂ صوفیائے بنگال ، صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۷)

Marfat.com

تبریزی حضرت شیخ فرید الدین عطار[1] کی ملاقات کے لیے اُن کے پاس تشریف لے گئے ، ملاقات کے بعد جب واپس ہوئے تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے اُن سے پوچھا کہ آج کی ملاقات میں کس درویش کو بہتر پایا ؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ شیخ فرید الدین عطار کو ، شیخ بہاء الدین زکریا نے پھر اُن سے پوچھا اُن سے کیا صحبت رہی ؟ شیخ جلال تبریزی نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے ملتے ہی پوچھا کہ

---

۱ - شیخ فرید الدین عطار شیخ مجدد الدین بغدادی کے مرید تھے ، اُن کی جلالتِ شان و علوئے مرتبت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ عارف رومی مولانا جلال الدین رومی نے ان کے متعلق فرمایا کہ منصور کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد روحِ فرید الدین عطار پر متجلی اور اُن کا مربی ہوا ہے ، مشہور ہے کہ ایک دن وہ ایک عطار کی دوکان میں کسی کام میں مشغول تھے ، ایک درویش اس دکان پر آیا اور شیئاً للہ کے کئی مرتبہ نعرے لگائے ، لیکن وہ اپنے کام میں منہمک رہے اور درویش کی طرف متوجہ نہ ہوئے ، بیر اُس درویش نے حضرت فرید الدین عطار سے پوچھا اے خواجہ تم کس طرح مرو گے ؟ حضرت فرید الدین عطار نے جواب دیا جس طرح تم مرو گے ، درویش نے کہا کہ کیا تم بھی طرح مرو گے ؟ حضرت عطار نے کہا ہاں ، درویش نے ایک لکڑی کا پیالہ جو اس کے پاس تھا ، سر کے نیچے رکھا اور اللہ کہا ، اور اُسی وقت انتقال کر گیا ، اس واقعہ نے حضرت شیخ فرید الدین عطار کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ، اور وہ علومِ باطنی کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے -

کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی نے بلخ جاتے ہوئے نیشاپور میں حضرت شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات کی تھی ، اس وقت وہ بوڑھے ہو چکے تھے ، انہوں نے اس ملاقات میں اپنی تصنیف اسرار نامہ مولانا رومی کو دی تھی جسے ہمیشہ عارف رومی اپنے پاس رکھتے تھے ، اور حقائق و معارف کے بیان کرنے میں اُن کا اقتدا

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۹)

Marfat.com

تم لوگ کہاں سے آئے ہو ؟ میں نے جواب دیا ہم لوگ بغداد سے آ رہے ہیں ، پھر آنھوں نے پوچھا وہاں کون درویش حق میں مشغول ہے ؟ میں خاموش رہا ، حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی نے فرمایا کہ تم نے اپنے شیخ ، شیخ شہاب الدین سہروردی کا نام کیوں نہ لیا ؟ انھوں نے جواب دیا کہ آس وقت شیخ فرید الدین عطار کی عظمت میرے دل میں اس قدر بیٹھی ہوئی تھی کہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی کو بھول گیا ، یہ سن

(صفحہ ۱۱۸ کا بقیہ حاشیہ)

کرتے تھے ،ایک جگہ فرماتے ہیں :

عطار روح بود . سنائی دو چشم او
ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

شیخ فرید الدین عطار نے ایک سو چودہ سال کی عمر میں ۶۲۶ھ — ۱۲۲۹ء میں کفار تاتار کے ہاتھ سے شہادت پائی . اور نیشاپور میں میں شاد باغ میں مدفون ہوئے ۔

آن کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) مصیبت نامہ
(۲) الٰہی نامہ
(۳) خسرو نامہ
(۴) پند نامہ
(۵) اسرار نامہ
(۶) جواہر نامہ
(۷) شرح القلب
(۸) مختار نامہ
(۹) دیوان
(۱۰) منطق الطیر
(۱۱) تذکرۃ الاولیاء

ماخوذ از نفحات الانس صفحہ ۵۳۰ — ۵۳۱ و [illegible] صفحہ ۶

Marfat.com

کر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کو بے حد رنج ہوا اور وہ حضرت جلال تبریزی سے علحدہ ہو کر ملتان چلے آئے۔

دھلی میں تشریف آوری : شیخ جلال الدین تبریزی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے علحدہ ہو کر دھلی تشریف لائے، اس وقت دھلی کا بادشاہ سلطان شمس الدین ایلتمش تھا، وہ آپ کی دھلی میں آمد کی خبر سن کر استقبال کے لئے نکلا، بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آیا، اور بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو ٹھہرایا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات : دوسرے دن حضرت شیخ جلال تبریزی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[1] سے ملاقات کے لیے

۱۔ حضرت خواجہ قطب‌الدین بختیار کاکی ترکستان کے ایک قصبے اوش ماوراء النہر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا اسم گرامی سید کمال‌الدین تھا، آپ کا سلسلۂ نسب ۱۶ واسطوں سے حضرت امام حسین سے جا ملتا ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا ابوحفص سے حاصل کی، اور ریاضتوں اور مجاھدوں میں مشغول رہنے لگے، جب حضرت خواجہ معین‌الدین چشتی اوش تشریف لائے تو آپ نے ان سے بیعت کی، دلیل العارفین میں ہے کہ آپ اپنے مرشد خواجہ معین الدین کے ساتھ خراسان سے ہندوستان تشریف لائے، پھر حضرت خواجہ اجمیری نے آپ کو دھلی جانے کا حکم دیا، آپ ملتان ہوتے ہوئے دھلی پہنچے، سلطان شمس‌الدین ایلتمش نے جو اس وقت دھلی کا بادشاہ تھا، آپ کا شاندار استقبال کیا، وہ چاہتا تھا کہ آپ اندرون شہر قیام فرمائیں، لیکن خواجہ قطب الدین نے شہر سے باہر کیلوکھری میں سکونت اختیار فرمائی، سلطان شمس‌الدین ایلتمش ہفتے میں دو بار بڑی پابندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا تھا، پھر کچھ دن کے بعد آپ سلطان ایلتمش کے اصرار پر دھلی میں منتقل ہو گئے، اور ملک اعزالدین کی مسجد کے قریب قیام فرمایا، آسی زمانے میں شیخ بدرالدین غزنوی آپ کی خدمت میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۱ پر)

Marfat.com

نکلے اور بڑی بڑی شاہراہوں کو چھوڑ کر تنگ گلی کوچوں سے چلے ، تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ لے ، اُس زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا قیام کیلوکھری کے نزدیک تھا ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے عالمِ کشف میں معلوم کر لیا کہ آپ اُن کی ملاقات کے لیے آ رہے ہیں ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فوراً

(صفحہ ۱۲۰ کا بقیہ حاشیہ)

حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔

اسی زمانے میں دہلی کے شیخ الاسلام جمال الدین محمد بسطامی نے وفات پائی ، سلطان ایلتمش نے شیخ الاسلامی پر آپ کا تقرر کرنا چاہا ، لیکن حضرت خواجہ قطب الدین نے انکار فرما دیا ، آپ کے انکار پر شیخ نجم الدین صغریٰ کو اس خدمت پر مامور کیا گیا۔ (سیر العارفین صفحہ ۲۱)

جب دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے رُشد و ہدایت کی شمع روشن کی تو دہلی کے عوام و خواص پروانہ وار آپ کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہونے لگے۔ آپ پر عموماً استغراق اور محویت کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ

و نہایت استغراق داشت در یاد مولیٰ چوں کسے بزیارت آمدے زمانے بایستے تا بخود باز آمدے اگر از حال خود یا حال [illegible] چیزے بگفتندے بعدۂ گفتے مرا معذور دارید ، باز [illegible] شدے (اخبارالاخیار صفحہ ۲۵)

(حضرت بختیار کاکی) یاد مولیٰ میں بے حد استغراق رکھتے [illegible] جب کوئی زیارت کو آتا تو تھوڑی دیر اسے [illegible] تک کہ آپ اپنی حالت میں واپس آ جاتے ، [illegible] کہتے یا آنے والا اپنا حال کہتا تو پھر اس کے [illegible] فرماتے مجھے معذور جانو ، پھر یاد الٰہی میں [illegible] ہو جاتے۔

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

آپ کے استقبال کے لیے گھر سے نکلے ، اور آن تنگ و تاریک گلی کوچوں میں تشریف لائے ، جن سے شیخ جلال تبریزی آ رہے تھے ، اس دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے گھر پر محفل سماع گرم تھی ، دونوں بزرگ سماع کے سننے میں مشغول ہو گئے ، اس وقت درویشوں پر اس شعر سے ایک کیف و وجد طاری تھا :

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد
در عالم بیرنگی اغیار نمی گنجد

پھر آپ کی اور بھی کئی دوستانہ ملاقاتیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے رہیں -

(صفحہ ۱۲۱ کا بقیہ حاشیہ)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ — ۱۲۳۵ء کو واصل الی اللہ ہوئے - آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی ، آپ نے سماع ہی میں وصال فرمایا - ۔

صاحب اخبار الاخیار نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ علی سجزی کے مکان میں محفل سماع برپا تھی ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اس محفل میں موجود تھے ، قوالوں نے شیخ احمد جام کی غزل شروع کی ، جب یہ شعر گایا :

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ، اور تڑپنے لگے - مدہوشی اور تحیر کے عالم میں آپ کو آپ کے ساتھی گھر تک لائے ، یہ حالت چار شبانہ روز رہی ، آخر اسی حالت میں پانچویں رات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ — ۱۲۳۵ء کو واصل الی اللہ ہوئے -

(اخبار الاخیار صفحہ ۲۵ - ۲۶)

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۳ پر)

Marfat.com

شیخ الاسلام کا حسد : اُس زمانے میں کہ حضرت جلال تبریزی دھلی تشریف لائے، یہاں کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ[1] تھے، بادشاہ سے آپ کے قرب و اختصاص کو دیکھ کر شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ[1] کے دل میں آتشِ حسد بھڑک اٹھی اور وہ آپ کے سخت مخالف ہوگئے اور اس فکر میں رہنے لگے کہ کسی طرح آپ کو بادشاہ اور لوگوں کی نظر میں گرائیں۔

تہمت : شیخ جمالی[2] صاحبِ سیر العارفین کا بیان ہے کہ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ نے آپ پر تہمت لگائی، جس کی تفصیل ہمیں سیر العارفین

(صفحہ ۱۲۲ کا بقیہ حاشیہ)

سیر العارفین میں ہے کہ وفات کے وقت سرِ مبارک حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کے زانو پر تھا، اور دونوں پاؤں شیخ بدر الدین غزنوی کے آغوش میں۔ آپ کا مزار پر انوار دھلی میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین کی تصانیف میں ان کا دیوان ہے جو نولکشور لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوسرے آپ کے ملفوظات ہیں جو بابا فرید گنج شکر نے فوائد السالکین کے نام سے جمع کیے تھے جو مطبع مجتبائی دھلی سے شائع ہوئے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۳ پر)

۱۔ شیخ نجم الدین صغریٰ اپنے زمانے کے مشہور عالم اور [illegible] سلطان شمس الدین یلتمش کے زمانے میں دھلی کے شیخ الاسلام ہوئے، اور اسی کے زمانے میں وفات پائی۔ ان کی [illegible] بختی کے قبر کے محاذی ہے۔ (نزہۃ الخواطر۔ جلد [illegible] صفحہ [illegible]

۲۔ شیخ جمالی کا اصل نام جلال خاں تھا۔ [illegible] لیکن اپنے پیر شیخ شمس الدین کے اشارے سے [illegible] لیا، دھلی کے رہنے والے تھے۔ اور وہاں [illegible]

([illegible])

Marfat.com

میں ملتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ دہلی میں ایک مطربہ گوہر نامی تھی جو نہایت حسین و جمیل تھی ، گانے میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی ۔ اکثر امراء اس کے والہ و شیفتہ تھے ۔ وہ کبھی کبھی (بطور عقیدت) شیخ نجم الدین صغریٰ کے پاس بھی آیا کرتی تھی ۔ شیخ نجم الدین نے اس مطربہ سے کہا کہ اگر تو حضرت جلال الدین پر تہمت لگانے کے لیے

(صفحہ ۱۲۳ کا بقیہ حاشیہ)

میں یتیم ہوگئے تھے، لیکن اپنے جوہرِ قابل کی وجہ سے تعلیم وتربیت حاصل کی ، اور شاعری میں بڑا نام پیدا کیا ۔ اصنافِ سخن میں آنھوں نے مثنوی ، قصیدہ اور غزل کو اپنا موضوع بنایا ، ان کا قصیدہ ، غزل اور مثنوی سے بہتر ہوتا تھا ۔ جمالی نے بیحد سیاحت کی تھی ، اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے ۔ اثنائے سیاحت میں ان کی ملاقات مولانا عبدالرحمن جامی ، مولانا جلال الدین درانی سے ہوئی تھی ، صاحب اخبار الاخیار نے ان کی وجاہت ، سیرت و اوصاف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

مہابت صورت و معنی در ذات او تعبیہ بود درمحافل و ارتکاب عزائم امور بغایت دلیر بود ، کمتر کسے را از اکابر درمجلس فرصت سخن دادے ۔

ان کا زمانہ سکندر لودھی سے ہمایوں تک ہے ۔ سکندر لودھی کے وہ مصاحب خاص تھے ۔ جب افغانوں کی بساطِ سلطنت الٹی اور بابر برسر اقتدار آیا تو بابر بھی ان کے ساتھ خاص توجہ سے پیش آتا تھا ، اور انھوں نے اس کے لیے ایک قصیدہ بھی لکھا تھا ، بابر کے بعد ہمایوں کے لیے بھی انھوں نے قصیدے کہے ۔

شیخ جمالی ۹۴۲ھ — ۱۵۳۵ء میں جب کہ ہمایوں گجرات گیا تھا ، اس کے ساتھ تھے ، اسی سال انھوں نے ۱۰ ذیقعدہ کو وفات پائی ، اور اب ان کی قبر اس جگہ ہے ، جو پہلے ان کا گھر تھا ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۵ پر)

Marfat.com

تیار ہو اور جہاں بھی میں کہوں وہاں حاضر ہو کر اس تہمت کا اقرار کرے تو میں تجھے پانسو درم سرخ دوں گا۔ اُن پانسو میں سے دو سو پچاس تو ابھی میں تیرے حوالے کروں گا اور ڈھائی سو میں ایسے امین کے پاس رکھوا دوں گا جو اس راز کو عیاں بھی نہ کرے گا اور بقیہ ڈھائی سو دینار اس وقت تیرے حوالے کر دے گا جب تو کسی فیصلہ کرنے والے کے سامنے اس تہمت کا اقرار کر لے گی۔ اُس مطربہ نے سوچا کہ اس تہمت کے لگانے میں جو رقم اُسے پیش کی جا رہی ہے وہ بہت بڑی ہے۔ اور وہ خود ایک فاحشہ عورت ہے، اُسے اس الزام کے

(صفحہ ۱۲۴ کا بقیہ حاشیہ)

شیخ جمالی کے دو صاحبزادے تھے، ایک شیخ عبدالحی جو حیاتی تخلص کرتے تھے، وہ فی البدیہہ شعر کہتے تھے، اور بسیار گو تھے، یہ ۹۲۳ھ — ۱۵۱۷ء میں پیدا ہوئے اور عالمِ جوانی میں ۹۵۹ھ — ۱۵۵۱ء میں وفات پائی۔ یہ چھوٹے صاحبزادے تھے۔

دوسرے بڑے صاحبزادے شیخ گدائی تھے، وہ ہمایوں کے زمانے میں سلکِ ملازمت میں داخل ہوئے اور اکبر کے عہد میں اُس کے پہلے صدر الصدور مقرر ہوئے۔

(ماخوذ از اخبار الاخیار۔ صفحہ ۲۲۸ تا ۲۲۹)

سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات میں بحوالۂ افسانہ [illegible] منقول ہے کہ مولانا جمالی، سکندر لودھی کے خاص مصاحبوں میں تھے، اور دونوں میں اس درجہ اتحاد تھا کہ کوئی دوسرا درمیان میں نہ تھا۔

ایک دن سکندر لودھی نے کسی معاملے میں [illegible] جانبداری کی تو جمالی رنجیدہ ہو کر قلندروں کی طرح [illegible] بستہ و خاک پر وجود خود مالیدہ خراسان کی طرف نکل [illegible] عراق، عرب و عجم کی سیاحت کے بعد دہلی پہنچے [illegible] دنوں بدایوں میں تھا، اسے معلوم ہوا [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۶ پر)

Marfat.com

لگانے میں کیا باک ہے ، اس نے خوشی سے قبول کر لیا ، شیخ نجم الدین نے فوراً ہی ڈھائی سو دینار اس کے حوالے کیے ، اور بقیہ ڈھائی سو احمد اشرف نامی ایک بقال کے پاس رکھوا دئے ، اور اس سے کہا کہ

(صفحہ ۱۲۵ کا بقیہ حاشیہ)

منظوم خط مولانا جمالی کے نام لکھا اور شیخ سماء الدین کو بھی لکھا کہ مولانا جمالی کو جلد بدایوں بھیجیں ، احمد یادگار کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سماء الدین نے اصرار کر کے مولانا جمالی کو بدایوں بھجوایا ، اور صفائی کے بعد مولانا جمالی پھر دربار سے منسلک ہو گئے -

افسانۂ شاہان میں لکھا ہے کہ سکندر نے مولانا جمالی کو واپس لانے کے لیے آدمی بھیجے تو مولانا جمالی نے لکھا کہ :

اے بادشاہ از ما و شما دوستی از دل بود ، برائے مال و جاہ نبود ، چونکہ رقیبے درمیان شد ، خاطرم پارہ پارہ گشت ، پیوند نمی پزیرد

گرچہ دوریم از بساطِ قرب ہمت دور نیست
بندۂ شاہی شمائیم و ثنا خوانِ شما

جب سلطان سکندر لودھی نے وفات پائی تو مولانا جمالی نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا -

مولانا جمالی کی تصانیف میں آن کا مشہور تذکرہ سیرالعارفین ہے ، اور ایک مثنوی مہر و ماہ ہے -

مولانا جمالی کا ایک نعتیہ شعر جسے صاحب اخبار الاخیار نے بے حد سراہا ہے ، حسب ذیل ہے :

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

(ماخوذ از سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات صفحہ ۳۶۳ بحوالۂ افسانۂ شاہان و اخبار الاخیار صفحہ ۲۲۸ و آب کوثر صفحہ ۵۱۸)

Marfat.com

جب یہ اپنا کام پورا کر دے تو اس کو دے دینا ، یہ بات پکی کرنے کے بعد شیخ نجم الدین نے اس تہمت کو پہلے خود لوگوں میں مشہور کیا ، اور اس فاحشہ عورت کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا ، اور اس عورت سے اقرار کرایا ، بادشاہ نے کہا کہ یہ عورت زنا کا اقرار کر رہی ہے ، لائقِ تعزیر ہے ، لیکن حضرت شیخ جلال الدین پر یہ جرم بغیر گواہوں کے ثابت نہیں ہوسکتا ، اور چونکہ تم خود اس معاملے میں مدعی ہو ، اس لیے تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے ، اب اس مقدمے کے لیے دوسرے حاکم مقرر کرنے پڑیں گے ، وہ جو کچھ بھی فیصلہ دیں گے وہ نافذ ہوگا ، چنانچہ بادشاہ کے حکم سے محضر تیار کیا گیا ، اور فرمان جاری ہوا کہ ہندوستان کے مشاہیر شیوخ و علماء دربار میں حاضر ہوں ، تھوڑے ہی دنوں میں موجودہ ہند و پاک کے اکابر مشائخ و علماء جو علومِ ظاہری و باطنی میں مسلم سمجھے جاتے تھے حاضر ہوئے ، کہا جاتا ہے کہ آنے والوں میں دو سو اور کچھ صوفیائے کرام تھے ، جن میں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی بھی تھے ، جب یہ سب لوگ حاضر ہوئے تو جامع مسجد میں ان سب کو اکٹھا کیا گیا ، جب یہ سب اکٹھے ہوگئے تو سلطان شمس الدین ایلتمش نے شیخ نجم الدین صغریٰ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم ان بزرگوں میں سے کسی ایک کو اپنے مقابلہ کے لیے مقرر کرو ، تاکہ وہ اس مقدمے کا فیصلہ کرے ، شیخ نجم الدین صغریٰ نے اس خیال سے کہ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی سلسلہ کے لحاظ سے ان کے بعد ہیں جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے ، اس لیے وہ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے بھی حکم بننا منظور نہ کیا ، جمعہ کا دن تھا ، حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی اور سب بزرگ جمعہ کے بعد صحن مسجد میں بیٹھے ، خود بادشاہ بھی اس میں موجود تھا ، شیخ نجم الدین صغریٰ نے اس مقدمہ کو حاضر کیا ، اس کے بعد شیخ بھی مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے اور جوں ہی وہ میں داخل ہونے لگے ، تمام علماء و صوفیاء کرام نے ان کے استقبال کے لیے دوڑے ، شیخ دوڑ کر آپ کے جوتے اٹھانے لگے ، حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی ن

تپاک سے اپنے برابر بٹھایا ، بادشاہ نے کہا بس فیصلہ ہو چکا ، اب فیصلے کی ضرورت باقی نہیں ، کیونکہ انھوں نے جن کو حکم مقرر کیا تھا ، وہ خود آپ کی اس قدر تعظیم بجا لائے اس کے بعد اب کسی گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہی ، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے بادشاہ کی اس گفتگو پر (حضرت جلال تبریزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ یہ تو اس کے مستحق ہیں کہ میں ان کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں ، کیونکہ یہ مسلسل سات سال تک حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین قدس سرہ کے ہمراہ سفر و حضر میں رہے ہیں ، ان کی تعظیم ہم پر واجب ہے ، لیکن میں نہیں چاہتا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ میں نے تعظیم کے پردے میں آن کے عیب کو چھپا لیا ، اگرچہ یہاں جتنے بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں ، وہ سب جانتے ہیں کہ ان کی مقدس ذات کے متعلق کبھی اس عیب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ، لیکن پھر بھی اس مطربہ کو طلب کیا جائے ، چنانچہ وہ مطربہ حاضر کی گئی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے آس سے فرمایا جو کچھ کہو سچ کہو ورنہ یاد رکھو کہ تباہ و برباد ہو جاؤ گی ، مطربہ نے بلند آواز سے کہا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ یہ آپ پر صریح تہمت اور بہتان ہے ، حضرت شیخ جلال الدین آب حیات سے بھی زیادہ پاک ہیں ، پھر اس نے صحیح صحیح سارا واقعہ بیان کیا ، آس کے بیان کے بعد احمد اشرف بقال بھی طلب کیا گیا ، آس نے سارے واقعہ کی تصدیق کی اور بتایا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کے دئے ہوئے ڈھائی سو دینار اس کے پاس موجود ہیں ، پھر اس نے وہ ڈھائی سو دینار پیش کیے ، شیخ نجم الدین صغریٰ شرم کے مارے بیہوش ہو گئے ، سلطان شمس الدین ایلتمش نے ان کو اسی وقت عہدۂ شیخ الاسلامی سے علیحدہ کر دیا اور ان کی جگہ حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام مقرر کیا[1] -

بدایوں میں تشریف آوری : لیکن حضرت شاہ جلال تبریزی اس

---

[1] - سیرالعارفین صفحہ ۶۴ — ۱۷۱

Marfat.com

واقعہ سے اس قدر ملول ہو چکے تھے کہ پھر دھلی میں آپ نے قیام کرنا پسند نہ فرمایا اور بدایوں روانہ ہو گئے ، دھلی سے روانہ ہوتے وقت آپ نے فرمایا :

چوں من دریں شہر آمدم زر صرف بودم ایں ساعت نقرہ ام تا بیشتر چہ خواھد شد۲ ۔

ترجمہ : جب میں اس شہر میں آیا تھا خالص سونا تھا اب چاندی ہوں ، آیندہ دیکھیے کیا ہو ۔

شیخ علی کا قبول اسلام : دھلی سے حضرت جلال تبریزی بدایوں پہنچے ۔ ایک روز وہ بدایوں میں اپنے گھر کی دھلیز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص دھی کا مٹکا سر پر لئے آپ کے پاس سے گزرا ۔ یہ شخص ہندو تھا ، اور بدایوں کے نواح موضع کنہر کا رہنے والا تھا ، جہاں کے لوگ ڈاکہ زنی میں مشہور تھے ، اور یہ خود بھی ڈاکو تھا ۔ جب اس شخص کی نظر شیخ جلال تبریزی کے نورانی چہرے پر پڑی اس کے دل پر بے حد اثر ہوا ۔ شیخ نے اس پر ایک تیز نظر ڈالی ، آپ کی نظر پڑتے ہی اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ اپنے دل میں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ایسے لوگ بھی ہیں ، پھر وہ فوراً ایمان لے آیا اور شیخ جلال نے اس کا نام علی رکھا ۔ اس کے بعد علی اپنے گھر گیا اور ایک لاکھ چیتل لا کر آپ کی خدمت میں پیش کی ،

---

۲ ۔ فوائد الفواد صفحہ ۱۳

۱ ۔ شیخ علی نے حضرت جلال تبریزی سے مرید ہو کر [illegible] اعلیٰ منازل طے کیے ، اور ان کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے ۔ ان کی عظمت بزرگانہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے دستار فضیلت [illegible] ہی نے باندھی ، خیر المجالس میں ہے کہ اس زمانے میں [illegible] دو علی مولیٰ تھے ، ایک علی مولیٰ بزرگ جو [illegible] تبریزی کے مرید تھے ، اور حضرت خواجہ نظام الدین [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

اور عرض کیا کہ آپ انہیں جہاں چاہیں خرچ کریں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے پاس رکھو ، اور جہاں ہم کہیں وہاں خرچ کرتے رہو ۔ چنانچہ جب کوئی حاجت مند آتا تو آپ علی سے فرماتے اس کو سو درم دے دو ، کبھی آپ نے پانچ درم سے کم کسی کو نہیں دئے ۔ علی کا بیان ہے کہ جب میرے پاس صرف ایک درم رہ گیا تو مجھے خیال آیا کہ شیخ کسی کو پانچ درم سے کم نہیں دیتے ، اب اگر کوئی حاجت مند آیا تو بڑی مشکل ہو گی ، میں اسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک سائل آیا ، اور شیخ سے کچھ مانگا ، آپ نے مجھ سے فرمایا علی ! جو تمہارے پاس ایک درم بچا ہے وہ اس کو دے دو ۔

مولانا علاء الدین کو عطائے لباس : شیخ جلال تبریزی نے بدایوں

(صفحہ ۱۲۹ کا بقیہ حاشیہ)

کی دستار بندی کے وقت بلائے گئے تھے ، مقبولیت عظیم رکھتے تھے ، صاحب یقین تھے ۔ آپ علوم ظاہری میں کچھ نہیں جانتے تھے ، صرف پنج وقتہ نماز ادا کرتے تھے ۔ مشائخ و علما اور لوگ ان کو متبرک سمجھتے اور ان کے قدم چومتے تھے ۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تو وہ بتحقیق جانتا کہ آپ خدا کے دوست ہیں ۔ شیخ علی کا سنہ وفات کسی تذکرے میں نہیں ملتا ، البتہ اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ بدایوں کے ایک اور بزرگ سلطان العارفین حضرت سید حسن شیخ شاہی کے ہم عصر تھے ۔ اور اپنی وفات کے بعد سلطان العارفین کے پاس ہی مدفون ہوئے ، آپ کی قبر سلطان العارفین کی قبر سے جانب مغرب سائیں بہ جنوب تخمیناً ۲۰ قدم کے فاصلے پر واقع ہے ۔ کوئی چار دیواری نہیں ، قبر شکستہ ہے اور چبوترہ بھی شکستہ زمین دوز ہے ۔

(ماخوذ از تذکرۃ الواصلین ۔ مرتبہ خان بہادر رضی الدین فرشوری مطبوعہ انجمن ترقی بنگلہ بدایوں صفحہ ۳۳ تا ۳۷)

Marfat.com

میں مولانا علاء الدین ۱ اصولی کو جو بعد میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے استاد ہوئے اور اس وقت خود طفل مکتب تھے اپنا لباس عطا کیا۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کا انجام: سیر العارفین میں ہے کہ ایک روز حضرت جلال تبریزی بدایوں میں شہر کے قریب تالاب کے کنارے

۱۔ مولانا سید علاء الدین بدایونی بن سید شرف الدین حضرت امام جعفر صادق کی اولاد سے ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے اساتذہ میں ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی نے ان سے قدوری مکمل پڑھی تھی۔ فوائدالفواد میں ہے کہ مولانا علاء الدین ابھی بچے ہی تھے کہ ایک روز بدایوں کی گلیوں سے گزر رہے تھے، حضرت جلال الدین تبریزی قدس سرہ کی نظر ان پر پڑی، ان کو اپنے پاس بلایا۔ اور اپنے کپڑے جو پہنے ہوئے تھے ان کو پہنائے۔ مولانا علاء الدین کے تمام اوصاف و اخلاق اسی کی برکت کی وجہ سے تھے۔

خیرالمجالس میں ہے کہ حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی فرمایا کرتے تھے کہ علاء الدین اصولی کبھی کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی ضرورت کے وقت کوئی چیز لے تو بقدر حاجت اس سے لے لیتے۔ ایک دفعہ مولانا کے [illegible] مولانا بیٹھے ہوئے کھلی کھا رہے تھے کہ [illegible] آ گیا۔ مولانا چاہتے تھے کہ یہ راز اس پر فاش نہ ہو [illegible] جلدی سے وہ کھلی کا ٹکڑا اپنی دستار میں رکھ [illegible] کا خط بنایا۔ جب دستار سر کے بال مونڈنے کے [illegible] کھلی کا ٹکڑا نیچے آ رہا۔ حجام [illegible] کیا۔ اور اس نے اس کا تذکرہ ایک [illegible] کئی من میدہ، چند گھڑے گھی کے اور [illegible] خدمت میں بھجوائے۔ مولانا نے [illegible]

Marfat.com

درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اٹھے اور درویشوں سے فرمایا آؤ تاکہ ہم شیخ نجم الدین صغریٰ کی نماز جنازہ پڑھیں کہ اس نے ابھی شہر دھلی میں انتقال کیا ہے ۔ اگرچہ ہمیں اس کی تہمت کی وجہ سے شہر دھلی چھوڑنا پڑا ، لیکن وہ ہمارے پیروں کی برکت کی وجہ سے دنیا ھی سے اٹھ گیا ۔ چند دن کے بعد دھلی سے خبر آئی کہ شیخ نجم الدین نے اسی وقت وفات پائی جس وقت آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی ۔

تذکرۂ الواصلین میں ہے کہ بدایوں میں آکر حضرت جلال تبریزی نے متصل محل الف خاں والے کے جو اب معماروں کے محلہ کے نام سے مشہور ہے ایک مسجد تعمیر کرائی اور بدایوں میں ایک عرصے تک مقیم رہے اور آپ کے بہت سے فیوض و برکات سے اہل بدایوں مستفیض ہوئے ۱ ۔

بنگال کو روانگی : جب آپ بدایوں سے بنگال جانے لگے تو علی جو فقر و درویشی کی منزلیں طے کر چکے تھے روتے ہوئے آپ کے پیچھے دوڑنے لگے ، اور انھوں نے کہا کہ میں آپ کے بغیر اس مقام پر رہنا نہیں چاہتا ، آپ نے ارشاد فرمایا علی ! واپس جاؤ ، اس شہر کی ہدایت تمہارے ذمے ہے ۔

بنگال میں رشد و ہدایت : جب آپ بنگال پہنچے تو آپ نے پنڈوہ میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی ، اس وقت گوڑ کے تخت پر

(صفحہ ۹۲ کا بقیہ حاشیہ)
حجام کو بلا کر ڈانٹا کہ اس نے ان کا راز دوسروں سے کیوں بیان کیا ؟ پھر فرمایا کہ اب کبھی میرے پاس نہ آنا ، حجام بعض بزرگوں کو سفارش کے لئے لے کر آیا اور آپ نے اس کو اس شرط پر معاف کر دیا کہ آیندہ وہ درویشوں کے راز کو کسی سے بیان نہ کرے گا ۔ مولنا نے بدایوں میں وفات پائی ، وہیں ان کا مزار ہے ۔
(ماخوذ از اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۷۷ تا ۷۸)

۱ ۔ ماخوذ از تذکرہ الواصلین ۔ ص ۵۱

Marfat.com

لکشمن داس قابض تھا ، وہ خود اور اس کا درباری پنڈت ھلایدہ مسرا حضرت مخدوم جلال تبریزی کی کرامات دیکھ کر حیران ھوئے اور آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی - آپ نے پنڈوہ میں ایک مسجد بنوائی ، باغ لگایا اور خانقاہ قائم کی ، جس میں ھزاروں مسافروں اور مفلسوں کو کھانا ملتا تھا - اس زمانے کی لکھی ھوئی کتاب " شیخ شبھودیا " میں آپ کی کرامات اور تبلیغی جد و جہد کا تذکرہ ملتا ھے[1] -

خانقاہ کی تعمیر : حضرت جلال تبریزی نے جس جگہ اپنی خانقاہ تعمیر کرائی ، اس کو بندر دیوہ محل بھی کہتے ھیں ، وھاں ایک بہت بڑا تالاب تھا ، جس کے قریب ایک ھندو راجا نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے ایک بت خانہ تعمیر کرایا تھا -

مقامی یوگیوں سے مناظرے : شوسل ھسٹری آف دی ان بنگال میں ھے کہ بہت سے مقامی یوگیوں نے حضرت جلال تبریزی سے مقابلہ کیے ، اور آخر میں یہ یوگی صداقت اسلام کے قائل ھو کر مسلمان ھو گئے -

ان کے علاوہ طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ھوتے تھے ، اور حلقۂ ارادت میں داخل ھوتے تھے -

وفات : آپ کے سنہ وفات اور جائے وفات میں اختلاف ھے ، خزینۃ الاصفیاء کی روایت کے مطابق آپ نے ۶۴۲ھ میں وفات پائی ، لیکن تذکرہ اولیائے ھند میں آپ کا سنہ وفات ۶۴۳ھ منقول ھے -

اس طرح جائے وفات کے متعلق صاحب اخبار الاخیار لکھتے ھیں کہ آپ بنگال میں محو استراحت ھیں - لیکن صاحب [illegible]

۱- شیخ جلال تبریزی کے مزار تک کے لئے ملاحظہ ھو
تا [illegible] - اخبارالاخیار - ص [illegible] - [illegible]
ص ۶۶ - خزینۃالاصفیا جلد دوم ص [illegible] - [illegible]
۲ ص ۲۰ سے ماخوذ ھیں -

Marfat.com

ہے کہ جب حضرت شیخ جلال الدین بنگال آئے ، وہاں کی مخلوق آپ کی طرف رجوع ہوئی اور مرید ہو گئی ، حضرت شیخ جلال نے اس مقام پر ایک خانقاہ تعمیر کرائی ، اور لنگر خانہ قائم کیا ، اور چند باغ اور زمین خرید کر اس خانقاہ کے لیے وقف کی ، جس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا ، اس بندر کو دیوہ محل کہتے ہیں ، وہاں ایک کنواں تھا ، اور ایک کافر نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے وہاں ایک بت خانہ بنوایا تھا ، حضرت شیخ جلال نے اس بت خانے کو توڑ کر وہاں تکیہ بنایا ، اور اس جگہ بہت سے کفر آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے ، اب بھی آپ کا مقبرہ اسی جگہ ہے جہاں پہلے بت خانہ تھا ۔

حضرت جلال تبریزی کے روحانی کمال کے اثرات : حضرت جلال تبریزی کی روحانیت کا بنگال کے معاشرے پر بہت گہرا اثر پڑا ، پنڈوہ میں بہت سی عمارتیں خانقاہ جلال تبریزی کے نام سے مشہور ہیں ، ان کے علاوہ ایک جامع مسجد ، دو چلہ خانے ، ایک تنور خانہ ، ایک توشہ خانہ اور سلامی دروازہ ہے ۔

خانقاہ کی تعمیر : آپ کی خانقاہ شروع میں سلطان علاء الدین علی شاہ نے ۴۲ - ۱۳۴۱ء — ۴۲ - ۷۴۱ھ میں بنوائی تھی ، پھر اس کی مرمت ایک شخص نعمت اللہ نامی نے ۱۰۶۴ھ میں کرائی ۔

آستانے کی مرمت : آپ کے آستانے کی مرمت ۱۷۲۲ء — ۱۱۳۵ھ محمد علی برجی نے کرائی ، تنور خانہ سعد اللہ نامی ایک شخص نے بنوایا تھا ۔

دیوتالہ کے چار کتبے : سوشل ہسٹری بنگال میں ہے کہ حضرت جلال تبریزی کا چلہ خانہ جو دیوتالہ میں بنا ہوا ہے اس میں اب تک چار کتبے ملے ہیں ، ایک کتبہ سلطان رکن الدین باربک شاہ[1] (۱۴۶۴ء)

۱ ۔ سلطان ناصر شاہ کی وفات کے بعد سلطان باربک شاہ بنگال کے تخت پر بیٹھا ۔ وہ بہت متشرع اور دانشمند بادشاہ تھا ، اس نے ۸۷۹ھ ۱۴۷۷ میں وفات پائی ، اس کی مدت حکومت ۱۷ سال تھی ۔
(ماخوذ از ریاض السلاطین - ۱۱۸ - ۱۱۹)

Marfat.com

کا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد تبریز آباد الغ مرابط خاں نے بنوائی تھی۔

دوسرا کتبہ بھی اسی سلطان کے زمانے کا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یۂ مسجد تبریز آباد میں بنی تھی جسے عام طور پر دیوتالہ کہتے ہیں۔

تیسرا کتبہ سلطان ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۲۷ء — ۹۳۳ھ) کا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد ایک شخص نے حضرت جلال تبریزی کے قصبے میں بنوائی تھی۔

ایک اور کتبہ سلیمان کرانی(۱) (۱۵۷۱ء — ۹۷۹ھ) کا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد تبریز آباد میں جو عرف عام میں دیوتالہ

۱۔ سلیمان کرانی شیر شاہ سوری کے امرا میں تھا، شیر شاہ نے اس کو صوبۂ بہار کا صوبہ دار بنایا سلیم شاہ کے عہد میں بھی وہ اس خدمت پر مامور رہا، سلیم شاہ کے بعد جب ہندوستان میں [illegible] ہوئی، سلیمان خاں کرانی اپنے بھائی تاج خاں کی وفات [illegible] بنگال و بہار کا حاکم بن گیا، اور [illegible] ٹانڈے کو بنایا۔ [illegible] اور وہاں اپنا نائب [illegible] وہ [illegible] ٹانڈے [illegible] جب [illegible] نے [illegible] وفاداری [illegible] اس کے جواب میں اس [illegible] بنگال میں اس کے [illegible] کو [illegible] [illegible] ۲۵ سال [illegible]

([illegible])

Marfat.com

کہلاتا ہے بنی تھی[1] -

سلطان علاء الدین علی مبارک کا ایک خواب : ریاض السلاطین میں ہے کہ علی مبارک ، ملک فیروز رجب کے ملازموں اور دوستوں میں تھا ، جب سلطان محمد شاہ تخت دھلی پر بیٹھا ، اس نے اپنے جلوس کے پہلے سال ملک فیروز کو نائب باربک بنایا ، اس زمانے میں حاجی الیاس کوکۂ علی مبارک سے کوئی خطا واقع ہوئی ، جس کی وجہ سے وہ دھلی سے بھاگ گیا ، ملک فیروز نے علی مبارک سے اسے طلب کیا ، علی مبارک نے ہر چند اسے تلاش کرایا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا ، آخر اس نے مجبور ہو کر حاجی الیاس کی فراری کی اطلاع ملک فیروز کو دی ، ملک فیروز نے اس پر اعتراض کیا ، اور علی مبارک پر اس کا عتاب ہوا ، اس بنا پر علی مبارک بنگال چلا گیا ، راستے میں اس نے خواب میں حضرت جلال تبریزی کو دیکھا ، اس نے خواب ہی میں آپ کے سامنے عاجزی و زاری کی ، حضرت مخدوم جلال تبریزی نے اس سے خوش ہو کر فرمایا کہ ہم نے تم کو صوبۂ بنگال کی حکومت دی ، لیکن جب تم بنگال کی حکومت پر فائز ہو تو ہمارے لیے مکان تیار کرانا ، علی مبارک نے اسے قبول کیا ، اور پوچھا کہ میں آپ کے لیے کہاں مکان بنواؤں ؟ فرمایا پنڈوہ میں جہاں تم تین اینٹیں ایک دوسرے پر رکھی دیکھو اور ایک پھول اور سو پتے ان اینٹوں کے نیچے تر و تازہ پاؤ ، تم اسی جگہ ہمارا مکان بنانا ، چناں چہ اس خواب کے بعد وہ بنگال پہنچ کر قدر خاں کا ملازم ہوا ، اور رفتہ رفتہ بخشی گری لشکر کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ، جب ملک فخرالدین نے قدر خاں سے بغاوت کی ، اور اپنے آقائے ولی نعمت کو مار کر خود بادشاہ بننا چاہا تو علی مبارک نے بھی اپنے آپ کو سلطان علاء الدین کا خطاب دے کر فخرالدین پر لشکر کشی کی ، یہاں تک کہ مملکت بنگال کا بادشاہ بن گیا ، لیکن وہ سلطنت حاصل کرنے کے بعد عیش و نشاط میں پڑ گیا ، اور

---

۱ - یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری بنگال ص ۹۲ مولفہ عبدالکریم صاحب لکچرار ڈھاکہ سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

حضرت جلال تبریزی سے خواب میں جو اُس نے وعدہ کیا تھا اُسے بھول گیا ، ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مخدوم جلال تبریزی اس سے فرما رہے ہیں کہ علاء الدین ! سلطنت بنگال حاصل کرنے کے بعد تم ہمارے حکم کو بالکل بھول گئے ، علاء الدین نے دوسرے روز حضرت کے ارشاد کے مطابق وہ مقام ڈھونڈھ کر جس کی آپ نے خواب میں نشان دہی کی تھی بنایا ، جس کے آثار اب تک موجود ہیں[1] ۔

دائرۂ شاہ جلال کے متعلق منشی شیام پرشاد کا ایک بیان : منشی شیام پرشاد نے نومبر و دسمبر ۱۸۱۰ء — ۱۲۲۵ھ میں میجر ولیم فرنکلن کے ہمراہ علاقہ و مکانات قلعہ گوڑ ، لکھنوتی اور پنڈوہ کی مساجد و خانقاہ دیکھی تھیں ، پھر اُس نے ان مقامات و عمارات کا حال احوال گوڑہ و پنڈوہ کے نام سے لکھا ، مسٹر دانی نے اپنی کتاب مسلم آرکیٹک ان بنگال میں اس کا اصل رسالہ جو فارسی میں ہے شامل کیا ہے ، ہم اُس کتاب سے دائرۂ شاہ جلال تبریزی کے متعلق جو تفصیلات اس رسالے میں دی گئی ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں دیتے ہیں :

دائرہ آستان فیض بنیان حضرت مخدوم شاہ جلال تبریزی قدس اللہ سرہ واقع قصبہ پنڈوہ مع مکانات و مساجد و خانقاہ و [illegible] خانہ و تالاب و کہری خانہ تقریباً چار بیگھے پر ہوگا ، یہ مسجد نہایت عالیشان ، مستحکم اور مرتفع و ممتاز ہے ، کہتے ہیں کہ حضرت شاہ جلال تبریزی نے اس کو تعمیر کرایا تھا ، ایک روز وہ نماز کے لیے اپنی مسجد میں تشریف لائے انہوں نے [illegible] میں) دیکھا کہ اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز ادا فرما رہے ہیں ، شاہ جلال اس جگہ سے واپس [illegible] رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے جلال [illegible] جانے ہو ، شاہ جلال نے سُوء ادب اور ترک تعظیم [illegible] لنگر خانے میں آ کر نماز ادا کی ۔

کہتے ہیں کہ آپ کا مزار [illegible]

۱ ۔ یہ تمام تفصیل ریاض السلاطین ص [illegible] سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

ماہ رجب میں ہر سال یکم رجب سے بائیس رجب تک آپ کا عرس ہوتا ہے ، جس میں فقراء و حاجتمند ، عبادت گزار ، اہل اللہ ، درویش ، اور بہت سے آپ کے حلقہ بگوش و معتقدین جمع ہوتے ہیں ، اور آپ کے مزار مبارک کی زیارت سے فیض حاصل کرتے ہیں ہر روز شام کے وقت لنگر خانے سے فقرا و مساکین اور حاجت مندوں کو کھانا ملتا ہے ۔ اور اپنے اوقات وہاں کے نان و نمک پر بسر کرتے ہیں ، مصارف لنگر خانے کے لیے بطریق التمغا دیہات و تعلقہ و مواضعات بقدر مداخل سولہ ہزار روپے کے تھے ، لیکن جنگل کے ویران ہونے کی وجہ سے اب تقریباً چھ ہزار روپے کے محاصل ہیں جو لنگر خانے کے صرف میں آتے ہیں ۔ شام کے وقت دائرے میں جو چراغاں ہوتا ہے اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نور کی چادر تنی ہوئی ہے ، جس نے ستاروں کے بازار کی رونق کو لوٹ لیا ہے :

زہے از پرتو قدرت چراغ قندیل روشن
ز نور شمع اقبالش زمیں تا آسماں روشن

مرور زمانہ کی وجہ سے جو سائبان ٹوٹ گیا تھا ، شاہ نعمت اللہ ولی نے جو سلطان شاہ شجاع کے پیر و مرشد تھے اس کو از سر نو بنوایا ، حسب ذیل کتبہ اس سائبان کی تاریخ ہے ۔

چو ایں عالی عمارت ترتیب شدہ تاریخ روشن آستاں باد
ازیں سنہ یک ہزار ہفتاد و پنج (۱۰۷۵ھ — ۱۶۶۴ء) بر می آید ۔
اور اس کے برابر ہی دوسرے پتھر پر یہ عبارت منقوش ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اللہ یا اللہ دستگیر اللہ ایں عمارت شاہ جلال است آراست کنندہ حضرت شاہ نعمت اللہ ۔
اور لنگر خانے کے دروازے پر یہ عبارت مسطور ہے :

Marfat.com

تمم بسم اللہ الرحمن الرحیم بالخیر یا متیم یا متم

جلال الدین شہ تبریز تولد (؟)
کہ در مدحش زبانہا شد گہر ریز

برایش چاند خاں کرد ایں عمارت
کہ او از عرض اخلاص است لبریز

اگر پرسند کہ بود جلوہ فرما
دریں معمار بنیاد صفا خیز

جوابش در لباس سال تاریخ
بگو شاہ جلال الدین تبریز ۱

۱۰۸۳ھ

۱ - یہ تمام تفصیل رسالہ احوال [illegible] تصنیف [illegible] جو دانی صاحب کی کتاب مسلم آرکیٹکٹ ان بنگال میں [illegible] کے صفحہ ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ سے لی گئی ہے -

بعض کتب میں یہ کتبہ اس طرح منقول ہے :

یا منعم - و تمم - بسم اللہ الرحمن الرحیم - بالخیر - [illegible]

جلال الدین شہ تبریز تولد
کہ از مدحش زبانہا شد [illegible]

برایش چاند خاں کرد ایں [illegible]
کہ او از عرض اخلاص است لبریز

اگر پرسند کہ بود جلوہ فرما
دریں معمار مینا و صفا خیز

جوابش در لباس سال [illegible]
بگو شاہ جلال الدین [illegible]

۱۰۸۳

Marfat.com

Marfat.com

(۱۸)

شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی

حالات : شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی بنگال کے ان عظیم المرتبت صوفیہ میں ہیں ، جن پر بنگال کی تاریخ تصوف کو ناز ہے ۔ انہوں نے سلطان شمس الدین فیروز شاہ والی بنگالہ کے سپہ سالار سکندر غازی کی مدد سے سلہٹ فتح کیا ۔ کسی شاعر نے سلہٹ کی عظمت و شرف کو نظم کرتے ہوئے کہا ہے :

سلہٹ ز شرف فلک برابر باشد
ہر سنگ درو بہ تاب گوہر باشد
ہر قطرہ ازو بوسعت دریا نیست
ہر ذرہ اش آفتاب دیگر باشد

ضلع سلہٹ کے سرکاری گزیٹیر میں ہے :

گوڑ یا سلہٹ کو مسلمانوں نے ۱۳۸۴ — ۱۵ ھ میں فتح کیا ، آخری ہندو راجا گوبند کو سکندر غازی کی فوجوں میں [illegible] شاہ جلال کی کرامات نے بے بس کر دیا ، شاہ صاحب کی وفات کے بعد یہ علاقہ صوبۂ بنگال میں داخل کیا گیا ۔

ڈھاکہ میوزیم میں ایک کتبہ موجود ہے ، جو [illegible] لکھا ہوا تھا ، یہ کتبہ ۹۱۸ھ ۱۵۱۲ میں لکھا گیا [illegible] ہے :

بعظمت شیخ المشائخ مخدوم شیخ [illegible] فتح اسلام عرصہ سریہت (سلہٹ) بدست سکندر خان [illegible]

Marfat.com

سلطان فیروز شاہ دنوی (کذا) سنہ ثلث و سبع مایتہ ۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ شیخ جلال الدین مجرد جس عظمت و شہرت کے مالک ہیں ، اسی قدر ہمارے تذکرہ نگاروں نے ان کے حالات میں بے اعتنائی برتی ہے ، قدیم تذکروں میں ہمیں ان کا حال صرف غوثی مانڈوی۲ کے تذکرے " کنزار ابرار " میں ملتا ہے ، اور ہم اس کتاب کی مدد سے ان کے حالات یہاں نقل کرتے ہیں ، کنزار ابرار میں ہے کہ :

---

۱ ۔ انسکرپشن آف بنگال جلد ۴ ، صفحہ ۲۵

۲ ۔ کنزار ابرار کے مصنف کا نام محمد غوثی ابن حسن ابن موسی شطاری ہے ، وہ ۹۶۲ھ — ۱۵۵۴ء میں قصبہ مانڈو میں پیدا ہوئے ، اور اسی قصبے میں پرورش پائی ، علوم ظاہری کی تحصیل شیخ وجیہہ الدین احمد علوی احمد آبادی سے کی ، تاج العرفا شیخ سراج الدین خاں کے دست حق پرست پر بیعت کی ، پھر شیخ ظہور الدین محمود جلال سے روحانی تربیت حاصل کی ، ۹۹۰ھ — ۱۵۸۲ء میں ستائیس سال کی عمر میں بقیہ علوم کی تحصیل کے لیے احمد آباد گئے ، اور شیخ وجیہہ الملت احمد آبادی کی خانقاہ میں علوم دینی کی تحصیل کی ۔ اپنی عمر کے اکتیسویں سال حصول تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن لوٹے ، ۱۰۱۲ھ — ۱۶۰۳ء اور ۱۰۲۲ھ — ۱۶۱۳ء کے درمیان غوثی مانڈوی نے تذکرہ کنزار ابرار فارسی میں تصنیف کیا ۔ یہ جہانگیر کا عہد حکومت تھا ، غوثی نے اس تذکرے کو جہانگیر کے نام سے معنون کیا ، اس تذکرے کی تالیف کے دو سو برس بعد اس کا ایک قلمی نسخہ منشی اللہ یار خاں کے پاس تھا جو اجین کے رئیس تھے ، ان کے اصرار پر اس کا ترجمہ جناب فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ میں شروع کیا ، اور اسی سال ختم کر دیا ، اس ترجمے کا تاریخی نام انکار ابرار ہے جو مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا تھا ، جو اب

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۴۳ پر)

Marfat.com

"شیخ جلال الدین مجرد ترکستانی تھے، مگر پیدائش بنگال کی ہے، آپ خلیفہ ہیں سلطان سید احمد کے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز روشن ضمیر پیر کی خدمت میں عرض کیا، میری آرزو ہے کہ جس طرح حضور کی رہ نمائی کی بدولت جہاد اکبر میں کسی قدر فتح مندی حاصل ہوئی، اسی طرح حضور کی کام بخش ہمت کے طفیل میں جہاد اصغر سے بھی دل کی تمنا پوری کروں، اور جو دارالحرب ہو اس کو فتح کرکے غازی یا شہید بنوں، پیر بزرگوار نے التماس قبول فرما کر اپنے ہزار خلفاء میں سات سو آدمی آپ کے ہمراہ کیے۔ العزۃ للہ، جہاں تہاں بھی مخالفین سے لڑائی ہوئی فتح حاصل کی، زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس دور دراز مہم روز میں روزی کا دار و مدار صرف غنیمت کے مال پر تھا، اور تونگرانہ زندگی بسر کرتے تھے، جو لیتے اور بانٹ دیتے تھے ہمراہیوں میں سے کسی ایک کو دے کر وہاں اشاعت اور رہ نمائی کے سپرد کر دیتے تھے۔

القصہ صوبۂ بنگال کے ہر مقام میں ایک قصبہ ہے سونارگاؤں (سونار) اس قصبے میں جب آپ پہنچے ہیں تو تین سو بیوہ عورتیں ہمراہ رہتی تھیں، ایک لاکھ پیادہ اور تیس ہزار سوار ساتھ رہتے تھے، قصبہ سونارگاؤں جا پہنچا، وہاں کے راجہ نے زیادہ لیا، پھر وہاں سے چلے تو راستے میں ایک راجہ سے لڑائی ہوئی، اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا، اور یہ مظفر و منصور آگے بڑھے، صرف سات آدمی ساتھ جانے کے لیے جا سکے، اور باقی سب شیخ مجرد کے ہمراہ مفتوحہ

(صفحہ ۱۴۲ کا بقیہ حاشیہ)

نایاب ہے۔ (یہ تمام حوالہ اردو ترجمہ کے مصنف نے خود اس کتاب سے ماخوذ ہیں۔)

Marfat.com

ھمراھیوں کو تنخواہ میں دے دی ، اور ھر ایک کو کد خدا ھونے کی بھی اجازت دی، اس تقسیم میں ایک قصبہ شیخ نور الھدیٰ ابوالکرامات سعیدی حسنی کے حصے میں بھی آیا ، وھاں پر آپ عیال مند ھو گئے اور آن کے فرزند بھی ھوئے ، شیخ علی شیر[1] انھیں کی نسل سے ھیں ، شیخ علی شیر نے یہ بیان شرح نزھۃ الارواح کے مقدمے میں لکھا ھے ۔"

شیخ جلال الدین مجرد کے متعلق مولوی نصیرالدین حیدر منصف سلھٹ نے ۱۸۵۹ء — ۱۲۷۶ھ میں ایک کتاب "سہیل یمن" تالیف کی تھی ، اگرچہ اس میں بہت سی روایتیں غیر مستند ھیں اور ان کو کسی طرح

---

۱ - شیخ علی شیر تمام رسمی علوم سے مستفید اور کل عقلی فنون سے صاحب سرمایہ تھے ، آپ نورالھدیٰ ابوالکرامات کی نسل سے ھیں ، جو شیخ جلال الدین مجرد کے بزرگ خلیفہ تھے ، اور جو حربیوں کے ملک فتح کرنے کے لیے ترکستان سے ھندوستان آئے تھے ۔ اور جنھوں نے راجا گوڑ گوبند کے مار ڈالنے کے بعد قصبہ سرھیتہ جو صوبۂ بنگالہ میں ھے نورالھدیٰ کے حوالے کیا تھا ، ان کی تصنیف شرح نزھۃالارواح ھے ۔ صاحب گلزار ابرار نے مندرجۂ بالا حالات کے علاوہ ، شرح نزھۃالارواح کے خطبے سے بھی علی شیر کے کچھ حالات اخذ کر کے لکھے ھیں ۔ جنھیں ھم بجنسہ نقل کرتے ھیں ۔ علی شیر نے اپنی کتاب کے خطبے میں لکھا ھے کہ ،

"یہ درویش جب آغاز شباب کو پہنچا تو خدا طلبی ، حق پرستی اور خدا شناسی کے درد نے دل کا گریبان ھاتھ سے پکڑ کر ایسے دانا کی جستجو میں وطن سے آوارہ کیا ، جو رہ نمائی کے ذریعہ سے علاج کرے ، اتفاق کی بات ھے جس شناسا کے سامنے اندرونی درد بیان کیا اس کی تلقین ..... القصہ ایک رات قصبہ اودھ میں اسی اندیشہ کے اندر غنودگی..... ھوئی ، اور اس حالت میں غوث الاولیا قدس سرہ کی مثالی صورت مشاھدہ کی ، اس مشاھدے نے مجھ کو فریفتہ کر دیا ، اب ان آرزوں کا ھجوم

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۳۵ پر)

Marfat.com

تذکرہ صوفیائے بنگال

غوثی کے تذکرے ہزار ابواب پر مشتمل ہیں جن میں [illegible]
شیخ بہاء الدین کی مشہور کتاب [illegible]
لوائے اپنے الفاظ میں [illegible]
شاہ جلال کے [illegible]
بنگال کے [illegible]

(تذکرہ [illegible])

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

اسم گرامی محمد ابراهیم تھا ، آن کی والدۂ ماجدہ خاندان سادات سے تھیں ، جن کی وفات شیخ جلال کی ولادت کے تین ماہ بعد ہوئی ، ان کے والد نے بھی جہاد میں شریک ہو کر شہادت پائی ۔ شیخ جلال کی تعلیم و تربیت آن کے والد کی وفات کے بعد ان کے ماموں سید احمد کبیر سہروردی نے اپنے ذمے لی ، جو ایک عظیم المرتبت درویش تھے اور شاہ جلال سرخ ۱ کے مرید تھے ۔

(صفحہ ۱۳۵ کا بقیہ حاشیہ)

ملی کہ ہجرت کا جو سبب تھا وہ دور ہوا ، اور معاودت کا باعث پیدا ہوگیا ، یہ سن کر آپ نے گوالیار کی طرف کوچ فرمایا مگر درویش کو اسی جگہ چھوڑا ، اور آپ کے ارشاد کے بموجب شرح نزھۃ کا تتمہ قلم تصنیف سے مرتب کیا گیا ۔ کہتے ہیں ہجری سن کچھ اوپر نو سو ستر میں شیخ علی شیر نارنولی تنگ و تاریک کوچے سے لاہوتی نزھت آباد کو روانہ ہوئے ، خواب گہ احمد آباد میں ہے ۔

(اردو ترجمہ گلزار ابرار — یاد علی شیر بنگالی ۔ صفحہ ۳۰۸—۳۰۹)

۱ ۔ حضرت جلال سرخ کا اسم گرامی جلال الدین ، لقب جلال سرخ تھا ، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے :

سید جلال الدین جلال سرخ بن ابی المؤید علی بن جعفر بن محمود بن احمد عبداللہ بن علی اصغر بن عبداللہ جعفر بن امام علی نقی رض (بزم صوفیہ صفحہ ۳۹۵)

حضرت جلال سرخ بخارا سے بھکر تشریف لائے ، اور یہیں سکونت اختیار کی ، پھر آپ نے ملتان جا کر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے بیعت کی ، اور مجاھدوں و ریاضتوں کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا ، آپ کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سفینۃالاولیا میں ہے کہ :

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۳۷ پر)

Marfat.com

تذکرہ اولیائے بنگالہ میں ہے کہ سید احمد کبیر نے ان کو مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی تھی ، جوں جوں ان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی تھی ، آپ علوم و فنون کے حقائق و معارف سے آگاہ ہوتے جاتے تھے ، خصوصاً آپ نے معرفت و طریقت میں کامل دستگاہ حاصل کی..... لوگ آپ کو مجرد کہا کرتے تھے ، اس کی دو وجہیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ

(صفحہ ۱۴۶ کا بقیہ حاشیہ)

از بزرگان صحیح است ، جلیل القدر و جامع علوم ظاہر و باطن بودند ۔ (سفینۃ الاولیاء صفحہ ۲۱)

بھکر کے دوران قیام ہی میں وہاں کے ایک مشہور امیر سید بدرالدین کی چھوٹی لڑکی سے آپ نے نکاح کیا ۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ اس نکاح کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو دی تھی ، اور اس بشارت سے سید بدرالدین بھی نوازے گئے تھے ۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۱)

کچھ عرصے کے بعد خویش و اقارب کے رشک و حسد کی بنا پر آپ بھکر چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور [illegible] میں [illegible] تشریف لے گئے ۔ اور وہاں محلۂ بخاریاں آباد کیا ۔ آپ ہی کی [illegible] میں اسلام کی غیر معمولی اشاعت ہوئی ۔ اور یہ شہر اسلام [illegible] مرکز بنا ۔ پھر آپ نے پنجاب میں شہر جھنگ [illegible] کی [illegible] ڈالی ۔ اور بہت دن تک مغربی پنجاب میں اعلاء [illegible] اسلام فرماتے رہے ۔ آپ کی سعی سے کئی قبیلوں نے اسلام [illegible] کیا ۔ آپ نے پچانوے سال کی عمر میں ۶۹۰ھ — ۱۲۹۱ء میں [illegible] وفات پائی ۔ وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۔ (اخبار الاخیار [illegible] و آب کوثر صفحہ ۳۹۰ — ۳۹۱)

سید جلال سرخ کے چار صاحبزادے تھے ۔ سید علی [illegible] سید محمد غوث ، اور سید احمد [illegible] کے [illegible] جلال الدین جہانیاں جہاں گشت اور [illegible] پر آفتاب درخشاں بن کر چمکے (تحفۃ الاحرام اردو ترجمہ ص [illegible])

Marfat.com

آپ نے دنیا کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھا ، اور اپنی جوانی میں جس وقت لوگ مستی اور نشے میں ڈوبے رہتے ہیں شادی اور نکاح کرنا تو درکنار کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا ، بلکہ ہمیشہ عبادت و ریاضت اور مشاہدے و مراقبے میں مشغول رہے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں آپ کے ہم نام اور بھی تین بزرگ موجود تھے (۱) شاہ جلال بخاری (۲) شاہ جلال تبریزی (۳) شاہ جلال گنج روانی ۔ ان ناموں میں امتیاز کرنے کے لیے آپ کو مجرد کے نام سے یاد کرتے تھے ۔

بیس سال تک شاہ جلال نے ایک غار میں عبادت کی ، اس کے بعد آپ کے ماموں نے آپ کی ایک کرامت دیکھ کر ایک مٹھی خاک حجرے کے اندر سے لا کر دی ، اور فرمایا کہ اب تم دنیا کی سیاحت کرو ، اور جس سرزمین کی مٹی اس مٹی کی طرح بو باس ، رنگ اور ذائقہ رکھتی ہو ، وہیں یہ مٹی ڈال دینا ، اور اسی جگہ اقامت اختیار کر لینا ۔

چنانچہ حضرت جلال اس ارادے سے روانہ ہوئے ، اور یمن کے ایک شہر اور دھلی ہوئے ہوئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت سلطان المشائخ سے ہوئی ، آپ نے رفقا درویشوں کے ساتھ سلہٹ پہنچے ۔

[illegible] سلہٹ میں [illegible] پہنچے ، [illegible] جو آپ کی سرائے [illegible] ، اس میں لکھا ہے کہ [illegible] ۵۰ھ [illegible] میں [illegible] فرمایا ۔

[illegible] ۵۰۰ — ۵۰۳

[illegible] مشہور ہے ، لیکن [illegible] شیخ [illegible] ہے ، اسی [illegible] صاحب مزار سرار نے آپ کی ولادت ترکستان میں [illegible] ۔

Marfat.com

مگر سمپل پتن میں ہے کہ آپ سنہ [illegible] میں [illegible] میں رونق افروز ہوئے۔

مولوی عبدالغفور نساخ نے آپ کی [illegible] میں [illegible] قطعۂ تاریخ حسب ذیل لکھا ہے:

چوں [illegible]
ز غرب [illegible]
خاک [illegible]
بعفو [illegible]
نیک [illegible]
در [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ۔ برہان الدین اس ظلم کی شکایت لے کر گوڑ پہنچا ، جہاں اس زمانے میں مسلمانوں کی حکومت تھی ، وہاں سے بادشاہ کے بھانجے سلطان سکندر غازی کی سپہ سالاری میں ایک لشکر اس ظلم کا بدلہ لینے کے لیے بھیجا گیا لیکن یہ لشکر ناکام ہو گیا ، سہیل یمن میں ہے کہ گوڑ گوبند ایک بڑا جادوگر تھا ، اس نے جنوں بھوتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بھیجا ، اور مسلمانوں کو شکست ہوئی ، سلطان سکندر غازی نے صورت حال سے اپنے ماموں کو واقف کرایا ، اس کے ماموں نے ایک اور فوج نصیرالدین سپہ سالار کی قیادت میں سلطان سکندر کی کمک کے لیے بھیجی ، لیکن ابھی تک مسلمانوں پر گوڑ گوبند کے جادو کا اثر باقی تھا ، دونوں سپہ سالاروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ شاہ جلال مجرد کی خدمت میں حاضر ہو کر جو تین سو ساٹھ درویشوں کے ساتھ اس علاقے میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف تھے دعا اور مدد کی درخواست کی جائے ۔ چنانچہ یہ دونوں سپہ سالار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، آپ نے ان کا دل بڑھانے کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ میں اور میرے رفقا تمہاری فوج میں شامل ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے ۔ پھر آپ نے اور آپ کے رفقاء نے شریک ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا ، آپ کی شرکت کا یہ اثر تھا کہ اب مسلمان گوڑ گوبند کے جادو سے ڈرتے نہ تھے ، اور نہ ان پر اس کے جادو کا اثر ہوتا تھا ، چند ہی دن میں ۱۳۰۳ء — ۷۰۳ھ میں سلہٹ آسانی سے فتح ہو گیا ۔

شاہ جلال نے اسی زمانے میں دیکھا کہ سلہٹ کی مٹی خوش بو اور رنگ میں اس مٹی سے ملتی تھی جو آپ کے ماموں نے آپ کو دی تھی ۔ آخر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ جو اس پر تیار تھے سلہٹ میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا ۔

سہیل یمن کی ان میں سے بعض روایتیں ، خواہ کسی قدر بھی درایت سے بعید ہوں ، لیکن یہ ایک حقیقت بجائے خود مسلم ہے کہ سلہٹ کی فتح حضرت شاہ جلال مجرد کی برکت اور معیت سے ہوئی ۔

Marfat.com

رشد و ھدایت : سلھٹ میں قیام فرمانے کے بعد سینتیس سال شاہ جلال مجرد حیات رھے ، اس مدت میں آپ کا ابتدائی زمانہ کچھ تو یہاں کے انتظامات کو درست کرنے میں گزرا ، باقی تمام وقت تبلیغ دین اور ارشاد و ھدایت میں بسر ھوا ۔

رفقاء کی آباد کاری : مقامی روایات کے مطابق شاہ جلال نے اپنے رفقاء کو سلھٹ ، لاتو ، ھاپینہ ٹیلہ اور ھمنگ ٹیلے میں بسایا ۔

ابن بطوطہ کی روایتیں : ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں جس بزرگ جلال الدین سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا ھے ، وہ یہی شاہ جلال مجرد سلھٹی ھیں ۔ ابن بطوطہ (۱۳۰۴ — ۱۳۱۱) بنگال سے گزرا تو شاہ جلال کی خدمت میں بھی حاضر ھوا ۔ وہ ۱۳۴۷ — ۱۳۴۶ء میں چین پہنچا تو اسے شاہ جلال کی وفات کی خبر ملی ، ابن بطوطہ نے لکھا ھے کہ وہ بدن کے ھلکے پھلکے تھے ، قد لانبا تھا ، اور رخسارے لگے ھوئے تھے ۔ ایک غار میں پڑے یاد الٰہی میں مستغرق رھتے تھے ۔ اور چالیس سال سے برابر روزے رکھتے تھے ۔ دس دن میں ایک دفعہ افطار کرتے تھے ۔ ان کے ھاتھ پر اس (پہاڑی) ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ھے ۔ اس ملک کے ھندو مسلمان سب شیخ کی زیارت کو آتے ھیں ، اور ان کے لیے تحفے اور نذر لاتے ھیں ، اس سے فقرا اور مساکین کھاتے ھیں ۔ اور شاہ جلال فقط اپنی دعا کے ذریعہ گزارہ کرتے ھیں ۔ سلھٹ میں اب بھی لوگ شاہ جلال سے [illegible] ھیں[۲] ۔ شمال مشرقی بنگال اور سلھٹ میں اسلام کی اشاعت شاہ جلال ھی کی مرھون منت ھے ۔

---

۱ - سہیل یمن اور تاریخ جلالی (قلمی) تالیف مولوی مظہر [illegible] صدیقی کی یہ تمام روایات آب کوثر صفحہ [illegible] ماخوذ ھیں ۔

۲ - ابن بطوطہ کی یہ تمام روایات مسلم بنگال ادب صفحہ [illegible] اور آب کوثر صفحہ ۳۴۱ سے ماخوذ ھیں ۔

Marfat.com

وفات : شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں آپ کی تاریخ وفات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ۱۳۰۳ء میں سلہٹ فتح ہوا، اور ۲۰ ذیقعدہ ۷۴۰ھ یعنی ۱۸ مئی ۱۳۴۰ء میں حضرت شاہ جلال نے وفات پائی، تاریخ وفات "شاہ جلال مجرد قطب بود" کے جملے سے نکلتی ہے۔

مولانا محمد عبدالحق پرنسپل مدرسۂ عالیہ نینی نے اپنی تالیف "تذکرۂ اولیائے بنگالہ" کے صفحہ ۱۳۱ پر آپ کی تاریخ وفات کے اختلافات دیتے ہوئے لکھا کہ

مسٹر ہنٹر تاریخ نویس سرکاری کی رپورٹ اور اکثر کے قول سے سال وفات ۸۱۵ھ مطابق ۱۳۹۷ء ثابت ہوتا ہے۔ صاحب سہیل یمن لکھتے ہیں کہ آپ نے ۸۹۱ھ — ۱۴۸۶ء رحلت فرمائی۔ چنانچہ مولوی عبدالغفور نساخ دیوتی مجسٹریٹ ڈھاکہ نے سال وفات کو یوں نظم فرمایا ہے :

تاریخ وفات ذوالبحرین
عارف حق حضرت شاہ جلال
نیر روشن دل انوار حق
غازی دین، والی ملک ہدا
واصل حق شد پائے دیدار حق
....
ہاتف غیب آمدہ سالش بگفت
"توہم یک دانۂ اسرار حق"
۸۹۱ھ

فخر المحدثین جمیل انصاری صاحب مدرس عالیہ دکنہ نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے :

بسمت سبز شد چوں گشت اسلام
ز فیض آں ولی پاک مرتاض

۱۔ [illegible] نوٹز صفحہ ۳۶۰

۲۔ تاریخ اولیائے بنگالہ حصہ اول، صفحہ ۱۳۱ — ۱۳۲

Marfat.com

شد او خود فیضیاب از وصل یزدان
بتاریخی کہ دارد لفظ "فیاض"
۸۹۱ھ

ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب کے صفحہ ۳۱ پر شاہ جلال کا سن وفات ۱۳۴۷ء - ۷۴۸ھ بتایا ہے[1] -

مزار: شاہ جلال کا مزار سلہٹ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے -

مزار کے چاروں طرف قائمہ خشتی بند واقع ہے ، مشرقی پہلو میں شہزادہ یمن شیخ علی کا مزار ہے ، اور آتر پچھم قائمہ کی بغل میں وزیر زادہ مقبول خاں کا مزار ہے ، اور اس سطح کے مغربی حصے پر مسجد کوچک ہے ، وہاں زائرین تلاوت کیا کرتے ہیں[2] -

شاہ جلال کے ساتھیوں کی قبریں شہر سلہٹ کے مختلف مقامات پر جا بجا واقع ہیں - تذکرۂ اولیائے بنگالہ کے مؤلف مولانا محمد عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب کے حصۂ اول کے آخر میں تاریخ جلالی سے شاہ جلال کے ۳۶۰ رفقاء اور سوانح شاہ جلال سے آپ کے ۱۲۴ رفقاء کے ناموں کی فہرست دی ہے -

۱ - مسلم بنگالی ادب صفحہ ۳۱
۲ - تذکرۂ اولیائے بنگالہ حصہ اول ، صفحہ ۱۰۰ ، سوانح [illegible] مصنفہ منصور علی ، و سوانح عمری حضرت شاہ جلال مؤلفہ عبدالمالک چودھری -

Marfat.com

Marfat.com

(۱۹)

شاہ جلال

حالات : شاہ جلال شیخ پیارا کے مرید و خلیفہ ، صاحب تصرف و کرامت اور اپنے وقت کے صاحب کمال بزرگوں میں تھے ، ظاہر و باطن کے اعتبار سے عظیم المرتبت تھے ، وہ اگرچہ گجرات کے رہنے والے تھے لیکن بنگال کے شہر گوڑ میں بود و باش اختیار کر لی تھی ۔

معارج الولایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی غلامان حاشیہ کو بادشاہوں کی طرح تخت رکھا تھا ۔ اور اس پر بیٹھ کر اپنے مریدین و معتقدین کے نام احکام جاری کرتے تھے ۔ بادشاہوں کی حکومت ان کے جسموں پر تھی لیکن ان کی حکومت لوگوں کے قلوب پر تھی ۔ ان کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کو دیکھ کر حاسدین نے بادشاہ کو بھڑکایا کہ اگر چند روز یہی حالت رہی تو آپ کو حکومت سے ہاتھ

۱ - شیخ پیارا اگرچہ سید اللہ کے مرید تھے ، لیکن انہوں نے اور علوم باطنی کی تکمیل حضرت [illegible] خواجہ [illegible] کی تھی ، کہتے ہیں کہ جب وہ پہلی مرتبہ حضرت خواجہ [illegible] کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا اے [illegible] تم عاشق بھی ہوئے ہو ، انہوں نے شرما کر اور [illegible] عرض کیا کہ بندہ تو عشق کی راہ سے [illegible] ہے ، میں عشق کو کیا جانوں ، فرمایا کہ [illegible] حال و امتحان اور تمہارے مشرب [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible] پر)

Marfat.com

دھونے پڑیں گے ، بادشاہ یہ سن کر خوف محسوس کرنے لگا ، ارو اس نے شاہ جلال اور ان کے مریدوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا ، چنانچہ فوج ان کو اور ان کے مریدوں کو قتل کرنے کے لیے ان کی خانقاہ میں پہنچی ، اور شاہ جلال اور ان کے مریدوں کو بے دریغ شہید کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ جب قاتل شیخ جلال کی خانقاہ میں داخل ہو کر ان کے مریدوں کو قتل کر رہے تھے ، ہر مرید کی شہادت کے وقت شاہ جلال کی زبان پر یا قہار یا قہار تھا ، جب انہوں نے خود شاہ جلال

(صفحہ ۱۵۵ کا بقیہ حاشیہ)

کہیں عاشق ہوئے ہو تو ظاہر کرو اور شرماؤ نہیں ، اس پر شیخ پیارا نے عرض کیا کہ میں ایک ہندو عورت پرعاشق ہوا تھا ، لیکن کسی صورت سے میں اس کی دولت دیدار کو حاصل نہ کر سکا ، آخر میں نے زنار گلے میں ڈالی اور اس بت خانے میں پہنچا جہاں وہ پوجا کے لیے آتی تھی تا کہ میں اس کے جمال سے اپنی آنکھوں کو سیراب کروں ، حضرت خواجہ گیسو دراز نے یہ سن کر آن کو گلے سے لگا لیا ، اور فرمایا کہ تم کس قدر بلند ہمت ہو ، تم جیسا مجھے کہاں ملے گا کہ میں اسے خدا کی محبت کے طریقے سکھاؤں ، یہ کام بڑے عالی ہمتوں کا ہے ، ایمان سے زیادہ تمہیں کون سی چیز عزیز ہو سکتی تھی ، لیکن تم نے اس کو بھی محبت کی راہ میں قربان کر دیا ، اب میں تمہیں عشق حقیقی کا درس دوں گا ، پھر آپ نے ان کو بیعت سے سرفراز فرمایا ، اور حضرت بابا فرید گنج شکر کے اس حجرے میں جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے روضۂ مبارک میں ہے چلے کھچوا کر انوار معرفت کو ان میں منعکس کر دیا ، پھر وہ حضرت خواجہ گیسو دراز کے حکم سے سید ید اللہ سے بیعت ہوئے ۔

(ماخوذ از اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۱۷۲ — ۱۷۳ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۳۹۷)

Marfat.com

کے تلوار ماری تو ان کی زبان پر یا رحمٰن یا رحمٰن تھا ، اور یہی کلمہ پڑھتے ہوئے وہ رحمت حق سے پیوست ہو گئے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کا سر تن سے جدا ہو کر زمین پر گرا تو اللہ اللہ کی آواز آتی تھی[1] ۔

شاہ جلال کی شہادت کا واقعہ ۸۵۱ھ — ۱۴۷۶ء میں پیش آیا ، منشی رحمان علی طیش کے قول کے مطابق آن کا مزار موجودہ گورنمنٹ ہاؤس ڈھاکہ کی چار دیواری میں واقع ہے ، یہ علاقہ پہلے موتی جھیل کہلاتا تھا ۔

۱ ۔ اخبار الاخیار صفحہ ۳ ۔ ۱

Marfat.com

Marfat.com

شاہ چاند اولیاء

حالات : شاہ چاند اولیا چاندم کے مشہور بارہ اولیا اللہ میں ہیں جو آج سے پانچ سو سال قبل پندرھویں صدی عیسوی میں بنگال تشریف لائے۔ مشہور ہے کہ وہ دھلی کے نواح میں کسی مقام پر درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے، اسی زمانے میں خاندان شاہی کی ایک خاتون کو ایسے شوہر کی تلاش تھی جو اس کی مرضی کے مطابق ہو، لیکن تلاش کے باوجود ایسا شوہر نہیں مل سکا، اور وہ خاتون اپنی شادی پر اداس رہنے لگی، آخر وہ آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوئی، اور اپنا سارا حال آپ سے بیان کیا، لیکن شاہ چاند نے اس کو کشفی طور پر جواب دیا کہ تمہاری شادی نہیں ہوگی، خاتون یہ جواب سن کر بے حد مایوس ہوئی، اور اس نے شاہی دباؤ ڈال کر اس کی کوشش شروع کی کہ کسی طرح خود شاہ چاند اس سے شادی کر لیں۔

بنگال میں تشریف آوری : جب آپ پر شادی کے لئے دباؤ بڑھا شاہ چاند مجبور ہو کر دھلی سے نکل چلے آئے، اور آپ نے چاٹگام میں قیام کیا جو دریائے میگھنا کے ساحل پر ہے، لیکن کسی وجہ سے کچھ عرصے کے بعد آپ چاٹگام کے قریب دریائے سلک کے کنارے اور بستی جو چاند پور کے نام سے موسوم ہے تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے، آخر اس بستی کو بھی کسی وجہ سے آپ نے چھوڑ اور پنیلہ نامی گاؤں میں مستقل سکونت اختیار کی۔

شاہی خاندان کی وہ خاتون جو آپ سے شادی کی خواہاں تھی، آپ کو تلاش کرتی ہوئی پنیلہ پہنچی، اس نے پنیلہ میں پہنچنے کے بعد

Marfat.com

دن بعد شاہ چاند نے وفات پائی ، آپ کی وفات کے بعد وہ خاتون آپ کے مزار کی مجاورہ بن کر رہنے لگی -

آج بھی پٹیہ میں ایک خاندان ہے جو شکن قاضی کہلاتا ہے ، اس خاندان کے افراد اپنا سلسلۂ نسب شاہ چاند کی خانقاہ کے خدام سے ملاتے ہیں جو اس خاتون کے رشتے دار کی حیثیت سے پٹیہ میں آئے تھے -

مزار: شاہ چاند اولیاء کا مزار پُر انوار دریائے سری ماتی کے ساحل پر پٹیہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے[1] -

---

۱ - ہسٹری آف صوفیزم ان بنگال صفحہ ۲۶۲

Marfat.com

(۲۱)

شیخ حسین ڈھاکر پوش

حالات : شیخ حسین ڈھاکر پوش حضرت علاء الحق کے عظیم المرتبت خلفاء میں سے ہیں ۔ اپنی تعلیم اور روحانی تربیت کے بعد شیخ حسین نے پورینہ کو مرکز بنا کر ترویج اسلام کا کام شروع کیا یہیں شیخ حسین نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی ۔ جس زمانے میں کہ بنگال میں راجا گنیش کے مظالم کی چکی بڑی تیزی سے چل رہی تھی ، یہ بزرگ بھی اس کے مظالم سے نہ بچ سکے ۔ اس ظالم نے آپ کے صاحبزادے مخدوم شاہ حسین کو شہید کر دیا ۔ حضرت میر اشرف جہانگیر کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو ایک ہمدردانہ اور تعزیتی خط لکھا ۔ اس خط میں تحریر فرمایا :

''جو لوگ اللہ کے راستے پر چلتے ہیں ، ان کو بہت سی آفات ارضی و سماوی کو سہنا پڑتا ہے ، اور مختلف تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ..... امید ہے کہ انشا اللہ تعالیٰ سہروردیہ اور سابقہ صوفیائے کرام کے روحانی فیض سے بہت جلد یہ اسلامی قلمرو بدبخت کافروں سے آزاد ہو جائے گی ، شاہی فوج یہاں کی روانہ کی جا رہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی مدد کر سکے اور یہ نتائج ظاہر ہوں ۔

میرے مخدوم زادے جو کہ گلستان علائی اور [illegible] کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں ، میں انہیں اس درویش کی حمایت کا مکمل یقین دلاتا ہوں ۔''

Marfat.com

شیخ حسین کی بیوی ، بی بی کمال بھی ایک ولیہ خاتون تھیں ، اور سونے کاکو ضلع گیا کی رہنے والی تھیں ، بی بی کمال کے والد کا نام سلیمان لنگر زمین تھا ، اور ان کی والدہ بی بی جدہ مشہور جتولی صوفی مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت کی صاحبزادی تھیں۔۱ -

۱ - یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال صفحہ ۱۱۱ سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

مولانا شیخ حمید دانشمند

حالات : سرکار شریف آباد میں ، ضلع بردوان کے شمال میں ایک قصبہ منگل کوٹ ہے جو اپنی علمی خصوصیات کی بنا پر علمی اہمیت رکھتا ہے ، اسی قصبے میں مولانا شیخ حمید الدین قاضیوں کے خاندان میں پیدا ہوئے ، آپ کے جد اعلیٰ قاضی ضیاء الدین مشہور بہ احمد سالار شاہ صفی الدین کے ہمراہ بنگال تشریف لائے ، مولانا حمید الدین کو ان کے والدین نے تعلیم پانے کے لیے لاہور بھیجا جہاں انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل کی ، ظاہری علوم میں آپ کو صوفیہ مخالف بنا دیا اتفاق سے اسی زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی[1] بھی لاہور میں تھے ، لیکن صوفیہ کے بالطبع مخالف ہونے کی وجہ سے مولانا شیخ حمید کبھی حضرت مجدد صاحب

---

۱ - حضرت مجدد الف ثانی کا اسم گرامی احمد ، لقب بدر الدین ، کنیت ابوالبرکات اور عرف امام ربانی تھا ، آپ کے والد کا نام شیخ عبدالاحد تھا ، جو حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے مرید و خلیفہ تھے ، حضرت مجدد الف ثانی کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ جون ۱۵۶۴ء — ۹۷۲ھ کو سرہند میں ہوئی ، ابتداء حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی ، پھر سیالکوٹ میں مولانا [illegible] کشمیری سے تعلیم حاصل کی ، اور حدیث و تفسیر کی تعلیم [illegible] بدخشانی سے حاصل کی ، حصول تعلیم کے بعد آپ [illegible] رہے ، اکبر آباد سے واپسی پر آپ کی شادی [illegible] شیخ سلطان کی صاحبزادی سے ہوئی ، ۱۰۰۸ھ — ۱۵۹۹ء میں آپ نے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۴ پر)

Marfat.com

سے نہ ملے ، علوم رسمیہ کی تکمیل کے بعد آپ دھلی تشریف لائے اور مفتی لشکر مولانا عبدالرحمن کابلی ۱ کے مکان پر ٹھہرے ، یہاں اتفاقاً آپ کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانی سے ہو گئی ، کچھ گفتگو اور بحث کے بعد آپ حضرت مجدد الف ثانی کے اس قدر معتقد ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ کر آن کی خدمت میں رہنے لگے ، حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ایک سال تعلیم باطنی دینے کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا ، اور اپنے مرشد کی کھڑاویں اپنی دستار میں لپیٹ کر اپنے وطن منگل کوٹ واپس ہوئے اور ساری عمر منگل کوٹ میں رشد و ہدایت میں مصروف رہے -

شاہجہاں کی عقیدت : مشہور ہے کہ شاہ جہاں آپ کا بے حد معتقد تھا ، جب وہ منگل کوٹ آیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

(صفحہ ۱۶۳ کا بقیہ حاشیہ)
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے بیعت کی ، اور ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے ، خلافت کے بعد آپ اپنے شیخ کے ارشاد پر لاہور میں ارشاد و ہدایت کرتے رہے ، ۱۰۱۲ھ—۱۶۰۳ء میں اپنے شیخ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے وطن سرہند میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا ۱۰۲۹ھ—۱۶۱۹ء میں آپ کے مجددانہ فیوض و برکات ہندوستان اور ہندوستان کے باہر پھیل چکے تھے ، جہانگیر نے آپ کو ظالمانہ طریقے پر ایک سال تک قلعۂ گوالیار میں قید رکھا ، آخر اپنی غلطی پر نادم ہو کر معافی کا خواہاں ہوا اور آپ کو رہا کر دیا ، آخر میں جہانگیر آپ کا بے حد معتقد ہو گیا تھا ، ۲۸ - صفر ۱۰۳۴ھ—۱۶۲۴ء کو آپ واصل الی اللہ ہوئے -

حضرت مجدد الف ثانی کی تصانیف میں رسالہ تہلیلیہ ، رسالہ اثبات النبوۃ ، رسالہ مبدء و معاد ، رسالہ آداب المریدین ، رسالہ معارف لدنیہ ، رسالہ ردالشیعہ ، تعلیقات العوارف ، شرح
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۵ پر)

۱ - حاشیہ صفحہ ۱۶۶ پر

Marfat.com

مستفیض ہوا ، اور آپ کے مدرسے اور خانقاہ کے لیے اسّی ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا فرمان جاری کیا ۔

حضرت مجدد الف ثانی کے خطوط : حضرت مجدد الف ثانی کی مکتوبات میں حضرت مجدد کے کئی خطوط مولانا شیخ حمید الدین کے نام ملتے ہیں ، پہلی جلد میں ایک مکتوب نمبر ۲۲۰ اور جلد ثانی میں ایک مکتوب نمبر ۴۶ آپ کے نام ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی کو آپ کا خاص خیال تھا ، ایک خط میں

(صفحہ ۱۶۴ کا بقیہ حاشیہ)

رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ ، مکتوبات امام ربانی (تین جلدیں) مشہور ہیں ، آپ کا مزار مبارک سرہند میں زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

آپ کے حالات حسب ذیل کتابوں میں ملتے ہیں

(۱) نزار الاولیاء ، از مولوی مظفر حسین ، صفحہ ۳۳ - ۳۵ (۲) علماء ہند کا شاندار ماضی صفحہ ۱۶ - ۳۱۹ (۳) سفینۃ الاولیاء صفحہ ۲۲۷ - ۲۳۸ (۴) رود کوثر از شیخ محمد اکرام ، صفحہ ۲۰۹ - ۲۸۵ (۵) زبدۃ المقامات (۶) حضرات القدس جلد دوم (۷) مفتاح التواریخ ، صفحہ ۲۳۰ - ۲۳۱ (۸) حدائق الحنفیہ ، صفحہ ۴۰۵ - ۴۰۶ (۹) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ، صفحہ ۶۰۰ - ۶۰۹ (۱۰) ابجد العلوم ، صفحہ ۸۹۸ - ۹۰۰ (۱۱) انوار العارفین ، صفحہ ۳۷۹ - ۳۸۷ (۱۲) توزک جہانگیری ، صفحہ ۲۰۰ - ۲۰۵ (۱۳) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ، صفحہ ۴۱ - ۵۳ (۱۴) سوانح حضرت مجدد الف ثانی از محمد احسان اللہ عباسی (۱۵) حیات ثانی از محمد قربان

(یہ تمام تفصیل تذکرۂ صوفیائے سندھ کے صفحہ ۵۱ سے ماخوذ ہے ، تصانیف کی تفصیل تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۹۰ و ۹۱ سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

شکایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا :

''اخوی رشید میاں شیخ حمید ، عجب انزوا اختیار نمودند کہ سلام و پیام را ہم آنجا گنجایش کمتر است ، دریں ہفت و ہشت سال یک کتابت از جانب شما رسیدہ ، آنہم ناتمام و بے سر انجام کتابت ہا کہ ازیں جانب میرود معلوم نیست کہ بشما می رسد یا نہ ۔

اسی خط میں آگے چل کر تحریر فرمایا کہ میں شیخ عبدالحی[1] کو جو پانچ

(صفحہ ۱۶۴ کا حاشیہ)

۱ - مفتی عبدالرحمن حنفی کابلی اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے ، فقہ ، اصول فقہ اور ادب میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے ، وہ عہد شاہجہاں میں شہر آگرہ میں مفتیٔ عسکر مقرر ہوئے ، اور جب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی آگرہ تشریف لائے تو آن کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ۔ (نزہۃالخواطر جلد ۵ ، صفحہ ۲۱۴)

۱ - شیخ عبدالحی حصاری بن خواجہ چاکر حنفی الحصاری علم و فضل کے اعتبار سے غیر معمولی شہرت رکھتے تھے ، ان کا اصل وطن حصار شادمان نواح اصفہان میں تھا ، وہ اپنے وطن سے ہندوستان آئے اور حضرت مجدد الف ثانی کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے ، صاحب نزہۃ الخواطر کا بیان ہے کہ وہ جلیل القدر عالم اور صاحب مقامات عالیہ تھے ، اور اس زمانے میں تقوی اور تورع میں ان کی نظیر نہ تھی ، وہ اپنے طریقے پر مضبوطی سے مستقیم تھے ، آخر عمر میں وہ پٹنہ میں مقیم ہو گئے تھے ، ان کی تصانیف میں نور الخلائق ہے ، جس میں انھوں نے اپنے شیخ کے مکاتیب کو جمع کیا ہے ، اس میں ۹۹ مکتوب ہیں ، جو مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی کی دوسری جلد ہے ، یہ مکتوبات انھوں نے ۱۰۲۸ھ — ۱۶۱۹ء میں جمع کیے تھے ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر)

Marfat.com

سال میرے ساتھ رہے ہیں ، تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تا کہ تمہارے حالات سے آگاہی حاصل کریں ، اور آیندہ کے لیے مناسب مشورے دیں ۔

وفات : مولانا حمید الدین دانشمند نے منگل کوٹ میں وفات پائی ، آن کا مزار اب شکستہ حالت میں ہے ، مزار کے قریب ایک مسجد ہے[1] ۔

(صفحہ ۱۶۶ کا بقیہ حاشیہ)

شیخ عبدالحی نے ۱۰۷۰ھ — ۱۶۵۹ء میں وفات پائی ۔
(نزھۃ الخواطر جلد ۵ ، صفحہ ۲۱۲ — ۲۱۳ و خزینۃ الاصفیاء جداول ، صفحہ ۶۳۶ — ۶۳۸)

۱ - یہ تمام تفصیل حضرات القدس سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

Marfat.com

خان جہاں

خان جہاں جو خان جہاں خان اور خان جہان عالی کے نام سے موسوم ہیں بنگال کے زبردست صوفی و مجاہد گزرے ہیں ۔ ترویج اسلام کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۔ روایات کے مطابق موجودہ کھلنا کو ، جو اس زمانے میں ایک دشوار گزار مقام تھا ، خان جہان نے ہی فتح کیا تھا ۔ اور فتح کرنے کے بعد اس علاقے میں اسلام کی اشاعت بھی انہی کا کارنامہ ہے ۔ ان کے مزار کے کتبے سے پتا چلتا ہے کہ ترویج اسلام کے سلسلے میں ان کا نام سب سے پیش پیش ہے ۔ خان جہان کا مقبرہ ۸۶۳ھ — ۵۹ - ۱۴۵۸ء میں تعمیر کیا گیا تھا ۔ اس مقبرے کو ان کے ایک عقیدت مند مرید محمد طاہر نے ، جو پیر علی کے نام سے موسوم ہیں ، تعمیر کرایا تھا ۔ پیر علی پہلے ایک برہمن تھے اور بعد میں خان جہان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تھے ۔ ہر سال آپ کے مزار پر عرس ہوتا ہے اور ہندو مسلمان مل جل کر اس میں شرکت کرتے ہیں ۔

یہ عرس ہر سال چیت کے مہینے میں ہوتا ہے[1] ۔

۱ ۔ سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۲۳ — ۱۲۴ مصنفہ ڈاکٹر محمد عبدالرحیم

Marfat.com

Marfat.com

(۲۴)

مخدوم شاہ دولہ شہید

حالات : حضرت مخدوم شاہ دولہ شہید ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی حضرت معاذ بن جبل کی اولاد سے ہیں ۔ وہ جب یمن سے عازم ہندوستان ہوئے تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت جلال الدین بخاری سے ہوئی ، جنہوں نے ان کو دو کبوتر دیے ۔ ان کا جہاز مشرق کی طرف چلتا رہا یہاں تک کہ شہزاد پور ضلع پٹنہ میں آ کر رکا ۔ شاہ دولہ اور ان کے رفقاء ، یہیں سکونت پذیر ہو گئے ۔ ایک مسجد تعمیر کی اور تبلیغی کاموں میں مصروف ہو گئے ۔ یہاں کا راجا جو کہ پورے بہار اور بنگال کا مالک تھا ، غیر ملکی لوگوں کی نوآبادی کے خلاف تھا ۔ اس نے آپ کے اس علاقے میں آباد ہونے پر مزاحمت کی ۔ حضرت شاہ دولہ اور آپ کے بیشتر رفقاء شہید ہو گئے ۔ شاہ دولہ کی ہمشیرہ نے ایک تالاب میں کود کر جان دے دی تاکہ وہ ہندوؤں کے مظالم سے اپنی عزت کو محفوظ رکھ سکیں ۔ کسی دن سے اس تالاب کا نام " ستی بیر گھاٹ " پڑ گیا ۔ آپ کا سر مبارک بہار لے جایا گیا اور راجا نے وہاں کے مسلمانوں پر اپنی رواداری اور انصاف کا سکہ جمانے کے لیے اس کو دفن کرا دیا اور ایک مسجد بھی تعمیر کرائی ۔

ادھر ان کے مریدوں نے جسم کے باقی حصے کو شہزاد پور میں دفن کر دیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی ۔ آپ کا مزار مبارک خاص و عام کی دلچسپی کا مرکز ہے ۔

مزار : حضرت شاہ دولہ کا مزار پر انوار اور ان کی خانقاہ شہزاد پور ضلع پٹنہ میں واقع ہے ۔ شہزاد پور کی مسجد جس کے متعلق

Marfat.com

یہ خانقاہ ہے ، اس کو ۲۲۷ بیگھے معاف کی زمین وقف ہے، -

۱ - یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

(۲۵)

شاہ میر ڈھاکر علی

حالات : مقامی روایات کے مطابق شاہ میر ڈھاکر علی شیخ حمید دانشمند کی وفات کے کچھ سال بعد منگل کوٹ تشریف لائے ، اور منگل کوٹ ھی میں رشد و ھدایت کی شمع روشن کی ، اور یہیں وفات پائی ۔

آپ سے بہت سی کرامتیں منسوب کی جاتی ھیں ۔

Marfat.com

Marfat.com

سیدنا حضرت ذاکر علی

حالات : سیدنا ذاکر علی سلسلۂ قادریہ کے بزرگوں میں تھے ، وہ ۱۷۶۴ء — ۱۱۷۸ھ میں اپنے والد اور دوسرے عزیزوں کے ساتھ ایک غیبی اشارے کی بنا پر بنگال آئے ، اور منگل کوٹ ضلع بردوان میں سکونت پذیر ہوگئے ، چند روز کے بعد آپ کے والد اور دوسرے اعزاء تو بغداد واپس چلے گئے لیکن سیدنا ذاکر علی ، ان کے بھائی سیدنا روشن علی ، ان کے بھتیجے سیدنا طفیل علی یہیں رہ گئے ، پھر سیدنا روشن علی نے بہار کے ضلع پورینہ میں اقامت اختیار کی اور وہاں مقیم ہو کر سلسلۂ قادریہ کے فیوض و برکات کو عام کیا ، سیدنا حضرت ذاکر علی اور آن کے بھتیجے سیدنا طفیل علی نے منگل کوٹ میں رہ کر بنگال میں سلسلۂ قادریہ کی تعلیمات کو فروغ دیا . وہیں انھوں نے ایک خانقاہ تعمیر کی . اسی خانقاہ میں شمع معرفت کے پروانے ان کے گرد جمع ہوتے تھے اور وہ معرفت الٰہی کی راہیں ان پر وا کرتے تھے ۔

سیدنا ذاکر علی اکیاسی سال کی عمر میں ۱۱۷۸ھ — ۱۷۶۴ء میں رحمت حق سے پیوست ہوگئے ۔ آن کے بعد آن کے بھتیجے سیدنا شاہ طفیل علی ، جو آن کے داماد بھی تھے ، ان کی جگہ رونق افزائے مسند رشد و ہدایت ہوئے ۔ سیدنا شاہ طفیل علی نے اپنی پہلی بیوی کی وفات پر ، جو سیدنا ذاکر علی کی صاحبزادی تھیں دوسری شادی مولانا بہا گلپوری[1] کے ممتاز خلیفہ دیوان سید رجی البلخی (

۱ - مولانا شہباز محمد بہا گلپوری بن محمد بن خضر بن علی بن علی بن اسماعیل بن

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۶ پر)

Marfat.com

شہید) کے خاندان میں کی ، اس کے بعد ان کا زیادہ وقت مدنا پور میں گزرا ، وفات سے کچھ دن پہلے وہ مدنا پور ھی میں تھے ، لیکن جب انھوں نے بیماری سے مایوسی محسوس کی تو اپنے مرشد کے قریب مدفون ھونے کے لیے منگل کوٹ روانہ ھوگئے ، ابھی منگل کوٹ پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ راستے ھی میں وفات ھوگئی ، نعش مبارک منگل کوٹ لائی گئی اور ۱۸۳۶ء — ۱۲۵۲ھ میں آپ وھیں مدفون ھوئے۔

سیدنا حضرت طفیل علی کے بعد ان کے صاحبزادے سیدنا مہر علی قادری نے جو حضرت اعلی حضور کے لقب سے مشہور تھے مسند ارشاد کو رونق بخشی ، ان کی ولادت با سعادت ۱۸۰۸ء — ۱۲۲۳ھ میں مدنا پور میں ھوئی ، اور وھیں انھوں نے ارشاد و تلقین کی محفل گرم کی ، وہ بردوان ، مرشد آباد ، بیر بھوم ، ھگلی بانکورا اور اطراف مدنا پور کا دورہ کر کے

(صفحہ ۱۷۵ کا بقیہ حاشیہ)
اسحاق بن سعدی بن یعقوب بن محمد بن محمود بن مسعود بن احمد حسینی لاھوری ثم بھاگلپوری ، شیخ کمال الدین حسینی ترمذی کی اولاد میں سے تھے، یہ ۹۵۳ھ — ۱۵۴۶ء میں بہار کے ایک موضع دیورہ میں پیدا ھوئے ، اور شیخ شاہ محمد دیوری سے تعلیم حاصل کی ، پھر شیخ یسین سلہانوی کے دست حق پرست پر بیعت ھو کر بھاگلپور میں منتقل ھو گئے، اس وقت آن کی عمر تیس سال کی تھی ، وہ ھمیشہ درس و تدریس میں مشغول رھتے ، درس و تدریس میں آنھیں اس قدر انہماک تھا کہ آنھوں نے مرض الموت میں بھی درس و تدریس کو نہ چھوڑا ، وفات سے کچھ پہلے وہ مشکوۃ شریف کا درس دے رھے تھے ، جیسے ھی درس سے فارغ ھوئے آن کی وفات ھو گئی۔

"در منثور میں ھے کہ مولانا شہباز بھاگلپوری نے ۱۶ صفر ۱۰۵۰ھ — ۱۶۴۰ء میں بھاگلپور میں وفات پائی اور وھیں مدفون ھوئے ، لیکن گنج ارشدی میں ان کا سنہ وفات ۱۰۶۰ھ — ۱۶۴۹ء منقول ھے۔
(نزھۃ الخواطر جلد ۵ ، صفحہ ۱۶۹ بحوالہ "در منثور و گنج ارشدی)

Marfat.com

لوگوں تک اصلاح و ہدایت کا پیغام پہنچاتے رہے ۔ علوم ظاہری اور عرفان باطنی کو عام کرنے کے لیے انہوں نے مدنا پور میں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد رکھی ۔

۱۸۶۸ء — ۱۲۸۵ھ میں سیدنا مہر علی قادری واصل باللہ ہوئے ، ان کے بعد حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس الظہر مرشد علی القادری نے اس مسند کو زینت بخشی ، وہ ۱۸۵۲ء — ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے ۔ ان کی عمر سولہ سال کی تھی کہ جب وہ مسند ارشاد کی زینت بنے ، آخر میں یہاں میں مقیم ہوگئے تھے ۔ لیکن ۱۹۰۱ء — ۱۳۱۰ھ میں اپنی وطن لے گئے اور مدنا پور میں مدفون ہوئے ۔

ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ارشاد علی جو سید حضور مولا کے لقب سے مشہور ہیں ان کے جانشین ہوئے ، آپ کی ولادت ۱۸۸۳ء — ۱۳۰۱ھ اور وفات ۱۹۵۳ء — ۱۳۷۳ھ میں ہوئی ۔

۱ - یہ تمام حالات روداد کولسر صفحہ [illegible] (انگریزی) اور مذاکرہ قطب العالم [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

قاضی رکن الدین سمرقندی

حالات : بنگال کے پہلے مسلم عالم و صوفی جن کے مکتوبات ہم تک پہنچے ہیں وہ قاضی رکن الدین سمرقندی ہیں ، آپ نے سنسکرت کتاب ''امرت کنڈ'' کا ، جو یوگی طرز زندگی پر ہے ، پہلے فارسی میں ترجمہ کیا ، پھر عربی میں ۔ اس کتاب کے ترجمے کی وجہ یہ تھی کہ کس زمانے میں یہ کتاب اہل علم اور فلسفیوں میں مستند مانی جاتی تھی ، جب مسلمانوں نے ہندوستان کے علاقے فتح کیے ، اور اسلام کی عظمت کا علم شمالی ہند میں نصب ہو گیا تو اس کی خبر کامروپ تک پہنچی جو کہ ہندوستان کی مشرقی سرحد ہے اور جہاں ہندوؤں کے بڑے بڑے مندر ، علماء اور فلسفی رہتے تھے ، ان میں سے ایک فلسفی جس کا نام بوجر برہمن تھا اسلامی مبلغین سے مناظرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ جب وہ لکھنوتی پہنچا تو اس زمانے میں سلطان علی مردان شاہ کی حکومت تھی ۔ وہ

۱ - یہ قاضی رکن الدین سمرقندی اغلباً قاضی رکن الدین ابو حامد محمود بن محمد العمیری سمرقندی ہیں جو کہ ایک مشہور حنفی فقیہ صوفی اور ایک متبحر عالم اور کتاب الارشاد کے مصنف تھے ۔

۲ - ملک عز الدین خلجی کو قتل کر کے علی مردان خلجی مسند پر قابض ہوا ، اور سلطان علاء الدین کا لقب اختیار کیا ، اس کا خطبہ اور سکہ جاری کیا ، اور خود کو مسند پر بٹھا کر ظلم و بدعت کو اپنا شعار بنایا ، دو سال حکومت کرنے پائے تھے کہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۸۰ پر)

Marfat.com

جمعہ کے دن لکھنوتی میں داخل ہوا ، اور اس نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کون مسلمان صوفی رہتا ہے ؟ لوگوں نے اس کو قاضی رکن الدین کی جائے سکونت کا پتا دیا ، بوجر برہمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور اس نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا پیغمبر کون ہے ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پیغمبر ہیں - پھر اس نے پوچھا کہ کیا یہ وہی پیغمبر ہیں کہ جنہوں نے روح کے بارے میں کہا ہے کہ وہ میرے رب کے حکم سے ہے ؟ قاضی صاحب نے کہا ہاں یہ وہی پیغمبر ہیں - پھر اس نے کہا کہ ہم نے ان پیغمبر کے متعلق اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے متعلق ''برہمنہ'' میں پڑھا ہے -

بوجر برہمن کا قبول اسلام : پھر بوجر برہمن نے تھوڑی سی گفتگو کے بعد اسلام قبول کر لیا ، اور اسلامی علوم کی قاضی رکن الدین سے تعلیم حاصل کی ، اور ان میں یہاں تک کمال حاصل کیا کہ وہاں کے مسلم علماء نے اس کو مفتی تسلیم کر لیا -

بوجر برہمن یوگی نے اسی زمانے میں 'امرت کنڈ' نامی کتاب قاضی رکن الدین کی خدمت میں پیش کی ، آپ نے اس کو نہ صرف پڑھا بلکہ اس میں لکھے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے یوگ کے آخری درجے تک پہنچ گئے ، اس کتاب کا مضمون فلسفۂ یوگ ہے ، اور اس میں مختلف طریقے بتائے گئے ہیں کہ کس طرح انسان نفس کشی کر کے روحانی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے ، اس کتاب کا فارسی ترجمہ اسی زمانے میں کیا گیا ، جس کا نام '' حوض الحیاۃ '' ہے پھر فارسی سے اس کتاب کا ترجمہ عربی میں ہوا ، جس کا نام صاحب کشف الظنون نے

(صفحہ ۱۷۹ کا بقیہ حاشیہ)

افواج سلطانی دہلی سے پہنچیں ، اور خلجیوں نے افواج شاہی سے متفق ہو کر ملک عزالدین کا انتظام اس سے لیا ، پھر اس ملک کی حکومت ملک غیاث الدین خلجی کو ملی -
(ریاض السلاطین صفحہ ۶۹)

Marfat.com

''مراۃ المعانی فی ادراک العالم انسانی'' لکھا ہے۱ اس کتاب کا تذکرہ شیر خاں لودھی نے بھی تذکرۂ مراۃ الخیال میں کیا ہے، اور اس کے کچھ اقتباسات بھی دئے ہیں۲ ۔

امرت کنڈ کا فارسی ترجمہ بنگال و آسام میں فارسی کی سب سے پہلی کتاب ہے جو چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی ۔

ان واقعات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مسلم علما و صوفیہ نے مقامی کلچر پر اسلام کا اثر پھیلانا شروع کر دیا تھا، پھر جیسے ہی بنگال میں اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انہوں نے غیر مسلم سادھوؤں اور پنڈتوں سے اسلام کے متعلق مناظرے کیے، اور انہیں دلائل سے قائل کر کے مشرف بہ اسلام بنایا، پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان مسلم علما نے مقامی زبانوں کا علم حاصل کیا، اور دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا، چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ قاضی رکن الدین سمرقندی نے نہ صرف امرت کنڈ نامی کتاب کا ترجمہ کیا بلکہ اس فلسفہ پر عمل کر کے بھی دیکھا، اور اس میں نمایاں مقام حاصل کیا ۔

وفات : قاضی رکن الدین سمرقندی، سلطان علاء الدین علی مردان کے عہد حکومت میں لکھنوتی میں رہے اور آپ حکومت کی طرف سے عہدۂ قضا پر فائز رہے، اس کے بعد آپ اپنے آبائی وطن چلے گئے ۔

۱ ۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ لیڈن کے کتب خانے میں موجود ہے، اس کا رونو گراف عکس جناب قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے ۔ (رسالہ اردو [illegible])

۲ ۔ اس کتاب کے فارسی اور عربی ترجمے کے متعلق تمام [illegible] نبی بخش خاں بلوچ، پروفیسر سندھ یونیورسٹی کے [illegible] بنگال کے فارسی ادب کی ایک اہم تصنیف'' [illegible] رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۵۲ء سے لی گئی ہے ۔

Marfat.com

قاضی رکن الدین سمرقندی نے ۹ جمادی الثانی ۶۱۵ھ — ۱۲۱۸ء میں بخارا میں وفات پائی۳ -

۳ - یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال ، صفحہ ۶۳ سے بحوالۂ جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جلد اول ۵۳، حصۂ اول ، صفحہ ۴۶ تا ۵۵ سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

(۲۸)

شیخ رفقة الدین

حالات : شیخ رفقة الدین حضرت نور قطب عالم کے بڑے صاحبزادے تھے ، اپنی عظمت درویشانه کے باوجود نہایت متواضع ، منکسر اور صاحب حال بزرگ تھے ۔

شیخ حسام الدین مانک پوری کا بیان ہے که وہ فرمایا کرتے تھے ۔ " واللہ میں بازاری کتے سے بھی اپنے آپ کو کمتر پاتا ہوں ۔"

شیخ عبدالحق محدث دھلوی صاحب اخبار الاخیار کا بیان ہے که ایک دفعه میں نے شیخ رفقة الدین کا یه قول که " میں اپنے آپ کو بازاری کتے سے بھی کمتر پاتا ہوں " اپنے والد سے نقل کیا ، انہوں نے سن کر فرمایا که میں نے اپنی تمام عمر میں یه کلمه اپنے حسب حال پایا ہے ۔

۱ - اخبار الاخیار صفحه ۱۶۵ — ۱۶۶

Marfat.com

Marfat.com

روشن آرا

بشیر شاٹ سب ڈویژن کے چوبیس پرگنے میں کشوریا نامی جگہ میں بی بی روشن آرا کا مزار واقع ہے ۔ مقامی روایت کے مطابق بی بی روشن آرا مکہ میں ۱۲۷۹ء میں پیدا ہوئیں ۔ ان کے والد محترم کا نام سید کرم اللہ تھا اور ان کی والدہ محترمہ کا نام [illegible]۔ روشن آرا کے بڑے بھائی عباس علی اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے مشہور تھے ۔ روشن آرا تعلیم یافتہ خاتون تھیں اور اپنے بھائی اور بھاوج کے ساتھ مکہ سے ۱۳۲۱ء میں شیخ حسن شاہ کے ہمراہ دعوتی مشن پر گئیں ۔ شیخ حسن شاہ نے اپنے ۱۶۵ مریدین تبلیغ اسلام کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجے اور روشن آرا ، ان کے بھائی اور بھاوج اسی سلسلے میں بنگال تشریف لائے ۔

یہ دور غیاث الدین تغلق کا دور ہے ۔ اس علاقے میں [illegible] ان کے بھائی کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلام کی [illegible] گہری ہو گئیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا زیادہ وقت عبادت اور [illegible] ہدایت میں گزرتا تھا ۔ اس علاقے کی ساری عورتیں ان [illegible] کے لئے انہی سے رجوع کرتی تھیں اور عبادت کی [illegible] تھیں ۔ ۶۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ۔

۱ ۔ سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۰۶ [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(۳۰)

شیخ راجا بیابانی

شمس الدین الیاس شاہ (۷۵۷ ـ ۱۳۴۲ء) کے دور حکومت میں دو بزرگ بہت مشہور ہوئے ہیں ۔ یہ دونوں بزرگ اس وقت دارالحکومت میں موجود تھے اور ان کی وجہ سے اس علاقے میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری تھا ۔ ایک بزرگ کا نام نامی اخی سراج الدین عثمان تھا اور دوسرے بزرگ کا نام شیخ راجا بیابانی تھا ۔ سلطان الیاس شاہ شیخ راجا بیابانی کی بڑی عزت کرتا تھا اور ان سے حد درجہ خلوص و عقیدت رکھتا تھا ۔ اس کی عقیدت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ جب سلطان فیروز شاہ تغلق نے اس علاقے پر حملہ کیا اور الیاس شاہ ایک قلعے میں محصور تھا تو اسے شیخ راجا بیابانی کے وصال کی اطلاع ملی ۔ اس نے لباس فقیرانہ پہنا ، بھیس بدلا اور شیخ راجا بیابانی کے جنازے میں شرکت کی ۱ ۔

---

۱ ۔ (بحوالہ ریاض السلاطین صفحہ ۹۔)

Marfat.com

Marfat.com

(۳۱)

شیخ زاھد

حالات : شیخ زاھد حضرت شیخ رفیق الدین کے صاحبزادے اور حضرت نور قطب عالم کے پوتے تھے . ان کو اپنے چچا شیخ انور کے ساتھ راجا کنس نے سنار گاؤں بھجوا دیا تھا . اور یہ خاندان کے ھاتیوں شہید ھونے سے بال بال بچے تھے ، جس کی تفصیل ھم آئندہ اوراق میں حضرت شیخ نور قطب عالم کے حالات میں پیش کریں گے ۔

راجا کنس کے مرنے کے بعد جب دوبارہ زمام حکومت اس کے بیٹے جدو مسمی جلال الدین ۱ کے سنبھالی تو اس نے شیخ زاھد کو بڑی عزت و احترام سے سنار گاؤں سے پنڈوہ واپس بلا لیا ، جلال الدین بھی شاہ آپ کی بے حد عزت و احترام کرتا تھا اور اکثر مسائل میں آپ کی خدمت میں حاضر ھوتا تھا ، اس طرح حضرت شیخ نور قطب عالم کے

۱ - سلطان جلال الدین اپنے باپ راجا کنس کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا . امور مملکت و جہانبانی تو اس نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا . لیکن ھیں کہ اس کے زمانہ حکومت میں شہر پنڈوہ اس قدر آباد ھو گیا تھا کہ اس کی مثال نہ ملتی تھی . اس نے بڑے بڑے حوض ، تالاب اور سرائیں بنوائیں . اور اس کے زمانے میں سونے سے آباد ھوا . سلطان جلال الدین نے پنڈوہ میں اس کا مزار پنڈوہ میں ایک بڑے گنبد کے نیچے ھے . اس کی بیوی بچوں کی قبریں بھی اس کے پہلو میں ھیں ۔
(ریاض السلاطین صفحہ ۱۱۶ — ۱۱۱)

Marfat.com

وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو آپ نے ان کے متعلق اپنے صاحبزادے شیخ انور سے فرمائی تھی کہ شیخ زاہد کی نیکیوں کا ڈنکا قیامت تک بجتا رہے گا۔

وفات : شیخ زاہد نے ۱۷ ربیع الاول ۸۶۰ھ - ۱۴۵۵ء میں وفات پائی ، اُن کی تاریخ وفات '' حب دنیا چیزے نداشت '' سے نکلتی ہے۔

شیخ زاہد کا مزار پر انوار چھوٹی درگاہ کے حدود میں پنڈوہ میں ہے ۱ -

۱ - یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال - صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۹ اور ریاض السلاطین سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

(۳۲)

شاہ زید

حالات : شاہ زید چاٹگام کے ان بارہ مشہور اولیاء میں سے ایک ہیں جن کی عظمت و شہرت سے یہ ضلع گونجتا ہے ۔ عام طور پر خیال ہے کہ وہ اب سے تین چار سو سال قبل حیات تھے ۔

آن کا مقبرہ کندر ہاٹ ریلوے اسٹیشن شمال مغربی جانب دو میل پر تھانہ مرس واری میں واقع ہے ۔

اس مقبرے کے لیے ایک بڑی جائداد وقف ہے جو بنگال کے نوابوں نے اس کے لیے وقف کی تھی ، اس جائداد کا ایک چھوٹا حصہ معاش کا ہے جو اس خانقاہ کے متولی کے لیے مختص ہے۱ ۔

۱ - ہسٹری آف صوفازم ان بنگال صفحہ ۲۶۰ — ۲۶۱

Marfat.com

Marfat.com

حضرت سراج الدین (اخی سراج)

حالات : بنگال میں جس بزرگ نے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی اشاعت کی، وہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے خلیفہ سراج الدین اخی سراج تھے۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ سراج الدین اوائل شباب میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

۱ - حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ
مہ۔ آپ کے والد کا نام نامی احمد اور آپ کے دادا کا نام علی تھا۔
جو بخارا کے رہنے والے تھے۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا
لقب ہے۔ آپ کے دادا علی بخاری اور نانا خواجہ عرب دونوں غزنی
سے آکر کچھ دن لاہور میں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے سلطان
سکونت پذیر ہوئے۔ ہدایوں ہی میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ
۶۳۳ھ — ۱۲۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ جب آپ سلطان کے
والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے
باوجود غربت و افلاس کے آپ نے تعلیم پائی۔
ہی میں ہوئی۔ یہیں آپ نے مولانا علاء الدین
کی۔ پھر آپ کی والدہ آپ نے تعلیم کے لئے
نے مولانا شمس الدین دامغانی سے
پڑھے، پھر مولانا کمال الدین زاہد سے

اسی زمانے میں جب کہ آپ ہدایوں میں

Marfat.com

کی خدمت میں لکھنوتی سے آئے ، اور اس شان سے آئے کہ اگرچہ علوم ظاہری سے بے بہرہ تھے مگر دل کی دنیا طلب و شوق سے آباد تھی ، آنے کے بعد حضرت محبوب الٰہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر آپ کے

(صفحہ ۱۹۳ کا بقیہ حاشیہ)

سے تعلیم حاصل کر رہے تھے ، اور اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ ابوبکر نامی قوال ملتان سے آپ کے استاد مولانا علاء الدین اصولی کی خدمت میں آیا ، اور وہاں کے بزرگوں کا تذکرہ کرنے لگا ۔ اس نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے سامنے گا رہا تھا ، جب میں اس مصرعے پر پہنچا :

لقد لسعت حیۃ الھوی کبدی

تو اتفاق سے مجھے دوسرا مصرع یاد نہ آیا ، انہوں نے فوراً ہی مجھے دوسرا مصرع بتایا ، پھر وہ ان کی عبادت و ریاضت کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ان کی ریاضت و عبادت حد سے باہر ہے ، یہاں تک کہ ان کی کنیزیں بھی چکی پیستے ہوئے ذکر الٰہی کرتی ہیں ، اس طرح کی وہ بہت سی باتیں ان کے متعلق بہت دیر تک بیان کرتا رہا ، پھر اس نے کہا کہ میں ملتان سے اجودھن (پاک پٹن) گیا ، میں نے وہاں ایک ماہتاب ولایت کو دیکھا ، جس نے اپنی تابانی اور درخشانی سے عالم کو منور کر رکھا ہے ، ابوبکر کی زبان سے بابا فرید گنج شکر کا ذکر سن کر حضرت خواجہ محبوب الٰہی کے دل میں ان کی محبت کا چراغ روشن ہو گیا ، اور یہ کیفیت ہوئی کہ آپ چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے بابا فرید گنج شکر کا ذکر کرتے تھے۔

جب سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلی تشریف لائے تو ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرے میں رہتے تھے ، اس کے قریب ہی بابا فرید گنج شکر کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کا مکان تھا ، جن کی صحبت میں رہ کر آپ کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۵ پر)

Marfat.com

ان دوستوں کے ساتھ رہنے لگے جو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں باریاب رہتے تھے۔ حضرت اخی سراج کا معمول تھا کہ جب [illegible] ہو جاتا تو لکھنوتی اپنی والدہ کی زیارت کے لیے [illegible]

(صفحہ ۱۹۴ کا بقیہ حاشیہ)

قلب میں بابا فرید گنج شکر کی ملاقات [illegible] اور [illegible] آخر آپ ۱۵ رجب ۶۵۵ھ [illegible] اجودھن (پاک پتن) حاضر ہوئے، حضرت [illegible] بیان ہے کہ جب میں نے حضرت بابا فرید [illegible] حاصل کی تو بابا فرید نے مجھے [illegible]

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی وقت [illegible] "چہار ترکی" [illegible] رکھ دی۔ میں نے چاہا کہ میں بابا فرید [illegible] لیکن میں خوف و دہشت کی وجہ [illegible] دہشت کو محسوس کر [illegible] والے کے لیے دہشت ضروری [illegible] مشرف ہوا۔ میں نے [illegible] کیا ارشاد ہوتا ہے [illegible] مشغول ہو جاؤں [illegible] فرمایا [illegible] تم اس کو بھی جاری رکھو [illegible] کرو۔

سلطان المشائخ [illegible] کی خدمت میں رہ کر [illegible] بارے تجوید سے بابا فرید [illegible] کے چھ ابواب [illegible] ریاضتوں اور مجاہدوں [illegible]

Marfat.com

حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں واپس آ جاتے ، انہوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ حضرت محبوب الٰہی کے جماعت خانے میں گزارا -

(صفحہ ۱۹۵ کا بقیہ حاشیہ)
سند خلافت سے سرفراز فرمایا ، اور دھلی جانے کی اجازت دی ، سند خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ دھلی تشریف لائے -

سیر العارفین میں ہے کہ ابتداءً آپ نے غیاث پورہ میں سکونت اختیار کی ، اس زمانے میں آپ کی خانقاہ میں فقر و فاقے اور نہایت عسرت کے ساتھ بسر ہوتی تھی ، اسی زمانے میں مولانا برھان الدین غریب اور مولانا کمال الدین یعقوب پٹنی آپ کی خانقاہ میں مصروف ریاضت تھے ، ایک دفعہ چار روز کا فاقہ ہوگیا ، پڑوس کی ایک ضعیفہ خاتون نے یہ حال دیکھ کر کچھ آٹا بھیجا ، شیخ کمال الدین یعقوب نے آٹے کو مٹی کی ھنڈیا میں ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا ، اتنے میں ایک درویش گدڑی پوش آیا ، اور کچھ کھانے کو مانگا ، حضرت محبوب الٰہی نے وہ ھنڈیا اٹھا کر درویش کے سامنے رکھ دی ، اس نے اس ھنڈیا میں سے کچھ گرم گرم لقمے منہ میں رکھے ، اور ھنڈیا کو پٹک کر یہ کہتا ہوا چلا گیا :

شیخ فرید الدین گنج شکر نعمت باطن شیخ نظام الدین اولیا ارزانی داشت ، و من دیگ فقر ظاھری او بشکستم ، حالا سلطان ظاھری و باطنی شدی

کہتے ھیں کہ اس کے بعد سے حضرت محبوب الٰہی کی عسرت اور تنگی جاتی رھی -

جب سلطان معزالدین کیقباد نے غیاث پورہ کے پاس کیلوکھڑی میں ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی ، اور اپنا محل بنوایا تو وھاں امراء اور ارا کین سلطنت کا ھجوم ھوگیا ، اور حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں لوگوں کا ھجوم رھنے لگا ، اس ھجوم کو دیکھ کر آپ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۷ پر)

Marfat.com

خلافت : جب حضرت محبوب الٰہی اپنے بعض مریدوں کو خلافت سے سرفراز فرمانے لگے تو مقربان خاص میں سے کسی نے حضرت اخی

(صفحہ ۱۹۶ کا بقیہ حاشیہ)

گھبرانے لگے ، آپ نے غیاث پورہ کی سکونت ترک کرنے کا ارادہ کیا ، ابھی آپ اسی خیال میں تھے کہ ایک خوب صورت نوجوان آیا ، اور اس نے یہ دو شعر پڑھے :

روزے کہ تو مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائے عالمے خواہد شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود
در گوشہ نشست نمی دارد سود

یہ اشعار پڑھ کر اس نے کہا کہ اول تو آدمی کو مشہور نہ ہونا چاہیے ، اور جب وہ مشہور ہو جائے تو پھر اسے کوشش کرنی چاہیے کہ کل قیامت کے دن اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ ہو ، مخلوق سے کنارہ کر کے حق کے ساتھ مشغول ہو جانا سہل ہے ، لیکن مردانگی اور مردوں کا کام یہ ہے کہ انجمن میں بھی ان کی خلوت ہو ، اور مخلوق خدا کے ہجوم کے باوجود ان کی مشغولی حق میں فرق نہ آئے ، حضرت محبوب الٰہی کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت نیت کی کہ اب میں یہاں سے کہیں نہ جاؤں گا ۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کے مجاہدات اور ریاضتوں کا یہ عالم تھا کہ :

"جوانی میں تیس سال بڑے سخت مجاہدے کئے ، [illegible] کے بعد باقی زندگی اس سے بھی سخت مجاہدوں میں [illegible] عمر صائم الدہر رہے ، رات اور دن میں [illegible] پڑھا کرتے تھے ، اگرچہ [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

سراج کا بھی نام پیش کیا ، فرمایا اس کام میں اول درجہ علم کا ہے ، اور یہ علم سے بے بہرہ ہیں ، مولانا فخر الدین زرادی ، نے یہ سنا تو آن کی اخی سراج پر رحم آیا ، انہوں نے آن کو خلافت سے محروم ہونے

(صفحہ ۱۹۷ کا بقیہ حاشیہ)

رہتا تھا ، مگر اسی سال کی عمر میں بھی کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے ، روزانہ کا طریقہ یہ تھا کہ فجر ، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد آپ جماعت خانے میں مسند رشد و ہدایت پر تشریف فرما ہوتے ، اس وقت اکابر علماء اور جلیل القدر صوفیہ کا اجتماع ہوتا ، اور آپ تصوف اور سلوک کے نہایت اہم نکات بیان فرماتے ، پھر شہر کے غرباء اور مساکین آتے ، اور آپ ان کو نقد ، غلہ اور دوسرے تحائف دیتے ، آپ کا ارشاد تھا کہ خانقاہ کی ساری چیزیں غرباء میں تقسیم کر دی جائیں ، کوئی چیز باقی رہنے نہ پائے ، ظہر کی نماز سے پہلے تناول فرماتے ، ظہر کی نماز کے بعد مجلس منعقد ہوتی ، اس مجلس میں آپ زیادہ تر علمی مسائل بیان فرماتے ، کشاف اور دوسری کتابوں کا درس بھی ہوتا تھا ، عصر کی نماز کے بعد آپ کوٹھے پر واپس تشریف لے جاتے ، وہاں ایک عام مجلس ہوتی اور حاضرین کی توانع خشک اور تر میووں اور شربتوں سے کی جاتی ، عشاء کی نماز کے لیے پھر نیچے آتے ، اور نماز پڑھ کر پھر کوٹھے پر حجرے میں چلے جاتے ، اس وقت آپ کے مرید اور خلیفہ خاص حضرت امیر خسرو آتے ، اور کچھ حکایتیں سناتے ، جن کو آپ نہایت دلچسپی سے سنتے ، تبھی عزیزوں اور رشتے داروں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آ جاتے ، جب امیر خسرو چلے جاتے تو خادم خاص وضو کا پانی لا کر رکھتا ، پھر آپ آنکھ کر دروازہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۹ پر)

۱ - حاشیہ صفحہ ۲۰۱ پر

Marfat.com

ہوئے دیکھ کر کہا کہ میں ان کو انشاء اللہ چھ ماہ میں عالم متبحر بنا دوں گا ، چنانچہ حضرت اخی سراج نے بڑی عمر میں مولانا فخرالدین

(صفحہ ۱۹۸ کا بقیہ حاشیہ)

بند کر دیتے ، پھر کیا ہوتا ، کسی کو خبر نہیں ، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ۔ صبح ہونے سے پہلے خادم حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ، آپ دروازہ کھول دیتے ، خادم حجرہ سے نکل کر آپ کا وضو کا پانی اور مسواک پیش کرتا ، آپ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے ، پھر خادم کو بلا کر کھانا دیتے ، جو بچ جاتا اسے خود تناول فرما لیتے ۔ جو بچ جاتا اسے بھی خرچ کر دیتے ۔"

حضرت محبوب الٰہی نے اپنی وفات سے چند روز پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان سے فرما رہے ہیں کہ نظام ! تم سے سفر آخرت کے لئے ہمیں روانہ ہونا ہے ، وفات سے چند روز پہلے حضرت نے بالکل چھوڑ دیا تھا ، جب کھانا کھانے کے لئے اصرار کیا جاتا تو فرمایا کہ جو کچھ کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشتاق ہوں ، وہ دنیا کا کھانا کیا کھائے ، ہمارے لئے دو پہنے کے لئے کپڑا لیا ، فرمایا :

درد مندے خلق را درد ہیچ دردے نیست

وفات کے روز نکلو خانے اور [illegible]

تھیں غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم [illegible]

[illegible]

اور در "نکلو خانے" میں [illegible]

کی تعمیر کی تھی ، [illegible]

بڑھتے ۔ اور فرمایا [illegible]

وفات سے [illegible]

لوگ ہیں ۔ اور [illegible]

Marfat.com

زرادی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ، مولانا فخرالدین زرادی نے آن کے لیے علم صرف میں ایک مختصر کتاب ''عثمانی'' بھی تالیف کی تھی ، اور

(صفحہ ۱۹۹ کا بقیہ حاشیہ)

حضرت نصیر الدین چراغ دھلی کو بابا فرید کا دیا ہوا مصلیٰ ، خرقہ ، تسبیح اور لکڑی کا پیالہ دے کر فرمایا تمہیں دھلی میں رہنا چاہیے اور لوگوں کی جفا برداشت کرنی چاہیے ، پھر صبح کو نماز پڑھی ، طلوع آفتاب کے وقت ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ — ۱۳۲۴ء کو آپ نے وصال فرمایا ، مزار مبارک دھلی میں ہے ، آپ کے روضۂ مبارک کی عمارت سلطان محمد تغلق کی بنوائی ہوئی ہے۔

چونکہ آپ نے ساری عمر تجرد میں گزاری ، اس لیے کوئی اولاد نہیں تھی ، آپ کے مشہور خلفاء میں خواجہ نصیر الدین چراغ دھلی حضرت شیخ قطب الدین منور ہانسوی ، حضرت امیر خسرو ، حضرت شیخ حسام الدین ملتانی ، حضرت شیخ برہان الدین غریب ، حضرت شیخ حسام الدین سوختہ ، حضرت شیخ حسن دھلوی ، حضرت شیخ منتجب الدین خلد آبادی ، حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر اور شیخ اخی سراج مشہور ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات کے چار مجموعے ہیں ، جن کے نام یہ ہیں :

(۱) فوائد الفواد : اس مجموعے کے مرتب خواجہ حسن سنجری ہیں ، یہ ۷۰۷ھ — ۱۳۰۷ء سے ۷۱۹ھ — ۱۳۱۹ء تک کے ملفوظات ہیں۔

(۲) افضل الفوائد : اس مجموعے کے جامع حضرت امیر خسرو ہیں۔

(۳) راحت المحبین : اس مجموعے میں آپ کے ایک نامعلوم مرید نے ۶۸۹ھ — ۱۲۹۰ء سے ۶۹۰ھ — ۱۲۹۱ء تک کے ملفوظات درج کیے ہیں۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۱ پر)

Marfat.com

مولانا رکن الدین اندر پتی[1] سے کافیہ ، مفصل ، قدوری اور مجمع البحرین پڑھی ، تحصیل علم کے بعد وہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے ان کو "آئینۂ ہند" کا خطاب دے کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔

صاحب روضۃ الاقطاب کا بیان : صاحب روضۃ الاقطاب بلاقی چشتی نے حضرت اخی سراج اور حضرت ' نصیرالدین چراغ دہلی ' کو سراج ہوئے لکھا ہے کہ

(صفحہ ۲۹۰ کا بقیہ حاشیہ)

(۴) سیر الاولیاء : سید مبارک امیر خورد کی تالیف ہے ، جس حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید تھے یہ کتاب اگرچہ حضرات چشت کے حالات میں ہے لیکن اس کے آخر حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات بھی ہیں ، امیر خورد نے اس کتاب کو ۸۰۰ھ — ۱۳۹۷ء میں مرتب کیا تھا۔

(یہ تمام حالات خزینۃ الاصفیاء جلد اول ، سفینۃ الاولیاء ، سیر الاولیاء ، سیر العارفین اور بزم صوفیہ سے ماخوذ ہیں)

صفحہ ۱۹۸ کا حاشیہ

۱ - مولانا فخرالدین زرادی سامانوی ثم الدہلوی ، اصل میں سامانہ کے رہنے والے تھے ، بچپن ہی سے علم کے حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے ، بغرض حصول علم کے لیے دہلی تشریف لائے ، اور مولانا فخرالدین ہانسوی سے تعلیم حاصل کی ، قاضی کمال الدین ہانسوی اور شیخ نصیر الدین محمود اودی بھی آپ کے ہم سبق تھے مولانا فخرالدین زرادی ابتداء صوفیہ کے انکار کرنے والوں میں سے تھے وہ عموماً سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور شیخ نصیر الدین محمود کے سامنے طعن و تشنیع سے پیش آتے تھے نصیر الدین محمود ان کو ترغیب دلاتے تھے کہ وہ

(باقی صفحہ ۲۰۵ پر)

۱ - حاشیہ صفحہ ۲۰۵ پر
۲ - حاشیہ صفحہ ۲۰۶ پر

Marfat.com

الحق کہ وے "آئینۂ ہند" بود کہ تمام ہند از وے رونق ارشاد و ہدایت بیفزود و طریق معرفت و ولایت روئے نمود ۔ اگرچہ جمیع خلفاء سلطان المشائخ صاحب مقامات عالی بودند ، اما از آنہا شیخ نصیر الدین محمود کہ چراغ دہلی و شیخ سراج الدین کہ

(صفحہ ۲۰۱ کا بقیہ حاشیہ)

محبوب الٰہی کی مجلس میں حاضر ہوں ، چنانچہ وہ ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی کی مجلس میں حاضر ہوئے ، اور ان پر جذبۂ ربانی اس قدر اثر انداز ہوا کہ نہ صرف انکار نے اقرار کی صورت اختیار کی بلکہ وہ حضرت محبوب الٰہی کے اس قدر والہ و فریفتہ ہوئے کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر حلقۂ علماء سے نکل کر درویشوں کی سلک میں منسلک ہوگئے ، اور ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ (نزھۃ الخواطر ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۱۰۴)

صاحب اخبار الاخیار نے مولانا فخرالدین زرادی کے مناقب و محامد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

وے از خلفاء شیخ نظام الدین اولیاء است ، بزرگ بود جامع علم و تقویٰ و ذوق و عشق ، در امر دین صلابتے تمام داشت ، و عظمتے و افر ۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ انہوں نے حضرت محبوب الٰہی سے بیعت ہونے کے بعد غیاث پورہ سکونت اختیار کر لی تھی ۔ اور اپنے پیر کی وفات کے بعد بہت دن تک دریائے جمنا کے کنارے جہاں اب فیروز آباد و دہلی ہے ذکر الٰہی میں مشغول رہے ، اور ایک مدت تک "بند بسینا" میں کہ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور شیروں اور وحشی جانوروں کا مسکن ہے عبادت الٰہی میں مشغول رہے ، پھر حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کے لیے اجمیر گئے ۔ اور اس کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکر کی زیارت کے لیے اجودھن (پاک پٹن) گئے ، ان کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا تھا ، اور صحرا و بیابانوں میں خدا کی عبادت کرتے تھے ۔ اور ہمیشہ روزے سے رہتے تھے ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۳ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۲ کا بقیہ حاشیہ)

ایک روز انھوں نے اپنے پیر سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے سوال کیا کہ کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہنا زیادہ مناسب ہے یا ذکر الٰہی میں ؟ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ ذکر اگرچہ جلد تر واصل ہو جاتا ہے ، لیکن اس میں زوال کا خوف رہتا ہے ، لیکن تلاوت کرنے والا اگرچہ جلد واصل نہیں ہوتا ، لیکن اس میں زوال کا خوف نہیں ہوتا ۔

شیخ نصیر الدین محمود فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ ہم ایک یا دو ماہ میں حاصل کرتے ہیں ، مولانا فخر الدین زرادی کو وہ ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے ۔

جس زمانے میں کہ سلطان محمد تغلق لکھنوتی کو فتح کر رہا تھا ، مولانا فخرالدین زرادی بنگ گئے ، وہاں سے چٹاگانگ زیارت کے لیے گئے ، وہاں سے بغداد آئے ، بغداد سے اپنے پیر دہلی کے ارادے سے کشتی میں سوار ہوئے ۔ راستے میں کشتی ٹوٹ ہوگئی ، اسی میں مولانا کی وفات ہوئی ۔

مولانا فخرالدین زرادی بات کے بڑے ، حق کے بیباک ، کسی کی ملامت کی کچھ پروا کرنے والے ، اور خانہ بدوشی کے زمانہ حق کہہ کر حق کو سربلند کرنے والے تھے ۔

اس زمانے میں کہ جب محمد تغلق لکھنوتی کو فتح کرنے بھیجوا رہا تھا ، اس نے ارادہ کیا کہ وہ ہر لشکر میں اپنا نمائندہ بھیجے ۔ اس نے مولانا فخرالدین زرادی ، خواجہ شمس الدین یحییٰ اور خواجہ نصیر الدین محمود کو قطب الدین دبیر جو حضرت کے مریدوں میں سے تھے ، ساتھ لیے ، وہ ان دونوں بزرگوں سے ملنے مولانا محمد تغلق کے پاس گئے ، جب مولانا سلطان کے پہنچے تو خواجہ قطب الدین دبیر نے ان کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۳ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۳ کا بقیہ حاشیہ)

میں دبا لیے ، اور کھڑے ہوگئے ، بادشاہ نے یہ دیکھا اور کچھ نہ کہا ، پھر بادشاہ نے مولانا زرادی سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ملعون چنگیزیوں کی اولاد کو شکست دیں ، آپ اس کام میں ہماری موافقت کریں گے؟ مولانا زرادی نے فرمایا انشاء اللہ ، بادشاہ نے کہا کہ یہ کلمۂ شک ہے ، مولانا نے فرمایا نہیں بلکہ مستقبل کے امر کے لیے یہی کلمہ بولا جاتا ہے ، بادشاہ کو اس پر سخت غصہ آیا مگر خاموش رہا ، پھر اس نے کہا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کیجیے ، تاکہ میں اس پر عمل کروں ۔ مولانا زرادی نے فرمایا کہ غصہ پیا کرو ، بادشاہ نے کہا کون سا غصہ ۔ فرمایا ہائم والا غصہ ، بادشاہ کو اس بات پر اور بھی غصہ آیا ، مگر پی گیا ، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ کھانا لایا جائے ، چنانچہ کھانا لایا گیا ، مولانا زرادی نے بہ اکراہ تھوڑا سا کھانا کھا لیا ، پھر بادشاہ نے دیناروں کی ایک تھیلی اور کچھ ریشمی کپڑے مولانا زرادی کو پیش کیے ، اس کی نیت یہ تھی کہ اگر انہوں نے یہ چیزیں نہ لیں تو میں ان کو سزا دوں گا ، چنانچہ باقی بزرگوں نے جو وہاں موجود تھے یہ شاہی تحفہ قبول کر لیا ، لیکن قبل اس کے کہ مولانا زرادی کی باری آئے ، خواجہ قطب الدین دبیر نے بڑھ کر آن کا یہ شاہی تحفہ لے لیا ، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مولانا زرادی یہ تحفہ قبول نہیں کریں گے اور ان کا قبول نہ کرنا ، آن کی بے حرمتی کا باعث ہوگا ۔ جب یہ سب بزرگ لوٹ گئے تو سلطان محمد تغلق نے خواجہ قطب الدین دبیر سے کہا کہ اے بدبخت! آج تو نے یہ حرکت کر کے میری تلوار سے فخر زرادی کو چھٹکارا دلا دیا ، خواجہ قطب الدین نے جواب دیا کہ وہ میرے آستاد ہیں ، اور میرے مخدوم کے خلیفہ ہیں ، میرے لیے مناسب یہی ہے کہ میں ان کے ادب کو ملحوظ رکھوں ، بادشاہ نے کہا ان کفر آمیز اعتقادات کو چھوڑو ورنہ میں تم کو بھی قتل کرا دوں گا ، خواجہ قطب الدین

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۵ پر)

Marfat.com

"آئینۂ ہند" است، چاشنی دیگر داشتند، و ازیں دو بزرگ بسے مردمان تکمیل و ارشاد پیدا آمدید۱ -

(ترجمہ) حق تو یہ ہے کہ وہ (حضرت اخی سراج) واقعی "آئینۂ ہند" تھے کہ تمام ہندوستان میں اُن سے ارشاد و ہدایت کی رونق بڑھ گئی، اور معرفت و ولایت کا طریقہ ظاہر ہوا، اگرچہ سلطان المشائخ کے تمام خلفاء صاحبِ مقامات عالی تھے، لیکن اُن میں سے شیخ نصیر الدین محمود "چراغ دہلی" اور شیخ سراج الدین کہ "آئینۂ ہند" ہیں، دوسری ہی چاشنی رکھتے تھے، ان دو بزرگوں سے بہت سے لوگ صاحب تکمیل و ارشاد پیدا ہوئے -

---

(صفحہ ۲۰۰ کا بقیہ حاشیہ)

نے جواب دیا کہ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہوگی اگر میں اپنے مخدوم کے لیے مارا جاؤں - (اخبار الاخیار - صفحہ ۹۱ - ۹۲)

مولانا زرادی سلطان المشائخ حضرت خواجہ محبوب الٰہی کے خلفاء میں فصاحتِ لسان، لطافت کلام اور علوم و فنون میں ممتاز درجہ رکھتے تھے - ان کے تلامذہ میں شیخ سراج الدین عثمان اودی، مولانا رکن الدین اور اُن کے لڑکے صدرالدین اندرپتی، محمد بن مبارک کرمانی اور ان کے چچا حسین بن محمود وغیرہ مشہور ہیں -

مولانا زرادی کی تصانیف میں حسب ذیل کتابوں کا پتہ چلتا ہے -

(۱) رسالہ عثمانیہ - (۲) رسالہ خمسین - (۳) کشف القناع -

(۴) اصول السماع - (نزہۃ الخواطر - جلد ۳ - صفحہ ۱۰۳)

حاشیہ صفحہ ۲۰۱ کا

۱ - مولانا رکن الدین اندرپتی علوم عربیہ کے بہت بڑے عالم تھے، انھوں نے مولانا شیخ فخرالدین زرادی سے تعلیم حاصل کی، [illegible] سے شیخ مبارک حسین کرمانی اور شیخ سراج الدین عثمان [illegible] اور دوسرے لوگوں نے تعلیم حاصل کی -

(نزہۃ الخواطر - جلد ۲ - صفحہ [illegible])

۱ - روضۃ الاقطاب صفحہ ۴۹

Marfat.com

حاشیہ صفحہ ۲۰۱ کا

۱۔ حضرت چراغ دھلی کا اسم گرامی نصیرالدین گنج اور "چراغ دھلی" لقب تھا، آپ کے دادا شیخ عبد اللطیف یزدی خراسان سے لاھور تشریف لائے، آپ کے والد شیخ محمود یحیٰ لاھور ھی میں پیدا ھوئے، پھر وہ اودھ میں منتقل ھوگئے، حضرت "چراغ دھلی" خطۂ اودھ ھی میں پیدا ھوئے، بعض نے آپ کا مقام ولادت اجودھیا، اور بعض نے بارہ بنکی لکھا ھے، حضرت چراغ دھلی نسباً حسنی سادات میں سے تھے، نو سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ نے فرمائی، والدہ کے زھد و تقوی کا اثر صاحبزادے پر بھی پڑا، آپ شروع ھی سے نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ جماعت کسی حال میں نہ چھوٹتی تھی، اسی طرح آثار ولایت و بزرگی ابتدا ھی سے آپ کے چہرے سے عیاں تھے، ابتداً، آپ نے مولانا عبد الکریم شروانی سے تعلیم حاصل کی، پھر مولانا محمد افتخار گیلانی سے علوم ظاھری کی تکمیل کی، ۳۴ سال کی عمر میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ھوکر آن کی بیعت سے مشرف ھوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۳۵۳ ۔ ۳۵۴ و سیر العارفین جلد دوم ۔ صفحہ ۴۰)

اخبار الاخیار میں ھے کہ جب خواجہ نصیرالدین سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ھوئے تو انہوں نے پوچھا تمہارا کیا مقصد ھے، اور تمہارے باپ کیا کام کرتے تھے؟ خواجہ نصیر الدین نے عرض کیا کہ میرا مقصد آپ کی درازی عمر کی دعا اور درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ھے، میرے والد چند غلاموں کے ذریعہ سے روئی کی تجارت کرتے تھے، حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا اچھا سنو، جب میں اپنے مرشد حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں رھتا تھا تو اجودھن (پاک پٹن) میں میرے ایک ھم سبق نے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۷ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۶ کا بقیہ حاشیہ)

میرے پھٹے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا کہ نظام الدین! تم نے اپنا یہ کیا حال بنایا ہے، اگر تم کچھ اور نہ کرتے، صرف اس شہر میں لڑکوں کو پڑھاتے، تب بھی ایک فارغ البال زندگی بسر کر سکتے تھے، میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اور میں اپنے مرشد حضرت بابا فرید کی خدمت میں پہنچا، انھوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا نظام الدین! اگر تمھارا کوئی دوست تمھیں اس حال میں دیکھ کر یہ پوچھے کہ تم نے اپنا یہ کیا حال بنایا ہے؟ اگر تم تعلیم دیتے تو تم کو فارغ البالی حاصل ہو جاتی تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ آپ کا ارشاد ہوگا وہی جواب دوں گا، فرمایا اس کے جواب میں یہ شعر پڑھ دینا:

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو
ترا سعادتے با او، مرا نگونساری

اس کے بعد ایک خوان طلب فرمایا، اور مجھ سے ارشاد فرمایا، اسے سر پر رکھ کر وہاں لے جاؤ، جہاں تمھارا دوست مقیم ہے، میں نے فوراً ہی ارشاد کی تعمیل کی، میرے ہم سبق نے مجھے دیکھ کر کہا تمھیں یہ صحبت اور حالت مبارک ہو۔ حضرت چراغ دہلی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی مجھے اس قسم کی بہت سی نصیحتیں فرماتے رہے۔ (اخبار الاخیار۔ صفحہ ۸۱)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے بیعت ہونے کے بعد "حضرت چراغ دہلی" ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول ہوئے، خود فرمایا کرتے تھے کہ کبھی متواتر دس روز گزر جاتے تھے، اور میں کچھ نہ کھاتا تھا، جب خواہشات کا غلبہ ہوتا تو میں کا عرق پی لیتا۔ (اخبار الاخیار۔ صفحہ ۸۱)

اس کے علاوہ اپنے شیخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۸ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۷ کا بقیہ حاشیہ)
تندھی سے کرتے ، اسی لیے آپ کو تمام درویش " نصیرالدین محمود گنج " کہا کرتے تھے ۔ (سیرالعارفین ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۴۰)

کچھ دن اپنے شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد خواجہ نصیر الدین محمود " چراغ دھلی " اپنے وطن اپنی والدہ کے پاس چلے گئے ، لیکن وھاں سے اکثر دھلی حضرت محبوب الٰہی کی زیارت کے لیے حاضر ھوتے ، وطن آنے کے بعد آپ کی خدمت میں لوگوں کا اس قدر ھجوم ھوا کہ یاد الٰہی میں فرق آنے لگا ، ایک دفعہ آپ جب حضرت محمود الٰہی کی خدمت میں دھلی حاضر ھوئے تو حضرت امیر خسرو کے ذریعہ سے حضرت محبوب الٰہی سے کہلایا کہ آپ کا یہ غلام اودھ میں پڑا ھوا ھے ، لوگوں کا اس قدر ھجوم ھوتا ھے کہ ذکر الٰہی میں خلل پڑنے لگا ھے ، اگر اجازت ھو تو کسی صحرا میں سکونت اختیار کر لوں ، تاکہ اطمینان سے عبادت الٰہی میں مشغول ھو سکوں ، حضرت امیر خسرو نے عشاء کے بعد ، جب وہ اپنے معمول کے مطابق حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں جاتے تھے ، حضرت چراغ دھلی کا یہ پیغام حضرت محبوب الٰہی سے عرض کیا ، حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا آن سے کہو کہ وہ خلق اللہ کے درمیان رھیں ، اور لوگوں کی جفاؤں کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں ، اور آس کا بدلہ لطف و عطا سے دیں ۔ (اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۸۱)

اپنی والدہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دھلی نے اپنے وطن کی سکونت چھوڑ کر مستقل دھلی میں توطن اختیار فرمایا ، اور اپنے مرشد کے خاص حجرے میں ، جو جماعت خانے میں تھا رھائش اختیار فرمائی ۔ (سیرالعارفین ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۴۰)

حضرت محبوب الٰہی نے آپ کی بہترین صلاحیتوں کو دیکھ کر آپ کو دھلی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا ، اور اپنی وفات کے وقت

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۹ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۸ کا بقیہ حاشیہ)

جو تبرکات اُن کو خواجگان چشت سے ملے تھے عطا کر کے دھلی کے لوگوں کی جفاؤں پر صبر کرنے کی وصیت فرمائی ۔

مسند رشد و ھدایت پر رونق افروز ھونے کے بعد حضرت چراغ دھلی کا تمام وقت طالبان حق کی تربیت و اصلاح میں صرف ھوتا تھا ، ھر طبقے اور مختلف شہروں کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ھوتے اور آپ اُن کی ان کے حال کے مطابق تربیت فرماتے ۔

ایک طالب علم کو جو ھدایہ ، بزودی اور کشاف پڑھ چکے تھے ، بیعت لیتے وقت ارشاد فرمایا کہ جب کوئی حلقۂ طریقت میں داخل ھو ، اُس کے لیے ضروری ھے کہ وہ آستین چھوٹی کرے ، دامن اونچا رکھے ، سر منڈائے ، آستین چھوٹی کرنے سے یہ مقصد ھے کہ گویا اُس نے اپنا ھاتھ کاٹ ڈالا ھے ، تا کہ وہ مخلوق کے سامنے نہ پھیلایا جا سکے ، دامن کے اونچا کرنے کا یہ مطلب ھے کہ گویا اُس نے اپنے پاؤں قطع کر لیے ھیں تا کہ وہ برائیوں اور اور گناھوں کی جگہ نہ جا سکے ، سر منڈانے کا یہ مطلب ھے کہ گویا اُس نے حق کی راہ میں اپنا سر کاٹ لیا ھے ، اب اس سے کوئی خلاف شریعت بات سرزد نہ ھوگی ۔ (خیر المجالس مجلس پانزدھم)

ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ھوا ، اور اس نے کسی ظلم کی شکایت کی ، فرمایا برداشت کرو ، صبر سے کام لو ، اگر کسی ظلم بھی کرے تو اُسے معاف کر دو کہ ایک درویش کا یہی شیوہ ھونا چاھیے ۔ (خیر المجالس مجلس پنجاہ و دوم)

ایک مرتبہ عرب سے ایک عالم آئے ، آپ نے اُن سے پوچھا کیا کرتے ھو ؟ انھوں نے جواب دیا مقنع بنتا ھوں ، آپ نے فرمایا شیخ احمد نہر والا بھی نور بافی کیا کرتے تھے ، پھر [illegible] نہر والا کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا کسب و [illegible] ھے ، اللہ کے ابدال جو پہاڑوں میں رھتے ھیں ، وہ پہاڑ سے لکڑی ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۰ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۰۹ کا بقیہ حاشیہ)
گھاس ، جڑی بوٹیاں اور پہاڑی میوے وغیرہ لاکر شہر میں فروخت
کرتے ہیں اور آن کی قیمت سے کھانا خرید کر واپس جاتے ہیں۔
(خیر المجالس - مجلس نوزدھم)

فرمایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ، جو اللہ اور رسولؐ نے فرمایا ہے آس کی پیروی کرنے ، اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے رک جائے۔ (خیرالمجالس - مجلس ہشتاد و یکم)

ایک دفعہ ایک لشکری آیا تو اسے مخاطب کر کے فرمایا اگر طلب دنیا میں نیت بخیر ہو تو وہ فی الحقیقت طلب آخرت ہے۔
(خیر المجالس - مجلس ہشتاد و پنجم)

آپ کی خانقاہ میں طالبوں اور مریدوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ ذرا بھی آرام لینے کی فرصت نہ ملتی تھی ، ایک روز فرمایا :

اکنوں من بارے فرصت مشغولی و خلوت ندارم ، همه روز با خلق می باید بود ، بلکه قیلوله نیز نمی شود ، قیلوله میخواهم که بکنم ، برمی کنند که آینده آمده است برخیزند -
(خیرالمجالس - مجلس دوازدهم)

ترجمہ : اب مجھے فرصت مشغولی اور خلوت کی نہیں ہے ، تمام دن مخلوق کے ساتھ رہنا پڑتا ہے ، بلکہ اکثر قیلولہ بھی میسر نہیں ہوتا (بارہا) میں قیلولہ کرنا چاہتا ہوں ، لوگ جگا دیتے ہیں کہ فلاں آیا ہے ، اٹھئے -

سلطان محمد تغلق نے اگرچہ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، لیکن آپ اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق آن تمام تکلیف کو سہتے رہے -

جب سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد ۷۵۲ھ - ۱۳۵۱ء میں سلطان فیروز شاہ کی تاج پوشی ہوئی تو حضرت شیخ نصیرالدین
(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۱ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۱۰ کا بقیہ حاشیہ)

محمود چراغ دھلی بھی ان اکابر علماء و مشائخ کے ساتھ شریک تھے جنھوں نے بالاتفاق فیروز شاہ کو محمد تغلق کا جانشین بنایا ۔ (تاریخ فیروز شاھی ۔ شمس سراج عفیف ۔ صفحہ ۲۰۹)

حضرت چراغ دھلی کی وفات کی تفصیلات تکملۂ خیر المجالس میں اس طرح بیان کی گئی ھیں کہ :

''ایک دن ظہر کی نماز کے بعد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دھلی جماعت خانے سے حجرۂ خاص میں تشریف لائے ، آپ دروازے پر کوئی دربان نہ رکھتے تھے ، آپ کے خادم خاص آپ کے بھانجے شیخ زین الدین علی تھے ، وہ کبھی آپ کے ساتھ خلوت میں ھوتے کبھی نہ ھوتے تھے ، شیخ چراغ دھلی ذکر میں مشغول تھے کہ ایک بیباک قلندر تراب نامی خلوت میں آ پہنچا ، اس کے پاس ایک چاقو تھا ، اس نے حضرت چراغ دھلی پر چاقو سے وار کرنے شروع کیے اور آپ کے جسم مبارک پر بارہ زخم لگائے ، آپ استغراق کی حالت میں تھے ، مطلقاً بچاؤ نہیں کیا ، وھاں ایک نالی تھی ، اس نالی سے خون بہنا شروع ھو گیا ، کچھ مریدوں نے خون بہتے دیکھا تو اندر آئے ، کیا دیکھتے ھیں وہ بے باک قلندر چاقو سے وار کرتا چلا جا رھا ھے ، اور آپ حرکت تک نہیں کرتے ، مریدوں نے چاھا کہ اس بدبخت کو سخت ایذا پہنچائیں ، [illegible] آپ نے پسند نہیں کیا اور اسے نہ چھوڑا تا کہ کوئی [illegible] اسے تکلیف نہ پہنچائے ، عبدالقادر [illegible] ، شیخ [illegible] طیب ، اور شیخ زین الدین علی نو ، جو آپ کے خاص [illegible] میں تھے ، اپنے پاس بلایا ، اور قسم دی کہ کوئی [illegible] ضرر نہ پہنچائے ، اور بیس تنکے اس قلندر [illegible] فرمایا کہ شاید چاقو مارنے میں اس کے ھاتھ [illegible] ھو گی

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۲)

Marfat.com

(صفحہ ۲۱۱ کا بقیہ حاشیہ)

سبحان اللہ! اہل بصیرت کو آپ کی حسن سیرت معلوم ہو کہ زندگی میں تسلیم و رضا میں کیا درجہ رکھتے تھے۔
(تکملہ خیر المجالس صفحہ ۳۱۴ - ۳۱۵)

اس قاتلانہ حملے کے تین سال بعد ۱۸ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ھ - ۱۳۵۶ء میں حضرت چراغ دھلی نے وصال فرمایا، وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت محبوب الٰہی کا خرقۂ مبارک میرے سینے پر، آن کا عصا میرے پہلو میں، آن کی تسبیح میری شہادت کی آنگلی میں، آن کی کھڑانویں میری بغل میں رکھ دی جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت خواجہ گیسو دراز نے آپ کو غسل دیا، اور جس پلنگ پر غسل دیا گیا، اس کی ڈوریاں پلنگ سے نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیں، اور کہا کہ میرے لیے یہی خرقہ ہے جو کافی ہے۔
(سیر العارفین صفحہ ۱۳۵)

آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے ہیں۔

(۱) خیر المجالس: اس کے جامع و مرتب حمید شاعر قلندر ہیں، یہ ملفوظات انہوں نے ۷۵۵ھ — ۱۳۵۴ء میں ترتیب دینے شروع کیے تھے، جس کی تکمیل ۷۵۶ھ — ۱۳۵۴ء میں کی۔
(اخبار الاخیار صفحہ ۸۶)

(۲) مفتاح العاشقین: اس کے جامع و مرتب مولانا محب اللہ ہیں، ان دونوں مجموعوں میں خیر المجالس زیادہ مقبول و مشہور ہوئی، اور خیر المجالس کو حال ہی میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایڈیٹ کر کے شائع کیا ہے۔

حضرت چراغ دھلی کے مشہور خلفاء یہ ہیں، حضرت میر سید محمد گیسو دراز (گلبرگہ) خواجہ کمال الدین (احمد آباد) شیخ
(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۳ پر)

Marfat.com

دھلی میں قیام : حضرت شیخ اخی سراج اپنے مرشد سلطان المشائخ کی وفات کے بعد تین سال تک دھلی میں تعلیم حاصل کرتے رہے ، وہ خواجہ جہاں کے گنبد میں رہا کرتے تھے ، جب سلطان محمد بن تغلق [1] نے مشائخ کو جبراً دیوگری بھیجنا شروع کیا تو وہ سلطان المشائخ کے

(صفحہ ۲۱۲ کا بقیہ حاشیہ)

دانیال ، شیخ سراج الدین ، شیخ صدر الدین ، شیخ یوسف حسینی ، شیخ احمد تھانیسری ، شیخ محمد متوکل کنتوری ، شیخ قوام الدین اور شیخ عبدالمقتدر ۔ (بزم صوفیہ صفحہ ۳۰۹)

۱ ۔ محمد تغلق کا اصلی نام فخر الدین جونا تھا ، جو سلطان غیاث الدین تغلق کے بعد ۷۲۵ھ — ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا ، وہ خود اعلیٰ درجہ کا فاضل ، معقول و منقول کا عالم ، شاعر و سخن سنج ، طبیب و مورخ ، انشاپرداز اور خوش نویس تھا ۔ اہل علم و ہنر کا بے حد قدردان تھا ۔ اس نے ممالک زیر نگین پر قبضہ رکھنے کے لیے یہ تجویز سوچی کہ دیوگری میں ایک اسلامی شہر بسایا جائے دوسرا پایہ تخت قائم کیا جائے ، چناں چہ اس نے پہاڑی قلعے کے باہر بہت وسیع قصبہ بنوائی ، اس نئے شہر کا نام دولت آباد رکھا ، سرکاری عمارتوں کے علاوہ بازار و محلات تعمیر کرائے ، بازاروں میں سے ایک چوڑی "طرب آباد" کے نام سے بنا دی اور سننے والوں کے لیے بنوائی ۔ دھلی سے یہاں تک راستے صاف کیے اور ہر منزل پر مسافروں کے طعام و طعام کا انتظام کیا ، غرباء و امرائے دھلی سے کہا کہ وہ مالدار ہونے کے دن کے دھلی کے مکانات خرید لیں ، جو نہ جائے وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دولت آباد میں جا بسے ، جانے سے پہلے سلطان محمد نے اس تمام پر اس کی مال خریدار سے خرید لیا ، اور اس نے شاہراہ تو تمام جاگیر ، مواشی ، صوفیہ اور درویشوں کی فوج دھلی دولت آباد پہنچی ، اور دوسرے امیر و امرا اپنے حشم و خدم کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۴ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۱۳ کا بقیہ حاشیہ)
کے ساتھ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ قریب قریب سارا شہر دھلی خالی ہو گیا۔

۷۴۸ھ — ۱۳۴۷ء میں سلطان محمد تغلق دھلی سے گجرات ایک باغی غلام طغی نامی کی سرکوبی کے لیے گیا۔ طغی وھاں سے فرار ھو کر کھنمبایت بھاگ گیا، محمد تغلق اس کا تعاقب کرتا ھوا کھنمبایت پہنچا، طغی نے وھاں سے بھاگ کر سندھ میں جاریجہ قوم کے لوگوں میں پناہ لی، سلطان محمد تغلق اس کا تعاقب کرتا ھوا ٹھٹھہ آیا، اور موضع تھری میں دریائے سندھ کے کنارے لشکر کے انتظار میں منزل انداز ھوا، یہیں اس کو بخار آنے لگا، جس کی وجہ سے اسے اس بیماری میں مسافرت محسوس ھوئی، پھر وہ تھری سے کوچ کر کے کندل آیا، اور وھاں مقیم ھو گیا۔ یہیں بحری راستے سے اس کی فوج اس سے آ کر ملی، طغی وھاں سے بھاگ کر ٹھٹھہ آیا، سلطان محمد تغلق اس کے تعاقب میں ٹھٹھے روانہ ھوا، جب وہ ٹھٹھے سے چودہ کوس کے فاصلے پر تھا، اتفاق سے وہ دن عاشورے کا تھا، سلطان نے وھیں ٹھہر کر روزہ رکھا، شام کو مچھلی سے روزہ افطار کیا، دوسرے دن اس کی طبیعت ایسی خراب ھوئی کہ ھر چند اطباء نے علاج و معالجہ کیا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ھوا، یہاں تک کہ ۲۱ محرم ۷۵۲ھ کو سلطان محمد تغلق نے وفات پائی۔ مرض الموت میں یہ شعر کہے:

بسیار دریں جہاں چمیدیم
بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپانِ بلند برنشستیم
ترکانِ گراں بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر
چو قامتِ ماہ نو خریدیم

(ماخوذ از تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ج ۱، باب دھم از ص ۳۰۷ تا ۳۱۹ و تاریخ معصومی از صفحہ ۴۷ تا ۴۹)

Marfat.com

کتب خانے سے اپنے مطالعے کے لیے چند کتابیں اور جامۂ خلافت لے کر اپنے وطن لکھنوتی[1] چلے گئے۔

بنگال میں رُشد و ہدایت: اور بنگال میں سب سے پہلے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی، اور اس کے فروغ و اشاعت کے لیے بڑا کام کیا۔ صاحب سیر الاولیاء امیر خورد نے بنگال میں آن کی تبلیغی جد و جہد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

آں دیار را بجمال ولایت خود بیاراست، و خلق خدا را دست بیعت دادن گرفت، چنانکہ بادشاہان آں ملک داخل مریدان او آمدند..... روضۂ او قبلۂ ہندوستان است. و خلفاء او با این غایت در آں دیار خلق خدا را دست میدہند[2]۔

۱۔ لکھنوتی بنگال کا مشہور شہر تھا، جو ایک طویل عرصے تک بنگال کا دارالسلطنت رہا ہے، مشہور ہے کہ اس کی بنیاد سنگلدیپ نامی ایک شخص نے رکھی تھی، جس نے نواح کوچ سے نکل کر کیدار نامی برہمن پر جو اس زمانے میں بنگال کا حاکم تھا حملہ کیا اور تمام بنگال و بہار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔ سنگلدیپ نے اس شہر کو آباد کر کے اپنا پایۂ تخت بنایا، اور تقریباً دو ہزار سال تک یہ شہر بنگال کا دارالحکومت رہا۔ سلاطین چغتہ کے عہد میں یہ شہر ویران ہو گیا، اور اس کے عوض تانڈہ دارالسلطنت بنا۔ لکھنوتی کو گوڑ بھی کہا جاتا تھا۔ صاحب ریاض السلاطین لکھتے ہیں کہ وہ یہ صحیح طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اسے گوڑ کیوں کہتے ہیں، لیکن خیال ہے کہ نوح گوڑیہ کے فرزندوں کی حکومت کے زمانے میں شاید اس کا نام گوڑ پڑا ہو۔ ہمایوں نے گوڑ کی تجنیس کو نا خوشگوار دیکھ کر اس کا نام "جنت آباد" رکھا۔ اب یہ شہر ویران اور درندوں کا مسکن ہے، سوائے پرانی عمارتوں کے آثار اور قلعہ کے دروازے اور [illegible] عمارتوں اور مسجد کے یہاں کچھ باقی نہیں (ماخوذ از [illegible] ص ۲۸ تا ۳۰)

۲۔ سیر الاولیاء۔ ص ۹۰ - ۹۱)

Marfat.com

ترجمہ: آس دیار کو اپنے جمالِ ولایت سے آراستہ کیا ، اور خلق خدا آن سے بیعت ہونے لگی - یہاں تک کہ اس ملک کے بادشاہ بھی آن کے حلقۂ مریدین میں داخل ہو گئے ..... آن کا روضہ قبلۂ ہندوستان ہے ، اور آن کے خلفاء اب تک اس علاقے میں خلقِ خدا کی رہنمائی کرتے ہیں -

وفات : حضرت اخی سراج ۷۵۸ھ - ۱۳۵۸ء میں واصل الی اللہ ہوئے ، وفات سے پہلے اپنی قبر کے لیے جگہ منتخب کی ، اور اس جگہ پہلے وہ کپڑے دفن کیے جو سلطان المشائخ نے ان کو عطا فرمائے تھے ، پھر وصیت فرمائی کہ مجھے میری وفات کے بعد ان کی پائینتی میں دفن کیا جائے ، چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل کی گئی -

حضرت اخی سراج کا مزار پر انوار سعد اللہ پور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے -

روضۂ مبارک : ریاض السلاطین میں ہے کہ آپ کے روضۂ مبارک کی تعمیر سلطان نصرت شاہ [1] ابن علاء الدین حسین شاہ نے کرائی ، صاحب ریاض السلاطین غلام حسین سلیم کا بیان ہے کہ آپ کے روضۂ مبارک

---

۱ - نصرت شاہ سلطان علاء الدین کا بیٹا تھا ، جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا ، نصرت شاہ ، نصیب شاہ کے نام سے بھی مشہور تھا ، اس نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائیوں کے منصب کو اپنے باپ کے زمانے سے دو چند کر دیا ، راجا ترہت کو قید کر کے قتل کیا ، جب بابر سلطان ابراہیم لودھی کو قتل کر کے ہندوستان کے کثیر حصوں پر مسلط ہو گیا تو لودھی آمرا پریشان اور منتشر ہو کر نصرت شاہ کے پاس آئے ، یہاں تک کہ آخر میں سلطان ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود اپنی مملکت سے اکھڑ کر نصرت شاہ کے پاس بنگال آیا ، نصرت شاہ نے ہر آنے والے کی دل جوئی کی ، اور ہر ایک کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق پرگنجات اور قصبات

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۷ پر)

Marfat.com

میں میں نے نواب جعفر خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید دیکھا تھا ، جو خط جلی میں تھا اور جس کے بارے علیحدہ علیحدہ تھے ۔

کتبہ : مخدوم اخی سراج کی درگاہ کے ایک دروازے پر یہ کتبہ موجود ہے

(صفحہ ۲۱۶ کا بقیہ حاشیہ)

میں رکھا ، سلطان ابراھیم لودھی کی لڑکی جو اتفاق سے بنگال میں آ گئی تھی ، اس سے شادی کی ۔ اور مغلوں کے مقابلے کے لئے قطب شاہ کو ایک فوج کے ساتھ نواح ہراج میں روانہ کیا ، جہاں اس کی کئی مرتبہ جھڑپیں ہوئیں ، لیکن جب ۹۳۵ھ میں بابر نے جون پور اور جون پور کے اطراف و جوانب کو فتح کر لیا تو اس نے مال اندیشی کے پیش نظر نہایت قیمتی تحائف و ھدایا اپنے ایلچیوں کے ذریعہ سے بھیج کر عجز و زاری کی راہ اختیار کی ۔ جب ۹۳۷ھ میں ھمایوں تخت نشین ہوا تو مشہور ہوا کہ ھمایوں شیخ علائی کا معتقد رکھتا ہے ۔ یہ سن کر نصرت شاہ نے ۹۳۹ھ میں ہدایا اخلاص و محبت و عقیدت کے طور پر نہایت نفیس تحفے ملک مرجان خواجہ سرا کے ذریعہ سلطان بہادر گجراتی کو بھجوائے ۔ ملک مرجان ۹۴۰ھ میں سلطان بہادر سے ملا اور خلعت خاص سے سرفراز کیا گیا ۔ اس عرصے میں نصرت شاہ کے مظالم اور فسق و فساد سے حد ہو گئی ، یہاں تک کہ لوگ اس کے ظلم سے شاہ مالکان کو بلاتے تھے ۔ شہر لوڑ میں بمقام اکدالہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کے اتفاق اس نے ایک جگہ ایک خواجہ سرا نوشاہ کے قتل کر ڈالا ، جب وہ لوٹا تو اس خواجہ سرا کے دوسرے خواجہ سرا کو اپنے ساتھ ملا کر ۹۴۶ھ میں قتل کر ڈالا ۔

نصرت شاہ کی مدت حکومت سولہ سال تھی ۔ عمارت "سونہ مسجد" آج بھی اس کے زمانے کی موجود ہے ۔ وہ اپنے جو اس کے ماتھے

Marfat.com

بنی هذا الباب السلطان الحسینی السلطان المعظم علاء الدنیا و الدین بن اشرف الحسینی ۱ - خلد الله ملکه و سلطانه - فی سنة عشر و تسعماية ۲ -

خلفا: شیخ اخی سراج کے خلفاء میں جس بزرگ نے سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل کی و شیخ علاء الحق والدین بن اسعد بنگالی تھے -

---

(صفحہ ۲۱۷ کا بقیہ حاشیہ)
نام نصرت شاہ بن علاءالدین شاہ کندہ ہے ، تاریخوں میں اس کا نام نصیب شاہ بھی مندرج ہے لیکن کتبوں پر دوسرے اندراجات کو ترجیح نہیں دی جا سکتی -
(ماخوذ از ریاض السلاطین - ص ۱۳۶ تا ۱۳۹)

۱ - مظفر شاہ بادشاہ کے بعد ۸۹۳ھ میں حسین شاہ عرف سید علاءالدین والدنیا سلطان حسین شاہ بن سید اشرف حسینی متوطن شہر تبریز کہ اس کو بنکہ بادشاہ بھی کہتے تھے (بنگال) کے تخت سلطنت پر بیٹھا ، اور اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا ، اس نے شہر گوڑہ میں نہر کے کنارے اور شہر میں ، جا بجا مسجدیں ، تالاب ، لنگر خانے ، امداد خانے اور پختہ سرائیں گوڑ ، زاڈہ اور اڑیسہ وغیر میں بنوائیں ، چنانچہ شہر گوڑہ میں دروازہ قدم شریف ، اور دروازۂ مخدوم شاہ جہانیاں اسی کا بنوایا ہوا زیارت گہ خلائق ہے سلطان حسین شاہ بن سید اشرف حسینی کی مدت حکومت ۸۸۶ھ سے ۹۱۲ھ تک ہے
ماخوذ از احوال گوڑہ پنڈوہ تالیف شیام پرشاد منشی ص ۱۳—۱۴
مشمولہ مسلم آرٹیکچر ان بنگال تالیف مسٹر احمد حسین دانی -

۲ - انسکرپشن آف بنگال - ص ۱۶۶ -

Marfat.com

(۳۴)

سید العارفین

حالات : سیدالعارفین کو ضلع باقر گنج کے نواح میں سب سے پہلا صوفی اور مبلغ اسلام سمجھا جاتا ہے ، جنھوں نے اس خطے کو اسلام کے نور سے منور اور تاباں بنایا ۔ ان کے متعلق ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تیمور لنگ نے ان کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا ۔ وہ جب ہندوستان پہنچے تو انھوں نے اپنے دوران سفر میں دیکھا کہ اس ملک کے مختلف حصوں میں اسلام پھیلا ہوا ہے ، وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کرتے رہے ، اور ایسے خطے کی تلاش میں رہے کہ وہ کسی ایسے علاقے کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنائیں جہاں اب تک اسلام نہ پھیلا ہو ۔ اسی تلاش و جستجو میں جب وہ باقر گنج ہوتے ہوئے کالی سندی راؤں کے قریب پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی کالی نامی جو سندی (مے فروش) کی لڑکی تھی صبح کو دریا کے کنارے اپنے چاول دھونے کے لئے دریا کی طرف آرہی ہے ۔ اس لڑکی کو دیکھ کر وہ رک گئے ، اور انھوں نے اس لڑکی سے فرمایا کہ یہ چاول میرے کھانے کے لئے [illegible] لڑکی ان کی شکل و شباہت دیکھ کر پہچان گئی کہ وہ مسلمان [illegible] نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ ہم مسلمانوں کے لئے کھانا پکاتے ۔ یہ کہ کر وہ چاول دھونے میں مصروف ہو گئی [illegible] خاموش ہو گئے ، لیکن وہ لڑکی اسی تھوڑے عرصے میں [illegible] بعض کرامات کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئی کہ [illegible] اور اس نے سیدالعارفین سے کہا کہ اس علاقے میں کوئی مسلمان نہیں [illegible] علاقہ کفر و شرک سے بھرپور ہے ، بہتر ہے کہ اب اس [illegible]

Marfat.com

فرمائیں ۔ چناں چہ حضرت سیدالعارفین نے اس لڑکی کے کہنے پر اس علاقے کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ، اور ان کے ارشاد و ہدایت سے اس خطے میں اسلام پھیلا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کے لوگ آج بھی آپ کو پہلا مسلمان مبلغ اور صوفی کہتے ہیں ان ۔ بزرگ کے متعلق یہ روایت عوام کی زبان پر ہے ۔ اگرچہ اس روایت کو تاریخی استناد حاصل نہیں ، لیکن بقول دا نش انعام الحق دوسرے تاریخی شواہد کے فقدان کی وجہ سے ہم اس روایت سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ بزرگ تیمور لنگ کے عہد میں بنگال آئے ، اور تیمور کا دور حکومت (۱۳۶۱ء/۷۶۳ھ تا ۱۴۰۵ء/۸۰۸ھ) ہے ۔ اس لئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان بزرگ کی بنگال میں آمد کا زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا آخری زمانہ ہوگا ۔

مزار : حضرت سیدالعارفین کا مزار پرانوار آج بھی کالی سندی گاؤں میں جو باؤفل پولیس اسٹیشن کے تحت ضلع باقر گنج کے حدود میں واقع ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

عرس : حضرت سید العارفین کا عرس پوس کے مہینے میں عیسوی ماہ دسمبر میں ہوتا ہے ، جس میں ہندو مسلم دونوں شریک ہوتے ہیں ۔

یہ عرس کالی سندی کے میلے کے نام سے بھی موسوم ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ایک دن اس لڑکی نے جو اس علاقے کی ہدایت کا سبب بنی حضرت سیدالعارفین سے عرض کیا کہ اس کی تمنا ہے کہ کسی طرح اس کے نام کو ثبت دوام حاصل ہو ، حضرت سید العارفین نے اس کے بعد سالانہ عرس کا حکم دیا جس کا نام کالی سندی کا میلہ پڑا ۔ اس طرح اس لڑکی کی تمنا پوری ہو گئی ۔ آج بھی اس عرس کی وجہ سے اس لڑکی کا نام زندۂ جاوید ہے ۔

Marfat.com

شاہ سلطان انصاری

حالات : شاہ سلطان انصاری ۹۰۰ھ—۱۴۹۴ء میں اپنے خاندان کے ساتھ ملتان اور گجرات میں قیام کرتے ہوئے منگل کوٹ تشریف لائے۔ آپ ایک متبحر عالم، ایک مشہور درویش اور کامیاب مبلغ اسلام تھے، آپ کے تین صاحبزادے تھے، جن میں سے ایک صاحبزادے کی ولادت منگل کوٹ ہی میں ہوئی، آج بھی آپ کی اولاد منگل کوٹ میں موجود ہے، آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ مولانا مفتی الرحمن انصاری مرحوم عرصہ پہلے تک مہاراجہ ہردوان کی ملازمت میں منسلک تھے، جن کا سلسلہ طریقت شاہ سلطان انصاری سے سترہ واسطوں کے بعد جا ملتا ہے۔

۱۔ یہ تمام تفصیل [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(۳۶)

شاہ سلطان رومی

حالات : بنگال کے قدیم صوفیہ میں شاہ سلطان رومی کو بڑی عظمت و شہرت حاصل ہے ۔ لیکن ان بزرگ کے حالات کہیں تفصیل سے نہیں ملتے ، سوشل ہسٹری آف دی مسلم ان بنگال میں ہے کہ شاہ سلطان رومی کی خانقاہ مدن پور تحصیل نلرگونہ ضلع میمن سنگھ میں واقع ہے ، اس خانقاہ کے ایک متولی نے ۱۸۲۹ء میں انگریزی عہد حکومت میں ایک دستاویز پیش کی تھی ، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ سلطان رومی ۸۴۳ھ ـ ۱۴۵۳ء مدن پور تشریف لائے تھے ۔ یہ دستاویز ۱۰۱۲ھ ـ ۱۶۰۳ء کی لکھی ہوئی ہے ۔

تبلیغ اسلام : اس دستاویز سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کوچ خاندان کے ایک راجا نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا ، اور یہ گاؤں آپ کی خانقاہ کے لیے وقف کیا تھا ۔

اگر اس دستاویز کی اطلاعات کو صحیح مان لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بہت بعد کا قرار پاتا ہے ، کیونکہ کوچ خاندان کے راجا ، جن راجاؤں کے بہت عرصے بعد اس ملک میں حکمراں ہوئے ۱ ۔

ہسٹری آف صوفیزم ان بنگال میں ڈاکٹر انعام الحق نے شاہ سلطان کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ جب شاہ سلطان رومی مدن پور [illegible]

۱ ۔ یہ تمام تفصیل سوشل ہسٹری آف دی مسلم ان بنگال سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

لائے اور مدن پور گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے تو اس وقت یہ علاقہ راجا کوچ کے تحت تھا اور وہاں سوائے آپ کے اور آپ کے رفقاء کے کوئی مسلمان نہ تھا ، آپ نے جب یہاں سکونت اختیار کی تو آپ کے حسن اخلاق اور کرامات کو دیکھ کر لوگ آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگے ۔ جو کوئی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ، آپ کے حسن اخلاق اور کرامات کو دیکھ کر فوراً مسلمان ہوجاتا ، اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں مسلمانوں کی ایک جمیعت ہوگئی ، جب راجا کوچ کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنے علاقے میں اسلام کے فروغ اور اشاعت اور آپ کے اثر و رسوخ کو دیکھ کر بوکھلا گیا ، راجا نے آپ کو بلوا بھیجا ، اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو مسلمان بناتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں جو کچھ کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں ، اس نے آپ کا امتحان لینے کے لیے آپ کو ایک تیز مہلک قسم کا زہر دیا ۔ آپ نے وہ زہر بسم اللہ کہہ کر پی لیا ، راجا کی حیرت نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس زہر کا آپ پر مطلقاً اثر نہیں ہوا ، آپ اسی طرح زندہ موجود ہیں ، آپ کی یہ کرامت دیکھ کر راجا اور اس کے سب مصاحب مسلمان ہوگئے ۔

راجا نے یہ تمام گاؤں آپ کے لئے وقف کر دیا ، یہ ایک بہت بڑی معافی کی جائداد ہے جو شاہ سلطان رومی کے مزار کے لئے وقف ہے ۔

اس مزار کے سلسلے میں ایک دستاویز دستیاب ہوئی ہے ، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ سلطان رومی اپنے بزرگ سید شاہ سرخ انتیہ کے ہمراہ مدن پور تشریف لائے اور ۴۴۵ھ — ۱۰۵۳ء میں یہاں سکونت اختیار کی[1] ۔

---

۱ ۔ ہسٹری آف صوفیزم ان بنگال از ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۱۴—۲۱۵

Marfat.com

(۳۷)

شاہ سلطان ماہی سوار

حالات : شاہ سلطان ماہی سوار بنگال میں ابتدائی دور کے ان مسلم مبلغین میں سے ہیں ، جن کے حالات پردۂ خفا میں ہیں لیکن مہستنہ میں جو روایتیں ان کے متعلق مشہور ہیں وہ یہ ہیں کہ شاہ سلطان ماہی سوار بلخ کے بادشاہ اصغر نامی کے صاحبزادے تھے ، اپنے والد کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوئے اور انتظام حکومت سے غافل ہو کر شاہانہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگے ، ان کے عیش و عشرت کی وجہ سے ملک انتشار کا شکار ہو گیا ۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے شاہ سلطان ماہی سوار کی زندگی بڑے عیش و آرام سے گزر رہی تھی کہ ایک اتفاقی واقعہ نے ان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ، ہوا یہ کہ ایک دن ایک باندی ان کے پلنگ پر سو گئی ۔ انہوں نے اسے پلنگ پر سوتے دیکھا تو یہ بات انہیں نہایت ناگوار گزری ، حکم دیا کہ ان کے سامنے باندی کے کوڑے لگائے جائیں ، باندی نے کوڑے کھاتے ہوئے ایک دفعہ کہا ، اس پلنگ پر ایک لمحہ آرام کرنے کی اگر یہ سزا ہے تو نہ معلوم جو اس ہمیشہ آرام کرتا ہے اسے دوزخ میں کتنی سزا دی جائے گی ۔ سلطان ماہی سوار کی چشم بصیرت کے لئے باندی کا یہ فقرہ عبرت ہوا ، اور اس کے بعد ہی سے وہ اپنے [illegible] کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ [illegible] کی طرف مائل ہو گیا ، آخر تخت شاہی [illegible] کی طلب میں ایک غیر متعین سفر پر روانہ ہو گئے [illegible]

Marfat.com

بعد وہ دمشق پہنچے ، وہاں آن کی ملاقات ایک جلیل القدر صوفی شیخ توفیق نامی سے ہوئی -

بیعت : راہ سلوک کے اس راہی نے اپنے مقصد کو پا لیا ، اور شیخ توفیق کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول ہوگئے ، ۳۶ سال تک وہ اپنے شیخ کی خدمت میں رہے ، یہاں تک کہ عرفان و سلوک کے تمام منازل طے کر لیے -

شیخ کا ارشاد : آن کی صلاحیتوں کی پختگی کو دیکھ کر شیخ توفیق دمشقی نے ان کو حکم دیا کہ وہ بنگال جا کر تبلیغ اسلام کریں ، چنانچہ وہ بحری راستے سے سندویپ[1] پہنچے - وہاں کچھ عرصے قیام کیا -

ماہی سوار کی وجہ تسمیہ : شاہ سلطان محمود کو ماہی سوار اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جس کشتی میں سوار ہو کر بنگال تشریف لائے تھے وہ مچھلی کی شکل کی طرح کی تھی اور اس پر مچھلی کا نشان بنا ہوا تھا -

بنگال میں رشد و ہدایت : وہاں سے آپ ہری رام نگر پہنچے ، یہ شہر گنجان آباد اور خوبصورت تھا اور ساحل سمندر پر واقع تھا ، اس زمانے میں اس شہر پر بالا رام نامی ایک راجا کی حکومت تھی جو مالی دیوی کا پجاری تھا ، آپ کی بعض کرامتوں کو دیکھ کر وہ اس قدر خائف ہوا کہ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ شاہ سلطان ماہی سوار کو اپنی حدود مملکت سے باہر نکال دے گا ، راجا نے ان کے مقابلے کے لیے فوجیں بھیجیں ، لیکن شاہ سلطان ماہی سوار نے ان کو شکست دے دی ، آخر راجا خود مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ، راجا کے وزیر نے چونکہ اسلام قبول کر لیا تھا ، حضرت شاہ سلطان ماہی سوار نے اس وزیر کو تخت سلطنت پر بٹھایا -

سہستنہ میں تشریف آوری : ہری رام نگر سے فارغ ہونے کے بعد شاہ سلطان رومی نے راجا پرسو رام کی حکومت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا ، جو اس زمانے میں ضلع بوگرہ میں سہستنہ پر حکمران تھا ، تا کہ اس سرزمین کو بھی اسلام کے نور سے منور کریں ، چناں چہ جب آپ وہاں

۱ - یہ جگہ دریائے گنگا کے دہانے پر خلیج بنگال میں واقع ہے -

Marfat.com

پہنچے تو آپ کا مقابلہ راجا پرسو رام اور اس کی بہن سلادیوی سے ہوا جو سحر اور جادو میں کمال رکھتی تھی ، راجا پرسو رام اپنی مادی طاقتوں سے اور سلادیوی اپنے سحر کے بل بوتے پر آپ سے مقابل ہوئی ، راجا پرسو رام جنگ میں مارا گیا ، اور اس کی بہن سلادیوی شاہ سلطان رومی کی روحانی عظمت و جلالت سے خوف کھا کر دریائے کارہ تویا میں ڈوب کر مری ۔

مہستنہ میں ارشاد و تبلیغ : اس طرح مہستنہ کا سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا ، حضرت شاہ سلطان رومی نے یہاں ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی ، اس خانقاہ میں آپ ساری عمر تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے ۔

وفات : حضرت سلطان ماہی سوار نے مہستنہ ضلع بوگرہ میں وفات پائی ، وہیں آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

سوشل ہسٹری آف دی مسلمز ان بنگال میں ہے کہ عہد اورنگ زیب میں اس درگاہ کے خدام سید مہر طاہر ، سید عبدالرحمن اور

۱ - ڈاکٹر انعام الحق نے راجا پرسو رام اور سلادیوی سے حضرت شاہ سلطان ماہی سوار کے مقابلے کے تفصیلی حالات دیے ہیں ، ڈاکٹر عبدالکریم نے یہاں ان کو اختصار سے نقل کیا ہے ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ۔ مؤلفہ ڈاکٹر انعام الحق ۔ باب ہشتم ۔ ص ۲۰۰ تا ۲۱۴

۲ - اورنگزیب عالمگیر ، شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا ، ۱۰۲۷ھ ۔ ۱۶۱۸ء میں مالوے قریب دوھد میں پیدا ہوا ۔ دھلی کے قریب سکندرہ میں یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق جولائی ۱۶۵۸ء میں اس نے رسم [illegible] ادا ہوئی ، احمد نگر میں جب تھا وہ مرہٹوں کے [illegible] مصروف تھا ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ فروری [illegible] علالت کے بعد عالم آخرت کی راہ لی ، وفات [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۸ پر)

Marfat.com

سید رضا کو جو سند دی گئی تھی اس میں مندرج ہے کہ مکھی راج یعنی وہ زمین جو اس درگاہ کے متصل ہے ان کو اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ درگاہ اور خانقاہ کا احترام باقی رکھیں ، اس سند میں گزشتہ سلاطین کا حوالہ بھی ہے ، جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خانقاہ اور درگاہ بہت قدیم ہے لیکن اس کی قدامت کی مدت کا تعین نہیں کیا جا سکتا ۔

ہندو اور مسلمانوں کا سنگھم : یہ عجیب بات ہے کہ دریائے کارہ تویا کا وہ حصہ جہاں سلادیوی ڈوبی تھی آج بھی سلا دیوی کے گھاٹ کے نام سے مشہور ہے ، بوسنا رایانی یوگ کے زمانے میں دریائے کارہ تویا کے کنارے ایک میلہ لگتا ہے ، جہاں ہزارہا ہندو جاتری اشنان کے لیے جمع ہوتے ہیں ، ان کا عقیدہ ہے کہ جو پانی اس یادگار گھاٹ پر سے گزرتا ہے وہ انہیں پاک بنا دیتا ہے ۔

دوسری طرف مسلمان بھی اس میلے میں شریک ہوتے ہیں ، اور وہ اس دن وہاں شاہ سلطان ماہی سوار کی فتح کی یاد مناتے ہیں ، اور نماز شکرانہ اور دوسرے مذہبی رسوم بجا لاتے ہیں [1] ، اس طرح سہانتہ ہندو اور مسلمانوں کا سنگم ہے ۔

(صفحہ ۲۲۷ کا بقیہ حاشیہ)

نہ وہ دبے کے دورے میں مبتلا تھا ، ایک عرض داشت پر وصیت لکھی کہ میری تجہیز و تکفین میں خلاف سنت کوئی رسم نہ کی جائے ، خواجہ غریب الدین کے پائیں مجھے دفن کیا جائے ، اور میری قبر پکی یا اس کے اوپر کوئی سقف و گنبد نہ بنایا جائے ، اس کی وصیت کے مطابق جنازہ احمد نگر سے خلد آباد (دکن) لایا گیا ، تقریباً تمام راستے پر دو رویہ عام رعایا کے لوگ کھڑے آنسوؤں کے موتی نچھاور کر رہے تھے ، اور ہزارہا اہل لشکر ماتم کناں ساتھ تھے ۔ (ماخوذ از تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ۔ جلد اول ۔ ص ۵۲۴—۵۳۶ ۔ ۵۶۶—۵۶۷)

۱ ۔ ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ۔

Marfat.com

(۳۸)

سید سلطان

حالات : سید سلطان بنگالی زبان کے وہ عظیم المرتبت شاعر ادیب اور صوفی اور درویش ہیں کہ جنھوں نے بنگالی ادب و شاعری کو آسمان کی سی بلندی بخشی اور اپنے ادب و شاعری سے اسلامی تعلیمات کو عام کیا ، انھوں نے اس وقت بنگالی زبان کو اسلامی ادب سے مالا مال کیا ، جب کہ بنگالی زبان میں اسلامیات کو منتقل کرنا ایک شجر ممنوعہ سمجھا جاتا تھا ، بنگال میں تعمیری ادب اور اسلامی شاعری کے پیش رو سید سلطان تھے ، اور بنگالی کے شعری ادب اور بنگال میں اسلامی تعلیمات کو اپنی شاعری سے عام کرنے میں ان کا نام ہمیشہ بنگالی ادب کی تاریخ کا جلی عنوان رہے گا ۔

سید سلطان کے حالات ابھی تک پردۂ خفا میں ہیں ، ان کے حالات کی تفصیلات ابھی تک واضح طور پر ہمارے سامنے نہیں آئیں کہ جنھیں ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت دی جا سکے ، بہر حال جو کچھ بھی ان کے حالات کے متعلق مبہم تفصیلات ملتی ہیں ، اس کا ذریعہ ہمارے لئے ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی ہیں ، ڈاکٹر انعام الحق [illegible] خود ہماری تاریخ کا ایک جلی عنوان ہیں ۔ ہم مغربی پاکستان کے [illegible] والوں کے لئے ڈاکٹر انعام الحق کی ہی کتابیں وہ ذریعہ ہیں [illegible] مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال کی اسلامی [illegible] کچھ سراغ پا لیتے ہیں ، ورنہ ہمارے لئے [illegible] مشکل تھی ، ضرورت ہے کہ مشرقی پاکستان کے [illegible] مؤرخ کم از کم اپنی تاریخ اور تذکروں [illegible]

Marfat.com

مغربی پاکستان کے لوگ مشرقی پاکستان کی عظیم علمی و ادبی و ثقافتی تاریخ سے صحیح طور پر مستفید ہو سکیں ۔ ہمارا خیال ہے کہ ان کا یہ اقدام دونوں صوبوں کے ربط و ہم آہنگی میں بڑا مد و معاون ثابت ہوگا ، اسی طرح مغربی پاکستان کی تاریخ اور تذکروں کے ترجمے بنگالی میں ہونے چاہئیں ۔

ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ سید سلطان چٹگانگ پرگنہ چکرا شالا میں ۹۵۷ھ — ۱۵۵۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ، ان کے جانشین مقیم کا بیان ہے کہ وہ چکراشالا کے ایک پیرخاندان کے چشم و چراغ تھے، اور خود بھی ایک پیر تھے ۔

مظفر صاحب ، جنھوں نے مقتول حسین ''حنیفر پترا پاٹھ'' کے بارے میں ایک ٹکڑا لکھا ہے اپنے آپ کو سید سلطان کا پوتا اور چکرا شالا کا باشندہ بتاتے ہیں ، اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ سید سلطان چاٹگام کے تھانے پٹیا کے رہنے والے تھے ، خود سید سلطان نے اپنے گاؤں کا نام لشکر پور بتایا ہے ، جس کے معنی ہیں لشکر کا قصبہ یا اصل میں لشکر براگل خاں کا قصبہ ہیں ، یا دوسرے لفظوں میں فی الحقیقت پراگل پور ہے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید سلطان نے اپنے مریدوں سے ملنے کے لیے عارضی طور پر وہاں قیام کیا ہوگا ، اور اسی جگہ (اپنی کتاب) ''شب معراج'' تصنیف کی ہوگی ، آنھوں نے ''آچی'' کا لفظ استعمال کیا ہے ، جس کے معنی ہیں ٹھہرا ہوا ہوں ، وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ ان کا اصل وطن تھا [1] ۔

سید سلطان کی تصانیف : قبل اس کے کہ ہم سید سلطان کی تصانیف پر تبصرہ کریں ، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آن محرکات اور ماحول کا ذکر کرتے چلیں جن سے متاثر ہو کر سید سلطان نے اپنی شاعری اور ادب کے رخ کو موڑا ۔

---

۱ ۔ مسلم بنگالی ادب ص ۱۶۴ - ۱۶۵

Marfat.com

تذکرہ صوفیائے بنگال

یہ وہ زمانہ تھا کہ چیتینہ کی ویشنو تحریک نے بنگالی زبان اور ادب کی ترقی ہی کو نہیں ، بلکہ بنگال میں اشاعت اسلام کو بالکل روک دیا تھا ، اور عام مسلمان اس سے بے حد متاثر ہو رہے تھے ، مشہور تو یہ ہے کہ ویشنو تحریک کا مقصد اسلام اور ہندو مذہب کو ملا کر ایک نئے مذہب کو جنم دینا تھا ، لیکن حقیقتاً یہ ایک پردہ تھا اس تحریک کا مقصد ہندو مذہب کو حیات نو بخشنا تھا ۔

اس تحریک کا بانی چیتینہ بنگال کے شہر ندیا میں ۸۹۱ھ — ۱۴۸۶ء پیدا ہوا ، جو ابتداً ہندو راجاؤں کا دارالسلطنت تھا ، مسلمان فاتحین نے جب لکھنوتی کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو یہ شہر ہندوؤں کی علمی اور مذہبی تحریکوں کا گڑھ بن گیا ، اس شہر میں چیتینہ نے آنکھ کھولی ، لیکن وہ مسلمانوں کے عقائد و تعلیم سے نابلد نہ تھا ۔ اس نے مسئلہ توحید پر بعض مسلمان صوفیہ سے گفتگو کی ، اس کے وہ ساتھی جو اس کی تحریک سے متاثر تھے عربی فارسی سے واقف تھے ، اور بنگال کے مسلمان بادشاہوں کے دربار میں معزز عہدوں پر فائز تھے ، روپ اور سناتن دو برہمن بھائی تھے ، جن کا جد اعلیٰ کرناٹک میں کسی ریاست کا حاکم بن گیا تھا ، [illegible] ۱۴۱۴ء میں اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اس کا قائم مقام ہوا ۔ اگرچہ اس کے بیٹے کی وفات ۸۱۹ھ ۱۴۱۶ء میں ہوگئی ، لیکن مرنے سے پہلے اس کے تعلقات گوڑ کے ایک مسلمان حاکم سے قائم ہوگئے تھے ، جو اتفاق سے جنوبی ہندوستان آیا تھا ، ۸۱۹ھ — ۱۴۱۶ء میں جب اس نے وفات پائی تو اس کے بیٹوں میں اختلاف پیدا ہوا ، اور اس کے ایک بیٹے نے گوڑ [illegible] اس مسلمان حاکم کے پاس قیام کیا جو اس کے باپ کا دوست تھا ، [illegible] کے مسلمان حاکم نے اس کا کسی معزز عہدے پر تقرر کر دیا ، [illegible] ۱۴۳۳ء میں اس نے گوڑ میں وفات پائی ، اس کے بعد اس کا [illegible] اس کا قائم مقام ہوا ، روپ اور سناتن اسی پدماداس کے [illegible] بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ، اور عربی فارسی کی [illegible] مشہور عالم سید فخرالدین سے پائی تھی ، [illegible] ملازمت میں منسلک ہوگئے ، سناتن بادشاہ [illegible] روپ جسے شاکر ملک کا خطاب دیا گیا تھا عہدہ و [illegible]

Marfat.com

لیکن ان دونوں بھائیوں کی دلچسپی سنسکرت سے برابر جاری تھی. اور انہوں نے اپنے گاؤں میں جو گوڑ کے قریب تھا کرناٹک سے کئی برھمنوں کو بلا کر آباد کیا تھا ، ۹۲۲ھ — ۱۵۱۶ء یہ دونوں بھائی چیتینہ سے ملے اور ویشنو مذھب اختیار کیا ، چیتینہ ھی نے ان کے یہ نام رکھے ، یہ دونوں بھائی چیتینہ کے اس قدر گرویدہ ھوئے کہ شاھی ملازمت چھوڑ کر انہوں نے اس تحریک کو فروغ دینے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ، چیتینہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بندرا بن جائیں اور پرانے تیرتھوں کا پتہ چلائیں ، سناتن اور روپ اپنے ایک بھتیجے اور چیتینہ کے بعض چیلوں کو لے کر بندرا بن پہنچے ، شدہ شدہ ان کی شہرت اکبر تک پہنچی ، اور اس نے ۹۸۱ھ — ۱۵۷۳ء میں متھرا آ کر ان سے ملاقات کی ، اکبر کی اور ان کی ملاقات کی روایت اگرچہ محل نظر ھے ، لیکن یہ واقعہ ھے کہ بنگال کا صوبیدار مان سنگھ[1] ان دونوں بھائیوں کا بے حد معتقد تھا ۔

۱ ۔ راجا مان سنگھ شیخاوت ، شیخاوت ان کو اس وجہ سے کہتے ھیں کہ ان کے بزرگوں میں اولاد پیدا نہیں ھوتی تھی ، ایک درویش شیخ ولی شعار ان کے بڑوں میں سے کسی کے پاس پہنچا اور اس کے لیے دعا کی ، حق تعالیٰ نے اس کو اولاد دی ۔ اس کے بعد یہ خاندان شیخ کے نام سے موسوم ھو گیا ، اور یہ سب شیخاوت کہلانے لگے ، راجا مان سنگھ کے باپ کا نام بھگوان داس تھا ۔

راجا مان سنگھ کی بہن شہزادہ سلیم سے بیاھی تھی ، شہنشاہ اکبر نے راجا مان سنگھ کو اس کے باپ کی زندگی ھی میں منصب عالی سے مفتخر کر کے طائفہ روشنائی کی سرکوبی کے لیے جنھوں نے ھندوستان اور کابل کا راستہ مسدود کر دیا تھا بھیجا تھا ، اور کابل اس کی جاگیر میں دیا تھا ، راجا مان سنگھ نے اس گروہ کی اچھی طرح سرکوبی کی ۔

۱۰۰۰ھ — ۱۵۹۱ء میں راجا مان سنگھ کو مع اس کے لڑکے ، بھائیوں اور عزیزوں کے قتلو افغان کے مقابلے میں جو ولایت

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۳۳ پر)

Marfat.com

چتینیہ نے ۹۴۱ھ — ۱۵۳۴ء میں وفات پائی ، لیکن اس کے بعد اس تحریک نے کھلم کھلا ایک جارحانہ صورت اختیار کر لی ، اس تحریک نے بنگال سے باہر اور بنگال کے اندر خصوصاً ، اسلام کی ترقی کو نہ صرف روک دیا ، بلکہ بعض مسلمانوں کو مرتد بنایا ، چتینیہ کا ایک مقرب خاص ہری داس قاضیوں کے خاندان سے تھا اور پہلے مسلمان تھا ۔ اسی طرح بجلی خاں افغان نے ویشنومت قبول کیا ، مسلمانوں کو ویشنو بنانے کے لیے نئے نئے طریقے اختیار کیے گئے ، ویشنو تحریک کے متوالوں نے ادب کو بھی اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا ۔ اور انھوں نے کرشن بھگتی کے جذبات کو شعر کے سانچے ڈھال کر نئے ڈھنگ سے پیش کیا ، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک غیر شعوری طریقے پر بنگالی ادب کا جزو بنتی گئی ، دوسرے کرشن بھگتی کے اشعار نے بنگال کے ان شعرا اور ادیبوں کو بھی جو ویشنو نہ تھے اس طرح لبھایا کہ انھوں نے اس موضوع پر نظمیں لکھیں ، یہاں تک کہ چشتیہ صوفیہ کی مجلس سماع میں ویشنو گیت سر مستی و کیف کا سبب بننے لگے ۔

ان حالات نے جن اہل دل کو متاثر کیا ، ان میں سے ایک سید سلطان بھی تھے جنھوں نے اپنی شاعری کے رخ کو اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی طرف موڑ دیا ۔ انھوں نے اسلامی موضوعات پر نظمیں اور کتابیں لکھیں اور بنگالی ادب میں صالح اور تعمیری ادب کا اضافہ کیا ۔

(صفحہ ۲۳۲ کا بقیہ حاشیہ)

اوڑیسہ پر متصرف تھا بھیجا گیا ، اس مہم میں راجا مان سنگھ کے لڑکے جگت سنگھ نے بہادری کے جوہر دکھائے ۔ اس لڑائی میں راجہ کے بہت سے رشتے دار مارے گئے آخر فتح راجہ مان سنگھ کی ہوئی ۔ راجا مان سنگھ نے صوبہ داری اوڑیسہ و بنگالہ کے زمانے میں خوب ترقی کی ۔

راجا مان سنگھ نے دکن میں اجل طبعی سے وفات پائی ۔ اور عورتیں اس کے ساتھ ستی ہوئے

(ماخوذ از ذخیرہ الحوائج صفحہ ۱۰۳ تا ۱۱۱)

Marfat.com

سید سلطان کی تصانیف کو ہم دو شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ، ایک شعبہ تو وہ ہے جن میں ان کی وہ تصانیف آتی ہیں کہ جن میں انہوں نے اسلامی سیرت و تعلیمات کو بنگالی میں منتقل کیا ہے ، دوسرے شعبے میں ان کی وہ تصانیف ہیں جس میں انہوں نے فلسفۂ شریعت یا فلسفۂ تصوف کو بنگالی زبان میں منتقل کیا ہے -

اپنے تصنیفی محرکات کو نظم کرتے ہوئے وہ اپنی کتاب وفات رسولؐ کی ابتدا میں کہتے ہیں -

سب بنگالی عربی نہیں جانتے -
کوئی اپنے دین کی بات نہیں سمجھتا -
ہر کوئی کتھا کہانیوں سے دل بہلاتا ہے -
میں گنہگار اور راندۂ مخلوق ان لوگوں کے درمیان ہوں -
مجھے معلوم نہیں کہ روز جزا مجھ سے باری تعالیٰ کیا پوچھے گا -
لیکن اگر اس نے پوچھا کہ ان لوگوں کے درمیان رہ کر ان کو
دین کی باتیں نہیں بتائیں -
اور مجھے اس قصور کے لیے ملزم قرار دیا تو میں کیا جواب دوں گا -
یہی سوچ کر میں نے نبی دسما (خاندان نبوی) کی تاریخ لکھنی شروع کی
اور اس لیے کتنے ہی لوگ کہتے ہیں کہ میں نے دین کی کتاب کو
ناپاک کر دیا -
اگر پڑھے لکھے لوگ عربی میں کتابیں پڑھیں ، اور ان کا
ہندوانہ (بنگالی) میں ترجمہ نہ کریں تو یہ چیزیں لوگوں کی سمجھ
کیسے آئیں گی -
جس زبان کے (خطے) میں خدا نے کسی کو پیدا کیا ہے ، وہی اس کا
بڑا خزانہ ہے -

آگے چل کر وہ اپنے تصنیفی عوامل و محرکات کی اور بھی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اگر پڑھے لکھے عام لوگوں کو تعلیم نہ دیں گے تو وہ بے چارے

Marfat.com

ضرور دوزخ میں جائیں گے ۔
اور اگر عام لوگ ناواقفیت کی وجہ سے گنہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اہل علم کو اس کا ذمے دار سمجھے گا ۔
چونکہ میں بھی ان میں سے ہوں ، اس لیے اہل علم کو صاف صاف کہتا ہوں (روز قیامت) خدا کہے گا تم لوگ اہل علم تھے ، تم نے گناہ سے لوگوں کو کیوں نہ روکا ۔
پس اہل علم روز قیامت اپنا فرض ادا نہ کرنے کے مجرم ٹھہریں گے جب خدائے تعالیٰ لوگوں کے نیک و بد کا حساب کرے گا تو وہ کہیں گے ۔
ہمیں ایک اہل علم ملا تھا ، لیکن اس نے ہمیں سکھایا نہیں ۔
تو خدا ہم اہل علم کو اور بھی ملزم قرار دے گا ۔
اس ڈر سے اور نبی کی عظمت کا خیال کر کے میں تمہیں بتاتا ہوں ، تاکہ تم گناہوں میں نہ پڑو ۔
اللہ نے مجھے کتاب شریف کا علم دیا ہے ، تاکہ لوگوں کو بتاؤں اس لیے میں نے یہ بچالی تصنیف کی ہے ۔
علماء مجھے منافق کہتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ میں نے ہندوانی زبان میں لکھ کر دین کو ناپاک کر دیا ہے ، لیکن خدا کا ارشاد ہے کہ میں نے نبی بھیجا ۔
اس ملک کی زبان میں تعلیم دینے کے لیے ، جن میں وہ پیدا ہوا ۔

مندرجۂ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس دور کے بگڑے ہوئے ماحول نے ، ان کے حساس دل کو کس قدر مکدر کیا تھا ۔ ان کی تمام تصانیف میں ایک ہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے ، وہ یہ ہے کہ انسان کے رشتے کو خدا سے جوڑا جائے ، قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کے چراغ کو روشن کیا جائے ، ہوئی زندگی کو حسن اخلاق اور اسلامی کردار سے آراستہ کیا جائے ۔

۱ ۔ وفات رسول کے ترجمے کے اقتباسات روزنامہ [illegible] سے ماخوذ ہیں ۔

Marfat.com

سید سلطان کی حسب ذیل تصانیف کا اب تک پتہ چل سکا ہے :

(۱) نبی بنگشا
(۲) شب معراج
(۳) رسول وجے
(۴) وفات رسول
(۵) ''جیکم'' راجر لڑائی
(۶) ابلیس نامہ
(۷) جنن چوتیشا
۸ جنن پرادیب
۹ معرفتی گان
۱۰ پداولی

(۱) **نبی بنگشا** : سید سلطان کا وہ ادبی شاہکار ہے کہ جو بقول ڈاکٹر انعام الحق ضخامت ، وسعت اور تنوع میں رامائن بھی اس کتاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی ، اگرچہ اس کتاب میں اس دور کے مقامی اثرات پائے جاتے ہیں ، یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے انہوں نے اوتار کا لفظ استعمال کیا ہے ، اسی طرح انہوں نے برہما ، وشنو ، مہیشور اور ہری یا کرشن کو بھی اوتار کہا ہے جنہیں خدا کی طرف سے شام وید ، یجروید ، رگ وید اور اتھر وید آسمانی صحائف عطا ہوئے تھے -

اس کتاب کے متعلق مذہبی نقطۂ نظر سے خواہ کچھ بھی کہا جائے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب توحید کے پیغام کو عام کرنے کے لیے لکھی گئی تھی چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

اے مرد و زن !

سید سلطان کی بات سنو اور اس کی ہندی نبی بنگشا کی طرف متوجہ ہو ، جو عربی میں تھی ، لیکن اس نے تمہارے استفادے کے لیے اسے ہندی کا جامہ پہنایا ہے -

اور ایسے اسلوب میں بیان کیا ہے کہ جسے اہل بنگال آسانی سے

Marfat.com

سمجھ سکیں ، جو کم علمی کے باعث مقدس عربی زبان کو
نہیں سمجھتے

اور ایک ہندو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے باعث ہندو رسوم سیکھ جاتے ہیں (نبی بنگشا)

تخلیق کائنات کے متعلق ایک خیالی بیان سے اس کتاب کی ابتدا ہوتی ہے ، اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت پر یہ کتاب ختم ہوتی ہے ، اس میں برہما ، وشنو ، مہشور ، نرسنیا ، بامن ، رام ، کرشن ، حضرت آدم ، حضرت شیث ، حضرت نوح ، حضرت ابراہیم ، حضرت موسیٰ ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کے واقعات جا بجا بیان کئے ہیں ۔

نبی بنگشا میں جہاں ہمیں قرون وسطیٰ کی شاعری کا ایک بہترین نمونہ ملتا ہے وہیں اس میں ہمیں عمدہ تخیل ، اور شاعرانہ تشبیہوں کی بہترین مثالیں ملتی ہیں ۔

(۲) شب معراج :- سید سلطان نے ۱۰۵۵ھ میں تصنیف کی ہے ، یہ ایک ضخیم کتاب ہے ، اس کا موضوع رسول اکرم کی شب معراج ہے ، اس کے ضمن میں شاعر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اور بھی واقعات بیان کئے ہیں ۔

(۳) "رسول وجے" یہ رسالہ مشتمل ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے ، اس میں شاعر نے غزوات رسول کو اپنا موضوع بنایا ہے ۔

(۴) وفات رسول :- یہ سید سلطان کی سب سے مختصر تصنیف ہے ، جس میں ۵۰ اوراق پر مشتمل ہے ، اور سید سلطان کی آخر تصنیف ہے ، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کو بیان کیا ہے ۔

(۵) جیلم راجر لڑائی :- یہ اٹھارہ صفحے کی [illegible]
میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت [illegible]
کسی ایک دشمن بادشاہ سے جنگ کا حال لکھا ہے ، [illegible]
میں ہمیں اس قسم کی لڑائی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔

Marfat.com

(٦) ابلیس نامہ یا نور فراموش :- یہ شب معراج کے بعد کی تصنیف ہے ، نبی بنگشا میں ، اس تصنیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید سلطان نے کہا ہے کہ :

''میں انبیاء کی مدح سرائی کر چکا ہوں ، اور شیطان کی رسوائی اور ذلت کا بیان بھی''

(٧) چنن پرادیپ (چراغ زندگی) :- یہ سید سلطان کے آخری زمانے کی تصنیف ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید سلطان اس کے لکھنے سے پہلے پیر شاہ حسین سے مرید ہو چکے تھے ، اور مسائل تصوف سے کماحقہ واقفیت حاصل کر لی تھی ، اس کتاب میں ہندو اور اسلامی تصوف کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے ، تصوف کے جن طریقوں کی تعلیم انہوں نے اپنے پیر سے حاصل کی ہے ، اس کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''پیر شاہ حسین ایک سمندر کی مانند ہیں -
میں نے جو دولت انہیں سے حاصل کی ہے''

(٨) جیون پرادیپ (چراغ روح):- اس کتاب میں انہوں نے روحانی کمالات ، لاہوت ، ناسوت ، جبروت و ملکوت کو بیان کیا ہے ۔ پھر ذکر رابطہ ، مراقبہ ، اور دوسرے صوفیانہ مسائل کو اپنا موضوع بنایا ہے -

(٩) معرفتی راگ :- یہ ان کی صوفیانہ نظمیں ہیں ، جو سید سلطان کی مختلف بیاضوں اور شاعرانہ مجموعوں میں شامل ہیں -

(١٠) پداولی :- سید سلطان نے پداولیاں بھی لکھیں تھیں ، ان میں سے ان کے کچھ گیت راگ مالا میں محفوظ ہیں -

ان کی ان تمام کتابوں کے مطالعہ سے ایک قاری اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ انہوں نے اگرچہ اپنے اشعار میں ہندو مسلم خیالات کو ملا کر پیش کیا ہے ، لیکن ان کا حقیقی مقصد اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہے ، ایک

Marfat.com

موقع پر وہ بنگال کے مسلمانوں کی بد قسمتی پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بنگال میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے لیے عربی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

شاید ہندو مسلم خیالات کو امتزاج کر کے پیش کرنے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ خالص اسلامی مذہبی طبقے میں مقبول نہ ہو سکے، وہ ایک جگہ اپنی عدم مقبولیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"لوگ مجھے پنچالیاں (پنج بیتیاں) لکھنے کا مجرم قرار دیتے ہیں۔ وہ مجھے غدار کہہ کر پکارتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ میں نے اسلامی صحیفوں کو ہندوؤں کے عقائد کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔"

پھر بھی وہ اپنی کشت ویران سے مایوس نہیں ہوتے، اور حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"خدائے ذو الجلال جانتا ہے کہ میں نے یہ سب [illegible] کیا ہے، میں صرف اسی ایک ذات کے سامنے جو [illegible] ہوں۔"

وفات: سید سلطان نے ۱۶۴۶ء/۱۰۵۶ھ کے [illegible] عمر میں وفات پائی۔

مرید: سید سلطان کے مریدوں میں جس نے [illegible] محمد خان [illegible] ۱۶۴۶ء/۱۰۵۶ھ میں [illegible] (خانوادۂ نبی) ایک مشہور شخصیت [illegible] وجہ سے اس کی تکمیل نہ کر سکے [illegible] (محمد خان) [illegible] کیا کہ وہ رسولِ اوفات (وفات رسول) [illegible] لکھتے ہیں کہ

"پیر شاہ سلطان استادوں میں سب سے [illegible] ہیں وہ [illegible]

Marfat.com

شاگردوں سے محبت کرتے ہیں ، وہ نیکیوں کے موتیوں کا بڑا گنجینہ ہیں -

ان کے حکم کا سہرا اپنے سر پر باندھتے ہوئے محمد خاں پنچالی (مقتول حسین) میں گفتگو کرتا ہے''[1]

۱ - یہ تمام تفصیل ڈاکٹر انعام الحق کی کتاب مسلم بنگالی ادب - ص ۱۶۰ تا ۱۷۹ سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

(۳۹)

مولانا شرف الدین ابو توامہ

حالات : مولانا شرف الدین ابوتوامہ ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے خسر اور مرشد تھے ، وہ دہلی میں ۱۲۶۰ء ۶۵۸ھ میں مفتی تھے ، اور حدیث کے مشہور عالم اور علم کیمیا کے ماہر تھے ، سائنس کے علوم سے بھی واقف تھے ، دہلی میں ان کے معتقدین کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور ان کی مقبولیت کو دیکھ کر بادشاہ دہلی اپنی حکومت کے لیے خطرہ محسوس کرنے لگا تھا ، بادشاہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ سنار گاؤں چلے جائیں ، چنانچہ وہ سنار گاؤں چلے گئے ، ان کے سنار گاؤں تشریف لانے کی تاریخ میں اختلاف ہے ۔ ڈاکٹر محمد اسحاق نے بحوالۂ نزہتہ الخواطر لکھا ہے کہ وہ سلطان شمس الدین التمش کے

۱ ۔ سلطان قطب ایبک کی وفات کے بعد ، سپہ سالار علی اسمٰعیل کی تحریک پر ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں سلطان شمس الدین التمش تخت نشین ہوا ، جو سلطان قطب الدین ایبک کا داماد اور ان دنوں بدایوں کا صوبہ دار تھا ، یہ ایک ترک امیر زادہ تھا ، جسے اس کے [illegible] نے بچپن میں کسی سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور بخارا کے [illegible] نے خرید کر اس کی پرورش کی تھی ، جوان ہوا تو [illegible] ایبک کے پاس لایا گیا ، اس نے اس کے حسن صورت [illegible] سے متاثر ہو کر منہ مانگی قیمت دے کر [illegible] وہ ترقی کرتے کرتے بدایوں کا صوبہ دار بنا وہ [illegible]

[illegible] صفحہ ۲۰۲ [illegible]

Marfat.com

عہد حکومت میں سنار گاؤں تشریف لائے تھے[1] لیکن ڈاکٹر صغیر حسین معصومی پروفیسر سندھ یونی ورسٹی کا خیال ہے کہ وہ ۶۶۸ھ ۱۲۶۸ء یا ۶۶۹ھ ۱۲۷۱ء میں سلطان غیاث الدین بلبن[2] کے زمانے میں سنارگاؤں پہنچے، وہ اپنے اس قول کی تائید میں مناقب اصفیاء مصنفہ شاہ شعیب کو پیش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین یحیی منیری جن کی ولادت ۶۶۱ھ ۱۲۶۳ء میں ہوئی ہے وہ اپنے مرشد مولانا شرف الدین ابو توامہ کے ساتھ جب کہ ان کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی سنار گاؤں تشریف لائے تھے،

(صفحہ ۲۳۱ کا بقیہ حاشیہ)

اور مدبر بادشاہ تھا، اس کی دین داری اور نیکی کی وجہ سے صوفیہ کے تذکرہ نگاروں نے اس کا شمار اولیاء اللہ میں کیا ہے۔

سلطان شمس الدین التمش نے ۲۶ برس حکومت کر کے ۶۳۳ھ ۱۲۳۶ء میں وفات پائی۔

(تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد اول ص ۱۸۱ و آب کوثر ص ۱۱۲)

۱۔ نزھۃ الخواطر جلد ۱ ص ۱۶۳

۲۔ سلطان غیاث الدین بلبن کو سلطان ناصر الدین محمود نے اپنی زندگی میں بادشاہی کے تمام اختیارات دے دئے تھے، مگر وہ باقاعدہ بادشاہ سلطان ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد ۱۳۶۶ء ۶۶۴ھ میں بنا، کہتے ہیں کہ بلبن بھی ایک ترک زادہ تھا، چنگیز خانی حملے میں گرفتار ہو کر بغداد میں ایک غلام کی حیثیت سے بکا، بغداد کے ایک بزرگ جمال الدین بصری نے اسے خریدا اور تربیت کی، پھر دھلی میں فروخت ہونے کے لیے آیا، ابتداً بہشتی اور فراش کا کام کیا پھر آہستہ آہستہ میر شکار اور ''ترکان چہل گانی'' کے زمرے میں شامل ہو گیا، پھر تو یہاں تک ترقی کی کہ سلطان ناصر الدین محمود کے بعد وہ بادشاہ ہوا، وہ نہایت ہوش مند اور مستعد فرمانروا تھا۔ اس نے ۶۸۶ھ ۱۲۸۷ء میں وفات پائی (تاریخ ہندو پاکستان جلد اول۔ ص ۱۹۷ و سیرالمتاخرین ص ۱۱۱

Marfat.com

ڈاکٹر معصومی کی بنائے استدلال جس کتاب پر ہے ، اگرچہ اس کا زمانہ تالیف نزھۃالخواطر سے مقدم ہے ، لیکن پھر بھی اس واقعے کے کئی پہلو ہیں ، جن سے ہمیں مولانا شرف الدین ابو توامہ کے سنار گاؤں کے تشریف لانے کی تاریخ متعین کرنے میں مدد ملتی ہے ، اسی مقام الاصفیاء میں ہے کہ سنار گاؤں جاتے ہوئے مولانا شرف الدین ابو توامہ نے منیر میں قیام کیا ، شیخ شرف الدین منیری ان کی ملاقات کے لئے آئے چو اس وقت سن بلوغ کو پہنچ چکے تھے ، انہوں نے مذہبی علوم کا درس مولانا ابو توامہ سے حاصل کیا ۔ اور وہ مولانا ابو توامہ کے علم سے بے حد متاثر ہوئے ، شیخ شرف الدین کا خیال تھا کہ مذہبی علوم ایسے ہی جلیل القدر عالم سے حاصل کرنے چاہیں ، یہ سب واقعات ڈاکٹر معصومی کے اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ جب مولانا ابو توامہ سنار گاؤں تشریف لائے تو شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی ، ظاہر ہے کہ سات ، آٹھ سال کا بچہ اپنے اساتذہ کے متعلق اس قسم کا اظہار خیال نہیں کر سکتا ، لہذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب شیخ شرف الدین یحیٰ منیری نے ان سے تعلیم شروع کی ہو گی تو اس وقت ان کی عمر پندرہ بیس سال کی ہو گی ۔

دوسرے اس بات سے بھی کہ بنگال ، ان کے تشریف لانے کے وقت سلاطین دھلی کے ماتحت تھا ، اس سے بھی ہم یہ متعین کر سکتے ہیں کہ مولانا شرف الدین ابو توامہ کے سنار گاؤں میں تشریف لانے کا زمانہ ۱۲۸۳ء — ۱۲۱۲ھ کے بعد ہونا چاہیے ، کیونکہ جس زمانے میں سلطان غیاث الدین بلبن نے سلطان الدین طغرل[1] کے خلاف لکھنوتی پر حملہ

---

۱ - سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے عہد حکومت میں بنگال کے [illegible] گورنر ، ۱۲۷۷ء ۱۲۷۷ھ میں سلطان الدین طغرل کو [illegible] کی مکونت بکرم پور میں تھی ، سلطان الدین طغرل [illegible] ۱۲۷۸ھ میں قلعہ پندوہ کو تاخت کر کے وہاں سے [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

Marfat.com

کیا ، اس وقت سنارگاؤں راجا دنوج رائے کے ماتحت تھا ۔ جس سے بلبن نے ایک معاہدہ کر لیا تھا ۔ بنگال چھوڑنے سے قبل سلطان غیاث الدین نے اپنے بیٹے بغرا خاں[1] کو لکھنوتی کا گورنر مقرر کیا اور ہدایت کی کہ وہ مشرقی بنگال کو فتح کر لے ، جس میں سنارگاؤں بھی شامل تھا ، اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ۱۲۸۲ء تک جب کہ بلبن بنگال میں آیا سنارگاؤں پر سلاطین دھلی کا قبضہ نہیں تھا ۔

اس کے علاوہ ہمیں اس خیال کی تائید میں یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ پہلا مسلم سکہ جو مشرقی بنگال میں جاری ہوا وہ سلطان رکن الدین کیکاؤس نے ۶۹۰ھ — ۱۲۹۱ء میں جاری کیا ، اور پہلا مسلم سکہ جو سنارگاؤں سے جاری ہوا وہ سلطان شمس الدین فیروز شاہ نے ۷۰۵ھ — ۱۳۰۵ء میں جاری کیا ۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ۱۲۸۲ء — ۶۸۱ھ اور ۱۲۹۱ء — ۶۹۱ھ کے درمیان کسی سال میں جب کہ مسلمانوں نے بنگال فتح کیا مولانا شرف الدین ابو توامہ سنارگاؤں گئے ہوں گے ۔

(صفحہ ۲۴۳ کا بقیہ حاشیہ)

نند و جنس لوٹ کر شاہ بلبن سے جس کا وہ غلام تھا بغاوت اختیار کی اور سنارگاؤں بھاگ گیا ، یہاں سے ہزیمت پا کر اڑیسہ کی طرف چلا گیا ، وہاں بلبن کے سپہ سالار محمد شاہ کے ہاتھوں مارا گیا ۔
(تواریخ دھاکہ ۔ ص ۳۱)

۱ ۔ بغرا خاں ، سلطان بلبن کا دوسرا لڑکا تھا ، جو ۱۲۸۲ء میں بنگال کا گورنر مقرر ہوا ۔ اپنے بڑے بیٹے خان شہید کی شہادت کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن نے اسے بنگال بلا بھیجا کہ اب تمہارے سوا تخت کا کوئی وارث نہیں ، تم یہاں آ کر امور سلطنت میں میرا ہاتھ بٹاؤ ، بغرا خاں بنگال سے دھلی آیا ، لیکن یہاں آنے کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ نہ اس کا باپ ابھی اور جئے گا ، وہ لکھنوتی واپس چلا گیا ۔
(آب کوثر ۔ ص ۱۲۴)

Marfat.com

درس و تدریس : مولانا شرف الدین ابو توامہ سنارگاؤں میں تشریف لانے کے بعد رشد و ہدایت اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے ، ان سے بہت سے طلبا نے تفسیر ، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی ، اور بنگال میں ان کی وجہ سے خوب علم کی اشاعت ہوئی ۔

تصانیف : مولانا ابو توامہ صاحب تصانیف تھے ، ان کی تصانیف کے متعلق تفصیل سے کچھ لکھنا مشکل ہے ۔ ایک قلمی مخطوطے میں جس کا نام دراس العین ملکی ہے ، دو خطوط ہیں جن میں سے ایک سید نصیرالدین کے نام ہے جو لاہور کے مقطعہ دار تھے ۔ اس خط میں ان سے ابو توامہ کے مقامات کا نسخہ مانگا گیا ہے ، اور دوسرے خط میں اس کے وصول کی رسید ہے ۔

ڈاکٹر معصومی کا خیال ہے کہ نام حق جو فقہ کی ایک منظوم کتاب ہے ، اس کے مصنف بھی ابو توامہ ہیں ، لیکن اس کتاب پر ایک تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کے ایک شاگرد نے لکھی تھی ، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کتاب کے مضامین ابو توامہ کی تعلیمات پر مبنی ہیں ۔

وفات : مولانا ابو توامہ نے ۷۰۰ھ — ۱۳۰۰ء میں انتقال کیا اور سنارگاؤں میں دفن کیے گئے ۔

۱ ۔ مولانا ابو توامہ کے حالات کی یہ تمام تفصیل [illegible] ان بنگال سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۴۰)

شاہ صفی الدین

حالات : شاہ صفی الدین ، برخوردار جی کے صاحبزادے ، اور سلطان فیروز شاہ شمس الدین (بنگال) کے برادر نسبتی تھے ، اور دربار دہلی کے آمراء میں تھے ۔

بنگال میں تشریف آوری : آپ بنگال میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے ۔ مشہور ہے کہ بنگال میں تشریف لانے کے بعد ایک مقامی راجا پنڈو نامی سے ، جو کہ بہت طاقتور اور اسلام کا دشمن تھا ، ایک گائے کی خنثہ کی تقریب پر گائے کے ذبیحے کے سلسلے میں آپ کا اختلاف ہو گیا ۔ راجا نے اس بچھڑے کو شہید کرا دیا ۔

شاہ صفی الدین سے یہ ظلم دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا ، اور انہوں نے اس راجا سے مقابلے کے لیے سلطان فیروز شاہ سے کمک طلب کی ،

---

۱ ۔ سلطان فیروز شاہ نام کے تین بادشاہ گزرے ہیں ۔ ایک فیروز شاہ رکن الدین ۔ مدت حکومت ایک سال (۱۲۳۵ — ۶۳۳ھ تا ۱۲۳۶ — ۶۳۴ھ) ۔ دوسرے جلال الدین فیروز شاہ خلجی ۔ دور حکومت پانچ سال (۱۲۹۰ — ۶۸۹ھ تا ۱۲۹۵ — ۶۹۵ھ) ۔ تیسرے فیروز ... تغلق مدت حکومت ۳۷ سال ، عہد حکومت (۱۳۵۱ — ۱۳۸۸ — ۷۹۰ھ) ۔ ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی ... کا خیال ہے کہ یہ فیروز شاہ ، جلال الدین فیروز شاہ خلجی ہے ، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ میں ... کا ذکر ہے اور وہ جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے ہم عصر ہیں ۔

Marfat.com

سلطان نے آپ کی مدد کے لیے ایک بڑا فوجی دستہ جہاد کے لیے بھیجا ، اور شاہ بو علی قلندر، پانی پتی نے بھی آپ کی فتح کے لیے دعا کی ۔ اس جہاد میں راجا کو شکست ہوئی ۔

کہا جاتا ہے کہ اس جہاد میں دو مشہور ہستیاں شریک تھیں ، ایک ظفر خاں غازی۲ ، اور دوسرے بہرام سقہ بردوانی ۔

---

۱ ۔ شیخ بو علی قلندر کا نام شرف الدین اور لقب بو علی قلندر تھا ، ان کے والد کا نام سالار فخر الدین اور والدہ کا نام بی بی حافظہ جمال تھا ، ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ سے جا ملتا ہے ۔ شیخ بو علی قلندر کی ولادت ۶۰۵ھ — ۱۲۰۸ء میں پانی پت میں ہوئی ، آپ نے اوائل عمر ہی میں علوم ظاہری کی تکمیل کی ، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بیس برس تک دھلی میں قطب مینار کے پاس درس و تدریس میں مشغول رہے ، اس دور کے جلیل القدر علماء آن کے علم و فضل کے معترف تھے ، لیکن جب تصوف کی راہ میں قدم رکھا تو آپ پر جذب و سکر کی کیفیت غالب آئی ، اسی عالم جذب و سرمستی میں تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر جنگل کی راہ لی ، پھر پانی پت کے قریب موضع بڈھا کھیڑہ میں مقیم ہو گئے ۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا خلیفہ اور صاحب اخبار الاخیار نے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کا مرید و خلیفہ لکھا ہے ۔

سلطان جلال الدین خلجی اور علاء الدین خلجی آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ، ۱۳ رمضان ۷۲۴ھ — ۱۳۲۴ء کو شیخ بو علی قلندر واصل الی اللہ ہوئے ۔ آپ کی تصانیف میں (۱) مکتوبات بنام اختیار الدین (۲) حکم نامہ شرف الدین (۳) مثنوی کنز الاسرار (۴) رسالہ عشقیہ مشہور ہیں ۔

(ماخوذ از بزم صوفیہ بحوالہ سیر الاقطاب صفحہ ۲۳۵ — ۲۶۰)

۲ ۔ الغ اعظم ظفر خاں غازی بہرام اتاگین جس نے رکن الدین کیکاؤس شاہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۷ پر)

Marfat.com

وفات: شاہ صفی الدین نے تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک چھوٹا پنڈوہ ضلع ہگلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ۱

(صفحہ ۱۹۶ کا بقیہ حاشیہ)

کے عہد حکومت (۱۲۹۱ء — ۱۳۰۲ء) میں سبتگرام کو فتح [illegible] اور ۶۹۸ھ — ۱۲۹۸ء میں وہاں ایک مسجد تعمیر کی اور [illegible] ۱۳۱۳ء میں شہر سبتگرام میں تربینی کے قریب ایک [illegible] قائم کیا۔

قیاس غالب یہ ہے کہ اس نے پنڈوہ کو ۹۵ — ۱۲۹۰ء [illegible] میں فتح کیا ہوگا، اور سبتگرام کو ۱۲۹۸ء میں فتح کیا [illegible]

ظفر خاں کو اس کی وفات کے بعد دریائے [illegible] جو تربینی کہلاتا ہے وہاں ایک مندر میں دفن [illegible] ۱۳۱۳ء میں اس مندر میں اس کا مقبرہ تعمیر [illegible]

۱- ماخوذ از ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال، باب ہشتم، ص [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(۴۱)

ظفر خاں غازی

تربینی کے مقام پر ضلع ہگلی میں ظفر خاں غازی کا مزار آج بھی واقع ہے ۔ ظفر خاں غازی کی قبر کے قریب ان کے دو بیٹوں ، اگوان خاں اور بار خاں غازی کی قبریں بھی واقع ہیں ۔ مزار کے ایک کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ '' دارالخیرات '' کے نام سے ایک مدرسہ بھی یہاں قائم کیا گیا تھا ۔ اس کتبے پر ۷۱۳ھ مطابق ۱۳۱۳ء کا سن پڑا ہوا ہے ۔ یہ مدرسہ بنگال کے بادشاہ سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں قائم کیا گیا تھا ۔ تربینی کے مقام پر بھی ایک کتبہ ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ظفر خان کی گورنری کے زمانے میں سلطان کیکاؤس نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا ۔ اس کتبے میں ظفر خان کو ''شیروں کا شیر'' لکھا ہے ۔ جس نے ہندوستان کے شہروں کو ختم کیا اور کافروں کو تلوار اور نیزے سے ہلاک کر دیا ۔ یہ کتبہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ ظفر خان مذہب اسلام سے بے حد وابستہ تھا اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے جہاد کرتا تھا ۔ کرسی نامہ ، جو اس مزار کے مجاوروں کے پاس محفوظ ہے ، سے پتہ چلتا ہے کہ ظفر خان غازی اپنے بھانجے شاہ صوفی کے ساتھ [illegible] اسلام کے لیے بنگال تشریف لائے ۔ انہوں نے راجہ مان کو مشرف بہ [illegible] کیا لیکن ہگلی کے راجہ بھودیو سے جنگ کرتے ہوئے مسلمان [illegible] شہید ہوئے ۔ آگوان خان نے آخر کار راجہ کو شکست دی اور اس [illegible] سے عقد کر لیا ۔

مقامی روایت کے مطابق راجا بھو دیو نے ایک مسلمان کو [illegible]

Marfat.com

کی رسم ادا کرنے کے سلسلے میں سزا کے طور پر قتل کرا دیا ۔ مسلمانوں نے اس امر کی شکایت جلال الدین فیروز شاہ خلجی سے کی ۔ فیروز شاہ نے ظفر خاں دو روانہ کیا ۔ ان کے بھانجے صوفی شاہ بھی ان کے ساتھ تھے ۔ انہوں نے بھو دیو کو شکست دی اور غازی کہلائے[1] ۔

۱ ۔ سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال ص ۱۲۵-۱۲۶ ۔ ڈاکٹر محمد عبدالرحیم

Marfat.com

مخدوم شاہ ظہیر الدین

مخدوم شاہ ظہیر الدین سولہویں صدی کے ایک بزرگ تھے ۔ ان کا مزار ضلع بیر بھوم میں مخدوم نگر کے علاقے میں آج بھی موجود ہے اس سے زیادہ حالات نہیں ملتے ۱ ۔

۱ سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۴۳)

شاہ عبداللہ گجراتی

حالات : مخدوم شاہ عبداللہ گجراتی غالباً چھٹی صدی ہجری میں گجرات سے منگل کوٹ تشریف لائے ، آپ کے حالات زندگی اور منگل کوٹ کی آمد کے سلسلے میں افسوس ہے کہ تذکروں میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ۔

وفات : شاہ عبداللہ نے منگل کوٹ میں وفات پائی ، آپ کا مزار منگل کوٹ میں واقع ہے ، مزار سے متصل ایک مسجد ہے ، جس کے متعلق خیال ہے کہ یہ مسجد شاہ عبداللہ کے انتقال کے بہت عرصے کے بعد تعمیر ہوئی ۔

کتبہ : مسجد پر ایک فارسی کتبہ ہے ، جس کا ترجمہ یہ ہے :

''جب یہ مسجد تعمیر کی گئی ، عنایت کے حکم سے پھر یہ کعبے کی شکل میں تبدیل کر دی گئی یہ اسلام کی ایک قابل احترام جگہ ہے ۔ یہ ایک روحانی آواز ہے ، روحانی انسان کی طرف سے جو آج تک قائم ہے ۔ یہ مخلوق خدا کی بندگی کا مقام ہے[1] ۔

---

۱ - یہ تمام تفصیل ہسٹری آف صوفی ازم ان ہندل ۔ مؤلفہ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۹۳ سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۴۴)

شیخ عبداللہ کرمانی

شیخ عبداللہ کرمانی سلسلۂ چشتیہ کے ابتدائی صوفیوں میں سے ایک ہیں۔ شیخ کرمانی خواجہ معین الدین چشتی (۱۲۳۵—۱۱۴۲) کے مرید تھے۔ یہ اُن چند لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے سلسلۂ چشتیہ کو بنگال میں مروج کیا ان کے بارے میں تاریخ خاموش ہے اور زیادہ حالات نہیں ملتے۔ اُن کا مزار آج بھی بیربھوم کے ضلع میں کھستی نیری گاؤں میں واقع ہے[1]۔

۱ - بنگلے صوفی پربھاوا، ۱۰ ڈاکٹر انعام الحق۔

Marfat.com

Marfat.com

(۴۵)

مولانا عطا

حالات : بنگال کے قدیم صوفی اور مشہور عالم مولانا عطا ۱۳۰۰ء — ۷۰۰ھ اور ۱۳۵۰ء — ۷۵۰ھ دیناج پور میں تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ بنگال کی اسلامی تصوف اور علماء کی تاریخ میں خاص عظمت و شہرت کے مالک ہیں ، افسوس ہے کہ ان کا تفصیلی تذکرہ ہمیں نہیں ملتا ، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس خطے میں تقریباً نصف صدی تک اسلامی تعلیمات کو عام کرتے رہے ۔

مدفن : مولانا عطا موضع گنگا رام ، ضلع دیناج پور میں محو استراحت ہیں ، اور آج بھی آپ کی درخشندہ کرامتوں کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے ، اور آپ کے مزار پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے ۔

کتبے : آپ کے مزار اور اس کے قرب و جوار میں جو کتبے اب تک ملے ہیں ان کی تعداد چار ہے ۔

ان میں سے ایک کتبہ سلطان سکندر شاہ کے زمانے [illegible] کا ہے اس کتبے میں آپ کے القاب اس طرح مندرج ہیں :

"قطب الاولیاء وحید المحققین ، سراج السالکین و الشیخ [illegible] مولانا عطا ۔"

دوسرا کتبہ سلطان جلال الدین فتح شاہ کے زمانے [illegible] کا ہے ، اس کتبے میں مندرج ہے :

۱ - مسلم بنگلی ادب صفحہ ۳۱ - ۳۲ -

Marfat.com

مخدوم مولانا عطا وحید الدین ۔ ،،

تیسرا کتبہ سلطان شمس الدین مظفر شاہ کے دور ۸۹۶ھ — ۱۴۹۱ء کا ہے ، اس میں مندرج ہے :

،، مخدوم المشہور قطب اولیاء مولانا عطا ۔ ،،

چوتھا کتبہ جو مسجد سے متصل ہے ، اور مولانا عطا کے مزار کے قریب ہے ، وہ سلطان علاء الدین حسین شاہ کے زمانے کا ہے ، اس کتبے میں آپ کو ،،شیخ المشائخ شیخ عطا،، لکھا ہے ۔

ان تمام کتبوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا عطا سلطان سکندر شاہ کے عہد حکومت میں واصل الی اللہ ہوئے ۔

خیال کیا جاتا ہے کہ آپ حضرات اخی سراج کے ہم عصر تھے ۔[1]

---

۱ ۔ سوشل ہسٹری آف مسلمان بنگال صفحہ ۱۱۹ - ۱۲۰ بحوالہ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۷۲ء - ۷۳ء -

Marfat.com

(۴۶)

حضرت شاہ علی بغدادی

حالات : شاہ علی بغدادی بنگال کے قدیم صوفیہ میں ہیں ۔ ان کے تفصیلی حالات کے متعلق ہمارے مؤرخ اور تذکرہ نگار بالکل خاموش ہیں ۔ البتہ تواریخ ڈھاکہ میں ہے کہ وہ بغداد کے شہزادے تھے ۔ اور سلطنت اسلامیہ سے قبل ان چالیس اولیائے کرام کے ساتھ بنگال تشریف لائے تھے جنہوں نے اس خطے کو اسلام کے نور سے منور و تابان بنایا ۔ ان بزرگوں میں سے شاہ علی نے ڈھاکے میں اور شاہ جلال مجرد نے سلہٹ میں سکونت اختیار کی ۔ ڈھاکے میں تشریف لانے کے بعد حضرت شاہ علی نے اپنے چار مریدوں کے ساتھ اس جگہ سکونت اختیار کی جہاں اب ان کا مزار ہے ۔ یہاں ایک مسجد تھی ۔ اسی مسجد میں آپ قیام پذیر ہوئے ۔ اور رشد و ہدایت اور اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف ہو گئے ۔

وفات : حضرت شاہ علی نے ۹۸۵ھ — ۱۵۷۷ء میں وفات پائی ۔ اور اسی مسجد میں مدفون ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ انتقال سے قبل آپ نے [illegible] کھینچ کر مسجد کا دروازہ بند کرایا تھا ۔ اور مریدوں سے فرمایا تھا کہ چالیس دن تک کوئی دروازہ نہ کھولے ۔

مسجد : یہ مسجد جہاں آپ کا مزار شریف واقع ہے [illegible] ۱۱۵ھ — ۱۴۸۰ء میں تعمیر ہوئی ۔ مگر ابتداء اس مسجد [illegible] تعمیر کرایا تھا اس کا پتہ نہیں چلتا ۔ حضرت شاہ علی [illegible] کچھ دن بعد یہ مسجد شکستہ ہو گئی اور ایک [illegible] اور ویران رہی ۔ یہاں تک کہ ۱۱۰۶ھ [illegible]

Marfat.com

نواب نصرت جنگ[1] کے زمانے میں حضرت شاہ مہدی قدس سرہ نے از سر نو اس مسجد کو تعمیر کرا کر آباد کیا ، جو ابھی تک قائم ہے بعد میں اس کے احاطے کے مکانات نواب سر احسن اللہ[2] نے بنوائے اور مزار مبارک کی مرمت کرائی ۔

کتبہ : اس مسجد پر جو کتبہ نصب ہے وہ حسب ذیل ہے :

این خاک چو شد نخست مسجود
سال تاریخ آں "ضفہ" بود
۸۸۵ھ

---

۱ ۔ نواب نصرت جنگ المخاطب بہ انتظام الدولہ نصیر الملک سید علی خاں بہادر نصرت جنگ ۲ فروری ۱۷۹۶ء — ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۱۹۲ بنگلہ ۲۳ ماگھ کو گورنر جنرل کے حکم سے اپنے بھائی نواب حشمت جنگ بہادر کے جانشین ہوئے ۔ وہ نہایت عقل مند اور صاحب اقبال تھے ۔ امیر و غریب سب سے خندہ دلی سے پیش آتے تھے ، اگرچہ مذہب امامیہ رکھتے تھے ، مگر حضرت شاہ مہدی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ دائرۂ مگ بازار سے نہایت عقیدت رکھتے تھے نواب نصرت جنگ نے ۳۷ سال کی نوابی کے بعد ۱۰ ذیقعد ۱۲۳۷ھ — ۱۸۲۳ء کو بعارضۂ اسہال خونی وفات پائی ۔

(ماخوذ از تواریخ ڈھاکہ ۔ صفحہ ۱۵۷ تا ۱۵۹)

۲ ۔ نواب احسن اللہ نواب عبدالغنی کے صاحبزادے تھے ، نواب عبد الغنی نے ان کو اپنی حیات میں اپنا جانشین اور کل املاک کا مالک قرار دیا تھا ، وہ نہایت دانشمند ، اور سلیم الطبع انسان تھے ، انھوں نے ریاست کے کاروبار بحسن و خوبی انجام دیے ، اور ضلع ڈھاکہ میں پرگنہ گوبند پور کو خریدا ۔ گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے ، اور اسٹار آف انڈیا اور نائٹ کا خطاب ملا ، باری سال میں ایک زنانہ ہسپتال انھوں ہی نے قائم کیا ، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے نواب سلیم اللہ ان کے جانشین ہوئے ۔

(ماخوذ از تواریخ ڈھاکہ ۔ صفحہ ۲۵۱ - ۲۵۲)

Marfat.com

در سال ''ضفه'' ۸۸۵ ز دور گردون
شد بار دگر خرابی آلود
پس شاه علی ز ارض بغداد
تشریف بخاک هند فرمود
به نشست در و بست در را
بر خود ره خلق کرد مسدود
تا آنکه جهان فانی را کرد
آن واصل حق نمود پدرود
کردند به نو عمارت اورا
شد مرقدش مقام مقام مسعود
شد باز بهار او خزان را
از گردش چرخ دست فرسود
اکنون بعهد نصیر ملک نواب
غرکاسن هجری است معدود
۱۲۲۱ھ
هاتف گفتا که یا الٰهی
همسایه بود ز فضل معبود
۱۲۲۱ھ

مزار: حضرت شاہ علی کا مزار ڈھاکہ شہر سے آٹھ میل دور میر پور کے قریب واقع ہے، ہزاروں آدمی شہر اور اطراف و اکناف برسات کے زمانے میں کشتیوں پر اس مزار کی زیارت کے لیے آتے ہیں، یہ مزار بہت مستحکم بنا ہوا ہے، طول و عرض دونوں ۳۶ فیٹ برابر ہے، دیواریں ۷ فیٹ چوڑی ہیں اور ایک بہت بڑا گنبد ہے جو دور سے نظر آتا ہے، اس کے احاطے میں بہت سی زمین اور مکانات ہیں۔

۱ - حضرت سید شاہ علی کے حالات کی یہ تمام تفصیل نواب ڈھاکہ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۲ ماخوذ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی

نام و نسب : بنگال میں حضرت شیخ اخی سراج کے بعد سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کو جس نے سب سے زیادہ فروغ بخشا وہ شیخ علاء الحق والدین بن اسعد لاہوری تھے ، معارج الولایت میں ہے کہ وہ صحیح النسب ہاشمی تھے ، ان کا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولید سے جا ملتا ہے ، وہ ایک متمول اور مالدار خاندان میں پیدا ہوئے ، اور خود بھی امراء اور ارا کین سلطنت میں شمار ہوتے تھے ، انہوں نے اپنے لیے 'گنج نبات' لقب اختیار کیا تھا ، جس پر حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی آن سے خفا ہوگئے تھے ، اس لیے کہ یہ لقب آپ کے پیر حضرت بابا فرید[1] کے لقب گنج شکر سے بڑھا ہوا تھا ، صاحب

---

۱ - آپ کا اسم گرامی مسعود ، لقب فرید الدین تھا ، مگر آپ 'گنج شکر' کے لقب سے مشہور ہوئے ، 'گنج شکر' کی وجہ تسمیہ صاحب میر الاقطاب نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار آپ نے متواتر روزے رکھے ، ایک دن افطار کے لیے کچھ نہ ملا ، رات کو آپ نے بھوک کی شدت میں سنگ ریزے منہ میں ڈال لیے ، یہ سنگ ریزے شکر ہوگئے ، آپ کے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا فرید 'گنج شکر' ہے ، اس دن سے اس لقب سے مشہور ہوئے ، بابا فرید گنج شکر ۵۸۴ھ — ۱۱۸۸ء میں قصبہ کھتوال (کھوتوال) ضلع ملتان میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۶ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۶۵ کا بقیہ حاشیہ)

ہوئی ، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے ، بابا فرید نے ابتدائی تعلیم کھوتوال میں پائی ، پھر حصول تعلیم کے لیے ملتان تشریف لائے ، ملتان میں ایک مسجد میں قیام فرمایا ، اسی مسجد میں کتاب نافع مولٰنا منہاج الدین ترمذی سے پڑھی ، اسی زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ملتان تشریف لائے ، ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین اس مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے ، جس میں بابا فرید مقیم تھے ، بابا فرید آپ کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی ، حضرت خواجہ قطب الدین جب ملتان سے واپس ہوئے لگے تو آپ نے بابا فرید کو مزید تعلیم و تلقین فرمائی ، اس کے بعد بابا فرید ہندوستان سے نکل کر بغداد ، غزنی ، سیوستان اور بدخشاں میں ظاہری اور باطنی علوم کی تعلیم حاصل کرتے رہے ، طویل سیاحت کے بعد آپ اپنے مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں دھلی حاضر ہوئے ، اور آپ کی خدمت میں رہ کر روحانی نعمتوں سے مالا مال ہوئے ، اسی زمانے میں جب کہ آپ دھلی میں مقیم تھے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیری اجمیر سے دھلی تشریف لائے ، اور خواجہ بزرگ کی توجہ سے بابا فرید بھی مستفیض ہوئے ، خواجہ بزرگ نے بابا فرید کی غیر معمولی صلاحیتوں کا اندازہ کر کے اپنے مرید خواجہ بختیار سے فرمایا

بابا بختیار! شہباز عظیم بقید آوردہ کہ جزبہ مدرۃ المنتہی آشیاں نگیرد ، ایں فرید شمعے است کہ خانوادۂ درویشاں منور سازد -

ایک عرصے تک بابا فرید اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے ، جب تعلیم باطنی ختم کر چکے تو اپنے مرشد کے حکم سے دھلی سے ہانسی تشریف لائے ، آپ ہانسی

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۷ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۶۶ کا بقیہ حاشیہ)

ھی میں تھے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے مرشد کا وصال ھوگیا ھے ، اس خواب سے پریشان ھو کر دھلی تشریف لائے ۔ جب دھلی پہنچے تو معلوم ھوا کہ تین روز ھوئے کہ حضرت خواجہ قطب الدین وصال فرما چکے ھیں ۔

سیرالاولیاء میں ھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے جب آخری مرتبہ بابا فرید رخصت ھونے لگے تو آپ نے ان کو مصلیٰ خاص ، اور عصا عنایت کیا ، اور فرمایا کہ میں تمہارن امانت ، یعنی سجادہ ، خرقہ ، دستار اور کھڑاویں قاضی حمید الدین ناگوری کو دے دوں گا ، (وہ میری وفات) کے پانچویں روز تم کو پہنچا دیں گے ، ان آثار کو حفاظت سے اپنے پاس رکھنا ، تمہارا مقام ھے'' ۔ (سیرالاولیاء ۔ صفحہ ۷۷)

چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری نے پانچویں روز یہ تمام امانتیں بابا فرید کے حوالے کیں تین روز کے بعد بابا فرید نے دھلی کو روانہ ھونے کا ارادہ کیا ، لیکن دھلی کے لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ دھلی ھی میں قیام فرمائیں ، مگر آپ نے دھلی میں ٹھہرنا پسند نہ کیا ، اور ھانسی واپس تشریف لائے ۔ جب ھانسی میں آپ کا ھجوہ بڑھا تو آپ اجودھن (پاک پتن) تشریف لے آئے اور اپنی تک اجودھن (پاک پتن) ھی میں مقیم رہے ۔

اخبار الاخیار میں ھے کہ اجودھن کے باشندے نہایت درجہ ظاھر پرست اور درویشوں کے منکر تھے ، جب آپ اجودھن آئے تو فرمایا یہ جگہ میرے رھنے کے لئے خوب ھے ، وہاں کے لوگوں نے آپ کی طرف مطلق توجہ نہ کی ۔ آپ نے قصبے کے باھر کے نیچے قیام فرمایا ، اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اور عبادت الٰہی میں مصروف ھوئے ۔ جب آپ کی شہرت ھوئی تو دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں آنے لگے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۸ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۶۷ کا بقیہ حاشیہ)

پروانہ وار جمع ہونے لگے ، اس وقت دھلی میں سلطان ناصرالدین محمود کی حکومت تھی ، وہ اپنے لشکر کے ساتھ اجودھن سے گزرا ، اس نے اپنے نائب السلطنت الغ خاں کو آپ کی خدمت میں بھیجا ، اور چار گاؤں بطور جاگیر اور کچھ نقد آپ کی خدمت میں نذر کرنا چاہا ، الغ خاں نے جاگیر کا فرمان اور زر نقد بابا فرید کی خدمت میں رکھا ، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ الغ خاں نے عرض کیا کہ یہ نقد رقم آپ کے درویشوں کے اخراجات کے لیے ہے ، اور یہ چار گاؤں کا فرمان آپ کی اولاد کے لیے ہے ، بابا فرید نے نقدی کو قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ رقم درویشوں میں تقسیم کر دی جائے ، اور گاؤں کے فرمان کو واپس کرتے ہوئے فرمایا یہ واپس لے جاؤ ، اس کے طلب گار بہت ہیں -

(اخبارالاخیار - صفحہ ۵۲)

اسی طرح ایک دفعہ اجودھن کے والی نے کچھ گاؤں اور زر نقد آپ کو بطور نذر دینا چاہا ، فرمایا اگر میں یہ گاؤں اور روپیہ لے لوں تو لوگ مجھے درویش نہ سمجھیں گے ، بلکہ دیہہ دار کہیں گے، اور دیہہ دار میرا لقب ہو جائے گا ، پھر یہ منہ درویشوں کے دکھانے کے قابل نہ رہے گا ، اور میں آن میں کھڑا نہ ہو سکوں گا -

(راحت القلوب - صفحہ ۱۲۲ و فوائد الفواد - صفحہ ۵۹)

حضرت بابا فرید کی ساری زندگی فقیرانہ عسرت اور درویشانہ استغنا کے ساتھ گزری -

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک دن آپ کی بیوی نے عرض کیا کہ فلاں بچہ بھوک سے ہلاکت کے قریب ہے ، فرمایا فرید کیا کرے، اگر تقدیر الٰہی یہی ہے تو یہی ہوگا -

(اخبار الاخیار - صفحہ ۵۲)

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۹

Marfat.com

(صفحہ ۲۶۸ کا بقیہ حاشیہ)ء

ایک دفعہ آپ کا کرتا پرانا ہو گیا ، ایک شخص نے نیا کرتا پیش کیا ، تھوڑی دیر وہ کرتا پہن کر آپ نے شیخ نجیب الدین متوکل کو دے دیا ، فرمایا مجھے جو ذوق اس پرانے کرتے میں حاصل ہوتا تھا ، وہ اس نئے کرتے میں نہیں ۔

(اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۵۲)

ایک دفعہ آپ کے ایک خادم نے ایک درم کا نمک دکان دار سے قرض لے کر کھانا پکایا ، جب یہ کھانا افطار کے وقت بابا فرید کے سامنے لایا گیا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا ، اور فرمایا میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا کہ اس کھانے سے اسراف کی بو آتی ہے ۔

(اخبار الاخیار ۔ صفحہ ۵۲ ۔ ۵۳)

سیرالعارفین میں ہے کہ یہ کھانا آپ کے مرید خاص حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے تیار کیا تھا ، آپ نے ان سے پوچھا کہ اس کھانے میں نمک کہاں سے لا کر ڈالا گیا ہے ، انہوں نے جواب دیا کہ نمک گھر میں موجود نہ تھا ، میں نے قرض لا کر ڈالا ہے ، فرمایا کہ درویشوں کے لیے فاقے سے مر جانا کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ نفس کی لذتوں کے لیے مقروض ہوں قرض اور توکل میں زمین و آسمان کا فرق ہے ، اگر کسی درویش کو قرض کی حالت میں موت آ جائے تو اس کی گردن قرض کے بوجھ سے جھکی رہے گی ۔

(سیر العارفین)

ایک دفعہ خانقاہ میں کچھ درویش آئے ، گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا ، حضرت بابا فرید نے خود ان کے لیے [illegible] پیسے اور روٹیاں پکا کر درویشوں کے سامنے رکھیں ۔

(بزم صوفیہ ۔ صفحہ [illegible])

آپ کی تبلیغ سے مغربی پنجاب کے کئی [illegible] ہوئے ،

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

(صفحہ ۲۶۹ کا بقیہ حاشیہ)

اور وٹو وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

(موج کوثر صفحہ ۲۵۱ بحوالہ گزیٹیر ضلع ملتان و منٹگمری)

آپ کے رشد و ہدایت سے نہ صرف پنجاب بلکہ شمالی ہندوستان کا گوشہ گوشہ منور ہوگیا اور دور دور سے لوگ آ کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

بابا فرید کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عقیدت مندوں کا ہجوم آپ کو گھیرے رہتا، آدھی رات تک خانقاہ کا دروازہ کھلا رہتا، اور ہر قسم کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، عوام و خواص، شہری اور لشکری سب کے سب آپ کے بے حد معتقد تھے، ناصر الدین محمود کا لشکر جب اجودھن سے گزرا تو ان لشکریوں نے بابا فرید سے جس عقیدت کا اظہار کیا ہے اس کا تذکرہ تفصیل سے خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے فوائد الفواد میں فرمایا ہے۔

(دیکھئے فوائد الفواد صفحہ ۱۳۵ - ۱۳۶)

علم و فضل کے اعتبار سے بھی حضرت بابا فرید کا مرتبہ بہت بلند ہے، آپ کے مرید اور خلیفۂ خاص حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کا بیان ہے کہ میرے مرشد حضرت بابا فرید گنج شکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف "عوارف المعارف" کو نہایت عمدگی سے پڑھاتے تھے، جب آپ درس دیتے تو سننے والوں کے ہوش ٹھکانے نہ رہتے تھے، میں نے بھی اس کتاب کے پانچ باب آپ ہی سے پڑھے تھے۔

(فوائد الفواد - صفحہ ۵۷ - سیر العارفین - صفحہ ۵۷)

حضرت بابا فرید کی تصانیف میں آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۱ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۷۰ کا بقیہ حاشیہ)

ایک راحت القلوب اور دوسرا اسرار الاولیاء ہے ، راحت القلوب کو حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے ، اور اسرار الاولیاء کو حضرت بدرالدین اسحاق نے مرتب کیا ہے ، یہ دونوں آپ کے مرید و خلیفہ تھے ۔

اخبار الاخیار کی روایت کے مطابق حضرت بابا فرید ۹۵ سال کی عمر میں ۵ محرم ۶۶۴ھ — ۱۲۶۵ء کو واصل الی اللہ ہوئے ۔

بنگال کے محقق ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونی ورسٹی کا قیاس ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر ایک مرتبہ بنگال تشریف لائے تھے ، ان کے خیال میں اس کا ثبوت اس چشمے سے ملتا ہے جو چاٹگام کے قریب شیخ فرید کے چشمے سے موسوم ہے ، حالانکہ اس علاقے میں بہت سے چشمے ہیں ، لیکن کسی کو شیخ فرید سے منسوب نہیں کیا جاتا ، ان کا بیان ہے کہ فرید پور (مشرقی بنگال) کے ضلع میں یہ روایت عام طور پر مشہور ہے کہ اس ضلع کا نام حضرت بابا فرید گنج شکر کے نام پر رکھا گیا ، جب آپ اس علاقے میں آئے تو آپ نے بہت سے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا ، ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک چھوٹا سا قبہ شہر فرید پور میں آج بھی موجود ہے جو کہ ان بزرگ کے آنے کی یادگار کے طور پر اور آپ کے مجاہدات کے سلسلے میں تعمیر کیا گیا ۔

(ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ، باب ششم)

مندرجۂ بالا روایت خواہ کتنی ہی شہرت کیوں نہ رکھتی ہوں ، لیکن تاریخی حیثیت سے حضرت بابا فرید گنج شکر کا جانا ثابت نہیں اور نہ ہمیں کسی تذکرے میں اس کا ذکر ہے کہ آپ نے کبھی بنگال کا کوئی سفر کیا تھا ۔

آپ کے خلفاء میں سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۲ پر)

Marfat.com

خزینۃ الاصفیاء نے اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ علاء الحق نے اپنے وطن میں خود کو امارت و ثروت ، پندار و تکبر کی بنا پر گنج نبات لقب اختیار کیا تھا ، جب یہ خبر حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوئے ، اور فرمایا کہ ہمارے پیر ''گنج شکر'' ہیں اور اس نے گنج نبات لقب اختیار کر کے آن سے بھی زیادہ اپنے آپ کو اعلیٰ شمار کیا ہے ، الٰہی ! اس کی زبان گونگی کر دے، آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ حضرت شیخ علاء الحق گونگے ہوگئے ، جب وہ حضرت شیخ سراجی اخی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو ان کی زبان کھلی -۱

بیعت : جب حضرت اخی سراج کو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور وہ اپنے وطن بنگال جانے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاءالدین علاءالحق

(صفحہ ۲۷۱ کا بقیہ حاشیہ)

مخدوم شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری ، شیخ جمال الدین ہانسوی ، شیخ نجیب الدین متوکل مشہور ہیں - ان خلفاء میں تین سے سلسلے جاری ہوئے ، حضرت خواجہ نظام الدین سے نظامیہ ، حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد سے صابریہ اور شیخ جمال ہانسوی سے سلسلۂ جمالیہ جاری ہوا ، لیکن کچھ دن کے بعد سلسلۂ جمالیہ سلسلۂ نظامیہ میں ضم ہوگیا -

حضرت بابا فرید کے بعد ان کے دونوں خلفاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی اور حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری نے سلسلۂ چشتیہ کے آفتاب کو نصب النہار پر پہنچا دیا ، اور ان دونوں بزرگوں کی بدولت ہند و پاکستان کے ہر گوشے میں چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں قائم ہوئیں -

(یہ تمام تفصیل ''شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات'' کے ص ۸۷ تا ۱۰۴ سے ماخوذ ہے)

۱ خزینۃالاصفیاء - جلد ۱ ، ص ۳۶۸ -

Marfat.com

جیسے دانش مند بزرگ موجود ہیں ، میرا ان کے سامنے کیا چراغ جلے گا ، فرمایا فکر مت کرو کہ وہ تو خود تمہارے حلقۂ ارادت و خدمت میں داخل ہوں گے، چنانچہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی پیشین گوئی کے مطابق شیخ علاء الحق نے حضرت اخی سراج کی خدمت میں حاضر ہو کر آن کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔

شیخ کی خدمت : شیخ علاءالحق نے اپنے پیر کی اتنی خدمت کی کہ ان کے جذبۂ خدمت کو دیکھ کر لوگ حیران ہوتے تھے ، وہ شیخ جلال تبریزی کی طرح سفر میں اپنے شیخ کا کھانا گرم رکھنے کے لیے انگیٹھی اپنے سر پر اٹھائے رکھتے تھے ، یہاں تک کہ ان کے سر کے بال جل گئے ۔

ان کے اعزہ و اقربا جو دولت مند اور ارا کین سلطنت میں تھے ، وہ لوگ ان کو اس حالت میں دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے ۔

خلافت : حضرت اخی سراج نے ان کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا ۔ جب وہ سجادۂ مشیخت پر متمکن ہوئے تو ان کی فیاضی و سخاوت نے بادشاہ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ ان کے والد چونکہ مہتمم خزانہ ہیں ، ممکن ہے کہ یہ فیاضی شاہی خزانے سے ہوتی ہو ، اس لیے بادشاہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ دارالخلافہ چھوڑ کر سنارگاؤں چلے جائیں جو ڈھاکہ سے اٹھارہ

۱ - ریاض السلاطین میں ہے کہ شیخ علاءالحق ، سلطان سکندر شاہ ۔ شمس الدین بھنگڑہ کے معاصر تھے ، جو اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا ، جب ۷۶۰ھ — ۱۳۵۸ء میں تغلق شاہ نے حملہ کیا تو اس نے تاب مقاومت نہ لا کر سالانہ خراج مقرر کر لیا ، ۔ نے ۷۶۶ھ — ۱۳۶۴ء میں پنڈوہ میں جامع مسجد تعمیر کی ، مسجد ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ اس نے وفات پائی ، ۔ جس بادشاہ کا ذکر ہے قیاس چاہتا ہے کہ وہ سلطان سکندر شاہ ہو ۔

Marfat.com

میل کے فاصلے پر ہے، سنار گاؤں میں وہ دو سال تک مقیم رہے، لیکن یہاں ان کی سخاوت اور فیاضی اور بھی بڑھ گئی ، خادم کو حکم دیا کہ جو پہلے روزانہ خرچ کرتے تھے، اب اُس سے دگنا خرچ کرو ، چنانچہ یہ سلسلہ آن کی وفات تک جاری رہا ، مشہور ہے کہ دو باغ ان کے بزرگوں کے تھے جن کی آمدنی آٹھ ہزار ٹنکہ تھی ، کسی نے آن کے ان دونوں باغوں پر قبضہ کر لیا ، لیکن وہ اس کی شکایت کبھی اپنی زبان پر نہیں لائے ۱-

اس قدر خرچ کرنے کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر میرے مخدوم خرچ کرتے تھے ، میں ان کا عشر عشیر بھی خرچ نہیں کرتا ۔

پیشینگوئی : ایک دفعہ چند قلندر حضرت شیخ علاءالحق کی خانقاہ میں آئے ، ان کے پاس ایک بلی تھی جو اتفاق سے گم ہوگئی ، وہ آپ کے پاس آئے اور نہایت بدتمیزی کے لہجے میں کہا کہ ہماری بلی تمہارے یہاں سے غائب ہوئی ہے ، ہماری بلی ہمیں لا کر دو ، آپ نے فرمایا کہ میں کہاں سے لاؤں ، ان میں سے ایک گستاخ نے کہا کہ ہرن کی شاخ سے پیدا کرو فرمایا تم اُسے شاخ سے پاؤ گے ، دوسرے بدتمیز نے کہا کہ میرے خصیے سے پیدا کرو ، فرمایا کہ تم اسی سے پاؤ گے ، جیسے ہی خانقاہ سے یہ دونوں قلندر باہر آئے ، وہ قلندر کہ جس نے کہا تھا کہ ہرن کی شاخ سے پیدا کرو، اُس کے ایک گدھے نے سینگ مارا ، اور دوسرا قلندر جس نے خصیے سے کہا تھا ، اس کے خصیے اس قدر ورم کر آئے کہ وہ اسی بیماری میں ہلاک ہوگیا ۲ -

وفات : اخبارالاخیار میں ہے کہ شیخ علاءالحق نے ۸۰۰ھ—۱۳۹۸ء میں وفات پائی ۳، لیکن سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال کے مؤلف نے

---

۱ - اخبارالاخیار - ص ۱۴۳ -

۲ - ایضاً - ص ۱۴۳ -

۳ - اخبارالاخیار - ص ۱۴۳ -

Marfat.com

خورشید جہاں نامہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ علاءالحق کی درگاہ کے خادموں کے پاس ایک کتاب ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ علاءالحق ۷۸۶ھ—۱۳۸۲ء کو واصل الی اللہ ہوئے ۱ -

مزار : حضرت شیخ علاءالحق کا مزار پُر انوار چھوٹی درگاہ پنڈوہ میں اُن کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالم کے متصل زیارت گاہ خاص و عام ہے -

اولاد : حضرت شیخ علاءالحق کے دو صاحبزادے شیخ نور قطب عالم اور شیخ انور تھے -

خلفا : حضرت شیخ علاءالحق والدین کے خلفاء میں جن بزرگوں نے غیر معمولی شہرت حاصل کی ، ان میں اُن کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالم ، اور اُن کے مرید حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی ہیں -

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی ، سمنان میں پیدا ہوئے ، اُن کے والد کا اسم گرامی محمد ابراہیم تھا ، جو سمنان کے بادشاہ تھے ، اُن کی والدۂ ماجدہ کا نام خدیجہ بیگم تھا ، جو خواجہ احمد یسوی ، کی صاحبزادی

۱ - خورشید جہاں نامہ شائع کردہ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۶۵ - ص ۲۰۶ - ۲۰۷ -

۲ - خواجہ احمد یسوی ، یسوی میں پیدا ہوئے جو ترکستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے انہوں نے بچپن میں ظاہری و باطنی تربیت شیخ ارسلان سے حاصل کی کہ جو ترکستان کے جید اکابر مشائخ میں تھے - شیخ ارسلان کی وفات کے بعد وہ بخارا آئے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے دست حق پرست پر بیعت کی خرقۂ خلافت حاصل کیا - اور خواجہ یوسف ہمدانی نے مسند ارشاد کو زینت بخشی -

صاحب خزینۃ الاصفیا نے خواجہ احمد یسوی کے حالات (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۶ پر)

Marfat.com

تھیں اور بڑی عابدہ و زاھدہ خاتون تھیں ، لطائف اشرفی میں ھے کہ اپنی تین بہنوں کے بعد حضرت ابراھیم مجذوب کی دعا کی برکتوں سے حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی پیدا ھوئے ، سات سال کی عمر میں انھوں نے ساتوں قرأتوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا - چودہ سال کی عمر میں وہ علوم معقول و منقول کی تعلیم سے فارغ ھو کر آفتاب علم بن گئے ، اور اپنے علم و فضل کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت حاصل کی اور تمام عراق میں مشہور ھو گئے[1] -

اپنے والد کی وفات کے بعد سمنان کی حکومت انھوں نے سنبھالی ، اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا ، صاحب لطائف اشرفی نے ان کے عدل و انصاف کی مدح سرائی کرتے ھوئے کہا ھے

چوں اورنگ سمناں بدو تازہ گشت
جہاں از عدالت پر آوازہ گشت
بدوران عدلش ھمہ روزگار
گلستان شدہ عدل آورد بار
زھے عدل و انصاف آں دادگر
کہ برمیش گرگے نہ بندد کمر

(صفحہ ۲۷۵ کا بقیہ حاشیہ)

مناقب بیان کرتے ھوئے لکھا ھے کہ وہ علوم ظاھری و باطنی ، زھد و ورع کے جامع تھے ، اور شریعت و طریقت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ، وہ مشائخ ترک کے سرگروہ ھیں ، اور اکثر مشائخ ترک ، طریقت میں آن سے نسبت رکھتے ھیں ، ھزاروں طالبان حق آن کی توجہ سے صاحب ارشاد ھوئے -

حضرت خواجہ احمد لیسوی نے ۵۶۲ھ — ۱۱۶۶ء میں وفات پائی ، آن کا مزار پر انوار لیسوی میں زیارت گاہ خاص و عام ھے -
(ماخوذ از خزینۃ الاصفیاء جلد اول - ص ۵۳۱—۵۳۲)

۱ - لطائف اشرفی - جلد ۲—ص ۹۱

Marfat.com

بشاهیں زند بال بازی کلنگ
کبوتر سوئے باز آورد چنگ
اگر فیل بر فرق مورے گزر
کند مور بر فیل آرد نظر
که ایں دور سلطان اشرف بود
چساں ظلم تو بر سر من رود[1]

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی بچپن ہی سے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھے، اپنے دور حکومت میں بھی وہ فرائض سنن، واجبات اور نوافل کے شدت سے پابند رہے، اور حصول معرفت الٰہی کا ذوق اُن کے قلب میں بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ایک روز خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اُن سے فرما رہے ہیں کہ اگر سلطنت الٰہی چاہتے ہو تو یہ دنیاوی سلطنت چھوڑ کر ہندوستان جاؤ اور شیخ علاءالحق بنگالی کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تم کو خدا تک پہنچائیں گے، اس خواب کے بعد حضرت اشرف جہانگیر سمنانی اپنی والدہ بی بی خدیجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ترک سلطنت کا ارادہ ظاہر کر کے ہندوستان جانے کی اجازت چاہی، اُن کی والدہ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ احمد لیسوی فرماتے ہیں کہ تمہارے ایک فرزند پیدا ہوں، جس کے ولایت کے نور سے عالم منور ہو جائے گا، الحمدللہ کہ وہ مبارک وقت آ پہنچا ہے، میں تمہیں اپنا حق معاف کرتی ہوں، اور تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں تمہیں یہ سفر مبارک ہو[2]۔

اپنی والدہ کی اجازت کے بعد سمنان کی حکومت اپنے بھائی سلطان محمد کے سپرد کر کے وہ ہندوستان روانہ ہوئے، اور فقر کے اس راہی [illegible] تین منزل تک بارہ ہزار سپاہی اور قورچی رخصت کرنے کے [illegible] حضرت اشرف جہانگیر سمنانی ان سے رخصت ہو کر [illegible]

۱ - ایضاً - جلد ۲ - ص ۹۲-۹۳
۲ - خزینۃ الاصفیاء جلد اول - ص ۲-۳ و لطائف اشرفی - جلد ۲ - ص ۹۱

Marfat.com

سمرقند آئے ، سمرقند میں کچھ گھوڑے سواری کے لیے ساتھ تھے لیکن اس طالب حق کو یہ شان و شکوہ پسند نہ آیا ، وہ سب گھوڑے فقرا میں تقسیم کر دئیے پھر سمرقند سے آچ[1] تشریف لائے ، اور سلسلۂ سہروردیہ کے مشہور بزرگ حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت[2] کی خدمت میں حاضر ہوئے ، آپ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا ۔

---

۱ ۔ ہمیں مختلف کتابوں میں آچ کے یہ نام ملتے ہیں آچ ، اوسا ، اسکندرہ، الیگزنڈرہ ، اسکالنڈہ راجا دیو سنگھ بھٹی کے نام پر اسے دیو گڑھ بھی کہتے تھے ، ۷۵۰ھ — ۱۳۴۹ء میں اسے تلواڑا جاجپورہ بھی کہتے تھے ، آچ کے نام پر مندرجۂ ذیل کتابیں روشنی ڈالتی ہیں ۔

(۱) تاریخ فرشتہ (۲) تاریخ معصومی (۳) سفر نامہ حضرت مخدوم جہانیاں (۴) خزینہ جلالیہ (۵) جواہر جلالیہ (۶) طبقات ناصری (۷) تحفۃ الکرام (۸) آئین اکبری (۹) تاریخ سندھ عبدالحلیم شرر (۱۰) معجم البلدان (۱۱) مروج الذھب (۱۲) فتوح البلدان (۱۳) چچ نامہ (۱۴) تاریخ طاہری

آچ تین ہیں

آچ موغلہ	آچ بخاری	آچ گیلانی
مغلوں نے آباد کیا	سادات بخاری کا آباد کردہ	سید صفی الدین گازونی
۵۳۷۰	۵۷۰۰	

۲ ۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا نام جلال الدین اور لقب مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھا ، سیر العارفین میں ہے کہ عید کے روز آپ نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ صدرالدین کے مزار پر مراقبہ کیا اور مراقبے میں عیدی طلب کی تو ان بزرگوں کی جانب سے آپ کو بطور عیدی مخدوم جہانیاں کا لقب ملا ، جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں جو کوئی آپ کو دیکھتا تھا بے اختیار مخدوم جہانیاں کہتا تھا۔ (سیر العارفین ۔ جلد ۲ ص ۳۹)

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۹ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۷۸ کا بقیہ حاشیہ)

صاحب اخبارالاخیار نے ان کے اس لقب کی وجہ آن کی سیاحت کو قرار دیا ہے ، اخبارالاخیار میں ہے کہ

''حضرت جلال الدین بخاری کا لقب مخدوم جہانیاں ہے ، وہ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابوالفتح قریشی کے مرید ہیں، اور خلفہ شیخ نصیرالدین محمود امام عبداللہ یافعی کی صحبت میں مکۂ معظمہ میں رہے ہیں ، خزانۂ جلالی جو حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے ، اس میں وہ بہت سی باتیں امام عبداللہ یافعی سے نقل کرتے ہیں ، انہوں نے بہت سیاحت کی تھی ، اور بہت سے اولیاء سے نعمت و برکت حاصل کی تھی. مشہور ہے کہ آپ جس کسی سے معانقہ کرتے ، وہ جو کچھ نعمتیں رکھتا تھا، بے اختیار آپ کو دے دیتا تھا ۔

(اخبارالاخیار ۔ ص ۱۴۲)

مراۃالاسرار میں ہے کہ

و اکثر سفر ربع مسکون نمودہ ، وجمیع مشائخ چہاردہ سلسلہ و چہل یک کروہ را دریافت ۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے دادا کا نام سید جلال الدین تھا جو جلال سرخ بھی کہلاتے تھے سید جلال سرخ بخارا سے ہجرت فرما کر اُچ میں مقیم ہو گئے، اور وہیں کے ایک رئیس سید بدرالدین کی صاحبزادی سے شادی کی ، فیلن اب تو اپنے آبا کے جھگڑوں اور حسد کی وجہ سے بخارا چھوڑنا پڑا اور آپ نے اُچ میں سکونت اختیار فرمائی ۔

(اخبارالاخیار ۔ ص ۶۱)

سید جلال سرخ کے تین صاحبزادے ہوئے ، ایک سید [illegible] ، دوسرے حضرت سید بہاءالدین ، تیسرے حضرت سید [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۰ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۷۹ کا بقیہ حاشیہ)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید احمد کبیر کے صاحبزادے ہیں حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادت با سعادت ۷۰۷ھ — ۱۳۰۷ء میں اچ میں ہوئی ، آپ نے ابتدائی تعلیم اچ ہی میں پائی ، پھر اچ کے قاضی علامہ بہاءالدین سے ہدایہ اور بزودی پڑھی پھر مزید تعلیم کے حصول کے لیے ملتان تشریف لائے ، اور اپنے والد کے مرشد شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے پوتے شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں ٹھہرے ، شیخ رکن الدین آپ کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئے ، اور آپ کی تعلیم کے لیے اپنے پوتے مولانا موسیٰ اور ایک دوسرے عالم مولانا مجدالدین کے سپرد کی ، جب ان دونوں اساتذہ نے آپ کو ہدایہ اور بزودی ختم کرا دیں تو حضرت شیخ رکن الدین نے آپ کو کشتی میں سوار کر کے اچ بھجوا دیا (الدرالمنظوم۔ ص ۵۵۰—۶۰۵) پھر آپ نے مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ کے قیام کے زمانے میں شیخ مکہ عبداللہ یافعی اور شیخ مدینہ عبداللہ مطری سے بھی مختلف کتابیں پڑھیں (الدرالمنظوم ۔ ص ۶۱۷ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد پہلے آپ اپنے والد کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور پھر شیخ ابوالفتح رکن الدین کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ (سیرالعارفین جلد ۲ ۔ ص ۵۰)

اخبارالاخیار میں بحوالۂ تاریخ مجدی منقول ہے کہ پہلے حضرت مخدوم جہانیاں نے خرقۂ خلافت اپنے چچا شیخ صدرالدین بخاری سے پہنا، اور کلاہ ارادت اور خرقۂ تبرک شیخ الاسلام ، سندالمحدثین شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے حرم شریف میں پہنا ۔ (اخبارالاخیار ص ۱۴۲)

مراۃ الاسرار میں ہے کہ

مخدوم جہانیاں نے شیخ رکن الدین ابوالفتح بن شیخ صدرالدین بن شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی خدمت

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۱ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۸۰ کا بقیہ حاشیہ)

میں تربیت پائی ، اور ان کے ہاتھ سے پیران سہروردیہ کا خرقہ پہنا ۔ (بزم صوفیہ صفحہ ۔۔۴ بحوالہ مراۃ الاسرار قلمی)

سیاحت کے سلسلے میں حضرت مخدوم جہانیاں نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ سلطان محمد تغلق نے مجھے شیخ الاسلام مقرر کیا ، اور مجھے چالیس خانقاہیں دیں ، خواب میں میرے مرشد شیخ رکن الدین نے حکم فرمایا کہ حج کو چلے جاؤ ورنہ غرق ہو جاؤ گے ، صبح کو شیخ امام نے مجھ سے کہا کہ میرا جی روانہ ہو جاؤ جیسا کہ شیخ نے تمہیں اشارہ کیا ہے ، میں اپنی والدہ سے اجازت لینے کے لیے روانہ ہوگیا ، میرے پاس خرچ نہ تھا ، لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی ، ایک شخص حج کو جا رہا تھا ، مگر اس کے پاس والوں نے اس سے لوٹا لیا ، اس نے اپنا زاد راہ مجھ کو دے دیا ، اور ایک گھوڑا بھی دیا ، لیکن میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کو دے دیا ، وہ مذبوح تھے ، میں پیدل حج کے لیے روانہ ہو گیا ، اور حج سے پہلے پہنچ گیا ، اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے سرفراز ہوا ۔ (الدرالمنظوم ۔ ص ۳۳۳ تا ۳۳۴)

پھر آپ مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کے بعد اپنے وطن تشریف لائے ، اور یہاں رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے ، آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی منور بنا دیا ۔

شاہان وقت بھی آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ، محمد تغلق کے بعد سلطان فیروز شاہ بھی آپ کا [illegible] بھی آپ سے بے حد عقیدت تھی ، [illegible] سلطان فیروز شاہ جام بابینہ کے خلاف [illegible] جام بابینہ کی درخواست پر آپ لشکر [illegible] ہی کی کوششوں سے دونوں کے درمیان صلح [illegible]

[illegible]

Marfat.com

بعد از مدتے بوئے طالب صادق بدماغ رسیدہ بعد از روزگارے نسیم از گلزار سیادت و زیدہ ، فرزند بسیار مردانہ برآمدہ ای مبارک بادہ ، زود قدم در راہ نہ کہ برادرم علاء الدین منتظر مقدم شریف ہستند زینہار در راہ جائے نمانی ۱

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے روحانی استفادے کے بعد وہ دھلی تشریف لائے اور وھاں کے اکابر مشائخ سے فیضیاب ھو کر قصبۂ بہار میں حاضر ھوئے جس وقت یہ بہار پہنچے تو مخدوم الملک شرف الدین احمد یحیٰ منیری وفات پا چکے تھے ، اور ان کا جنازہ رکھا ھوا تھا ، حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری۲ نے وصیت فرمائی تھی کہ آن کے

(صفحہ ۲۸۱ کا بقیہ حاشیہ)

دیکھئے تاریخ فیروز شاھی - عفیف)

حضرت جہانیاں جہاں گشت نے اٹھتر سال ایک مہینہ اور چھبیس روز کی عمر میں ۷۸۵ھ - ۱۳۷۰ء کو چہار شنبہ کے دن وفات پائی ، آسی دن عید اضحیٰ تھی ، عید اضحیٰ کی نماز کے بعد طبیعت زیادہ خراب ھوئی ، اور غروب آفتاب کے بعد رحمت حق سے پیوست ھو گئے ، مزار مبارک اچ میں ہے -

(لطائف اشرفی جلد اول - ص ۳۹۲)

(حضرت شیخ جلال الدین بخاری کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے تذکرۂ صوفیائے پنجاب مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی)

۱ - لطائف اشرفی - جلد ۲ - ص ۹۲—۹۳—۳۴

۲ - مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد بن یحیٰ ۲۶ شعبان ۶۶۱ھ مقام منیر ضلع پٹنہ میں پیدا ھوئے تاریخ پیدائش ''شرف آگیں'' سے نکلتی ہے - آپ کا سلسلۂ نسب چودھویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق سے جا ملتا ہے - آپ کے خاندان بیت المقدس سے آکر منیر ضلع پٹنہ میں آباد ھوا ، اس خاندان کی وجہ سے منیر اور اس کے نواح میں اسلام پھیلا -

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۳ پر)

Marfat.com

صفحہ ۲۸۲ کا بقیہ حاشیہ

بچپن میں ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی ، جب بڑے ہوئے تو آپ کے والد نے آپ کو مولانا شرف الدین ابوتوامہ کے ساتھ تعلیم کے لیے سنارگاؤں بھیجا ۔ مولانا شرف الدین ابوتوامہ سے آپ نے قران مجید ، تفسیر ، حدیث اور فقہ کے علاوہ منطق ، فلسفہ اور ریاضی کی بھی تعلیم حاصل کی اور ریاضتیں و مجاہدے بھی کرتے رہے ۔ سیرت اشرف میں بحوالۂ مناقب الاصفیاء منقول ہے کہ

''در تحیصل علوم دین باقصی الغایۃ کوشید ،شب و روز در علم مشغول بود ، و در آں مشغولی ریاضت و مجاہدہ داشت روز ہائے داشتے ۔'' (سیرت اشرف بحوالہ مناقب الاصفیاء ص ۴۹)

اسی زمانے میں تصوف کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ، اپنے ایک خط میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''احکام مذہب ایں طائفہ (صوفیہ) ، در کتب تصانیف ایشاں سالہا باز مطالعہ کردہ شدہ است ۔'' مکتوبات دو صدی ۔ مکتوبات ۸۱)

دوران تعلیم ہی میں آپ نے مولانا شرف الدین ابوتوامہ کی صاحبزادی سے عقد کیا ، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے وطن تشریف لائے ، وطن میں کچھ ہی دن ٹھہرے تھے کہ معرفت الٰہی کی طلب نے آپ کو بیچین کر دیا ، اور آپ مرشد کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے ، آپ کے بھائی شیخ جلیل الدین بھی آپ کے ساتھ تھے ، اس وقت دہلی صوفیائے کرام کا مرکز تھا ، دہلی میں آپ وہاں کے بڑے بڑے صوفیائے کرام سے ملے اور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ، صاحب لطائف اشرفی نے اس ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''جب حضرت شیخ شرف الدین علوم شرعیہ کی تحصیل ، ریاضت اصلیہ و فرعیہ کی تکمیل کر چکے تو حضرت سلطان المشائخ کی ملازمت کی کے لیے دہلی تشریف لے گئے ۔

(باقی حاشیہ صفحہ [illegible])

Marfat.com

(صفحہ ۲۸۳ کا بقیہ حاشیہ)

اور ارادت و ارشاد کے لیے استدعا کی (حضرت سلطان المشائخ نے) عالم غیبی اور قضائے لاریبی سے استفسار فرمایا، اور استغراق میں سر جھکایا، پھر فرمایا برادرم شرف الدین! تمہاری ارادت اور تعلیم سلوک برادرم نجیب الدین سے متعلق ہے، تم ان ہی کے پاس جاؤ وہ تمہارے منتظر ہیں اور جب وہ حضرت شرف الدین شیخ نجیب الدین کے پاس جانے لگے تو (حضرت سلطان المشائخ نے) فرمایا کہ فقیروں کے یہاں سے خالی نہ جاؤ، تم کو اس خاندان سے صفائی اور سماع مبارک ہو (حضرت شرف الدین) تعظیم بجا لائے۔ آن کے خاندان میں سماع اور صفائی اسی وجہ سے ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:

"سیمرغے ست نصیب دام ما نیست" (بزم صوفیہ - ص ۳۵۳)

اخبار الاخیار میں ہے کہ شیخ شرف الدین جب شوق بندگی حضرت نظام الدین اولیا میں دھلی پہنچے تو اس وقت سلطان المشائخ کی وفات ہو چکی تھی، اور حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی دھلی میں تھے۔ جب شیخ شرف الدین ان کی خدمت میں پہنچے تو ان کو دیکھ کر شیخ نجیب الدین فردوسی نے فرمایا درویش برسوں سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے، تمہاری امانت میرے پاس ہے، جسے مجھے تمہارے سپرد کرنا ہے پھر فوراً ہی بیعت کر لیا، اور وہ نعمت باطنی حاصل کر کے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔

(اخبار الاخیار - ص ۱۱۸)

بزم صوفیہ میں بحوالہ وصیت نامہ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی منقول ہے کہ شیخ نجیب الدین نے آن کو کچھ نصیحتیں لکھ کر رخصت کیا۔ اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم کو راستے میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ آنا۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۵ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۲۸۴ کا بقیہ حاشیہ)

بیعت کے بعد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ایک دفعہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے فرمایا کہ

''من چوں بخواجہ نجیب الدین فردوسی پیوستم حزنے در دل من نہادہ شد کہ ہر روز آں حزن زیادہ می شد۔''

میں جب خواجہ نجیب الدین فردوسی سے بیعت ہوا، میرے دل میں اسی دن سے حزن رکھ دیا گیا، ہر روز وہ حزن زیادہ ہوتا جاتا تھا دھلی سے رخصت ہوئے تو راستے ہی میں آن کو اپنے پیر کی وفات کی خبر ملی، لیکن چونکہ آن کے شیخ نے وصیت کی تھی کہ واپس نہ لوٹنا، اس لیے واپس نہ لوٹے، جب بہیا (ضلع آرہ) کے جنگل میں پہنچے تو مور کی آواز سنی۔ آواز کا سننا ہی تھا کہ شیخ شرف الدین یحییٰ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور گریبان چاک کر کے جنگل میں غائب ہو گئے۔ ان کے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین نے جو ان کے ساتھ تھے بہت ڈھونڈا مگر پتا نہ چلا۔

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین بہیا کے جنگل میں بارہ سال رہے اس کے بعد راج گیر (ضلع پٹنہ) کے جنگلوں میں بہت وقت گزارا، مشہور ہے کہ بیس سال تک انھوں نے جنگلوں میں عبادت کی۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ:

''گویند کہ ویرا چند سال در بیابانی کہ در راہ آگرہ واقع است [illegible] واقع شد، ہم در بیابان می بود و عبادت [illegible]''

(اخبار الاخیار [illegible])

کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین یحییٰ [illegible] آگرے کے راستے میں واقع ہے ٹھہرنا پڑا، وہ [illegible] تھے اور عبادت کرتے تھے۔

([illegible])

Marfat.com

(صفحہ ۲۸۵ کا بقیہ حاشیہ)

تیس سال کی عبادتوں اور ریاضتوں کے بعد شیخ شرف الدین یحیٰ نے بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی ، اور اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا ، اور عوام کے ساتھ ساتھ شاہان وقت کو بھی ان کی غلطیوں پر متنبہ کیا -

سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور میں جب خواجہ عابد ظفر آبادی نے شیخ شرف الدین یحیٰ سے فریاد کی کہ اس کا مال ظلم سے برباد کر دیا گیا ہے تو آپ نے بھی سلطان فیروز شاہ تغلق کو اپنے خط کے ذریعہ سے عدل و انصاف کی طرف متوجہ کیا، یہ خط آپ کے سہ صدی مکتوبات کے صفحہ ۴۹۲—۴۹۳ پر موجود ہے -

ایک خط سلطان محمد تغلق کے داماد داؤد الملک کو لکھا جس میں اس کو بلیغ انداز میں تواضع اور خاکساری کی طرف توجہ دلائی بزم صوفیہ میں یہ خط پورا نقل کیا گیا ہے (بزم صوفیہ ص ۳۶۵)

حضرت شرف الدین بن یحیٰ منیری نے شوال ۷۸۲ھ — ۱۳۶۰ء کو جمعرات کی شب میں بوقت عشا وفات پائی ، تاریخ وفات ''پر شرف'' سے نکلتی ہے ، مزار مبارک بہار شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے -

حضرت شیخ شرف الدین کی جن تصانیف کا ابھی تک پتہ چل سکا ہے ، ان کے نام یہ ہیں :

مکتوبات : (۱) مکتوبات صدی (۲) مکتوبات دو صدی (۳) مکتوبات بست و ہشت -

ملفوظات : (۴) معدن المعانی (۵)مخ المعانی (۶) راحت القلوب (۷) خوان پر نعمت (۸) کنزالمعانی (۹) مغزالمعانی(۱۰) گنج لایفنی (۱۱) مونس المریدین (۱۲) تحفۂ غیبی (۱۳) ملفوظات الصغر (۱۴) بسرات المحققین -

تصانیف : (۱۵) فوائد رکنی (۱۶) شرح آداب المریدین (۱۷) عقائد شرفی (۱۸) ارشاد السالکین (۱۹) ارشاد الطالبین (۲۰) اجوبہ(۲۱) اورادخورد

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۷ پر)

Marfat.com

جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو ، تارک سلطنت ہو ، اور ساتوں قراتوں کا قاری ہو ، یہ تمام شرطیں حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی میں موجود تھیں ، اس لیے انھوں نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی ، پھر وہ کچھ دن تک بہار میں مقیم رہ کر حضرت شرف الدین یحیٰ منیری کے مزار پر مراقب رہے ، پھر وہاں سے بنگال روانہ ہوئے۔

اس زمانے میں شیخ علاؤالدین علاء الحق بن اسعد لاہوری بنگال میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے فیوض و برکات کو عام کر رہے تھے ، انھوں نے حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کی آمد سے کچھ دن پہلے اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ وہ شخص جس کا میں دو سال سے انتظار کر رہا ہوں ، اور اس کی ملاقات کے لیے چشم براہ ہوں دو ایک دن میں پہنچنے والا ہے ، جب سید اشرف جہانگیر پنڈوہ کے قریب پہنچے تو اس وقت شیخ علاء الحق قیلولہ فرما رہے تھے ، یکایک اٹھے اور فرمایا ''دوست کی بو آ رہی ہے''، فوراً ہی اپنے مریدوں کے ساتھ اس محافے میں بیٹھ کر جو حضرت سراج اخی سے ان کو ملا تھا ، حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے استقبال کے لیے شہر سے باہر تشریف لے گئے ، جیسے ہی حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کی نظر حضرت شیخ علاء الحق پر پڑی تو فوراً ان کے قدموں پر گر پڑے ، حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق نے انھیں اٹھا کر گلے سے لگایا ، اور یہ شعر پڑھا :

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بامید رسد امیدوارے

صفحہ ۲۸۶ کا بقیہ حاشیہ

(۲۲) اوراد اوسط (۲۳) فوائد المریدین (۲۴) اجوبۂ زاہدیہ
(۲۵) رسالہ اشارات (۲۶) رسالہ مکیہ (۲۷) اوراد [illegible]
(تصانیف کے متعلق کتابوں کے یہ تمام نام بزم صوفیہ ص [illegible] لیے گئے ہیں)

۱ - یہ تمام تفصیل خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص [illegible] اور بزم صوفیہ ص ۴۴۴ سے بحوالہ اخبار الاولیاء ص ۱۳۵ ماخوذ ہے۔

Marfat.com

حضرت سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق کے ساتھ آن کی خانقاہ میں تشریف لائے ، اور حضرت شیخ علاء الدین علاءالحق نے ان کو بیعت کیا ، حضرت سید محمد اشرف نے فی البدیہہ ان اشعار میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا :

نہادہ تاج دولت بر سر من
علاءالحق والدیں گنج نابات
زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد
برآوردہ مرا از چاہ آفات

پھر وہ بارہ سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے ، ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد حضرت شیخ علاءالحق نے ان کو خلافت سے سرفراز فرما کر ، جہانگیر کا لقب بھی عنایت فرمایا ، وہ خود اپنے اشعار میں اس شرف پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

مرا از حضرت پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گیرم جہان معنوی را
کہ فرماں آمد از شاہم "جہانگیر"[1]

ایک دفعہ حضرت اشرف جہانگیر کمر باندہ رہے تھے ، حضرت شیخ علاء الحق نے ان سے پوچھا کیا کر رہے ہو ؟ حضرت اشرف جہانگیر نے جواب دیا :

میاں برائے خدمت می بندم

یعنی خدمت خلق کے لیے کمر باندہ رہا ہوں ، فرمایا کہ :

اگر می بندی محکم ببند کہ ہیچ درمیاں نداری

یعنی اگر کمر باندہ رہے ہو تو مضبوط باندھو کہ پھر درمیان میں کوئی چیز باقی نہ رہے ۔ حضرت اشرف جہانگیر نے عرض کیا :

آرزوئے نفس از میاں کشیدہ ام تازندہ ام

---

۱ ۔ لطائف اشرفی جلد ۔ ۲ ۔ ص ۹۹)

Marfat.com

یعنی میں نے نفس کی آرزو کو میان سے دور کر دیا ھے جب تک کہ زندہ ہوں ، حضرت علاءالحق نے یہ سن کر آن کو مبارک باد دی[1] ۔

روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے بعد آن کو حضرت شیخ علاءالحق نے جونپور جانے کا حکم دیا ، وہ اپنے مرشد سے رخصت ہوکر منیر ہوتے ہوئے ، قصبہ مہ آباد گہنہ ہوتے ہوئے ظفر آباد پہنچے ، یہاں حضرت شیخ کبیر سرھرپوری نے آن سے بیعت کی جو اپنے وقت کے بڑے جید عالم اور صاحب ثروت بزرگ تھے ، اور جنہیں بعد میں شیخ اشرف جہانگیر نے اپنی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا ۔ ظفر آباد سے وہ جونپور پہنچے ، یہیں اس دور کے مشہور عالم قاضی شہاب الدین دولت آبادی[3] نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر

---

۱ - ایضاً - ص ۳۸۰

۲ - خزینۃ الاصفیاء - جلد اول - صفحہ ۳۷۳ و ۳۷۴ لطائف اشرفی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳

۳ - قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابن شمس الدین عمر الزاوی کی ولادت باسعادت دولت آباد میں ہوئی ، اور علوم ظاہری میں قاضی عبدالمقتدر دھلوی اور مولانا خواجگی سے شرف تلمذ حاصل کیا ، جب امیر تیمور نے دھلی کا رخ کیا تو آن کے ہمراہ میں بھی قاضی شہاب الدین اپنے استاد مولانا خواجگی کے ہمراہ دھلی سے چلے گئے ، مولانا خواجگی نے کانپی میں [illegible] قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپور چلے گئے ، [illegible] شرقی جو اس زمانے میں جونپور کا بادشاہ تھا ، وہ ان کے [illegible] اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آیا ، اور ان کو [illegible] سے سرفراز کیا ، قاضی صاحب نے جون پور میں مسند درس و [illegible] کو زینت دی ۔

صاحب تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ قاضی شہاب الدین [illegible] غزنین کے رہنے والے تھے ، دولت آباد کا [illegible] ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۰)

Marfat.com

(صفحہ ۲۸۹ کا بقیہ حاشیہ)

سلطان ابراہیم شرقی ان کی بے حد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور آن کو اس قدر اعزاز بخشتا تھا کہ وہ متبرک دنوں میں سلطان ابراہیم کی مجلس میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے ، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب بیمار ہوئے ، سلطان ابراہیم آن کی عیادت کو گیا ، مزاج پرسی اور ضروری باتوں کے دریافت کرنے کے بعد پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ منگوایا ، اور قاضی صاحب کے سر پر سے پیالہ گھما کر پانی خود پی لیا ، اور دعا کی کہ اے خدا جو بلا مولانا کے لیے مقرر ہے وہ مجھ پر نازل فرما اور آن کو شفا دے ، اس روایت سے بادشاہ دین پناہ کا مذہبی خلوص اور علمائے شریعت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اس کی عقیدت مندی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ۔ (ماخوذ از تذکرۂ علمائے ہند ۔ ص ۲۳۹)

اخبار الاخیار میں ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی جن اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے وہ شرح سے بے نیاز ہیں ، اگرچہ آن کے زمانے میں بہت سے علماء اور دانشور تھے ، لیکن جو شہرت و مقبولیت اپنے ہم عصروں میں ان کو حاصل تھی ، وہ آن کے زمانے میں کسی دوسرے کو میسر نہ آ سکی ، صاحب تصانیف تھے ، ان کی تصانیف میں حواشی کافیہ ہیں ، یہ تصنیف ان کی زندگی ہی میں بے حد مقبول ہوئی ، ان کی دوسری تصنیف بلاغت میں ''بدیع البیان'' ہے ، ان کی ایک اور تصنیف کتاب ارشاد ہے ، یہ کتاب نحو میں ہے ، ان کی اور کتابیں شرح بزودی ، شرح قصیدۂ بانت سعاد . اور رسالہ در تقسیم علوم فارسی ہیں ۔ اس کے علاوہ انھوں نے ''بحر مواج'' کے نام سے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی ، اس کے علاوہ ان کے بعض رسائل اور کتب بھی ہیں ، مناقب السادات کے نام سے انھوں نے اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا ، شعر بھی کہتے تھے ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر)

Marfat.com

خرقۂ خلافت حاصل کیا ، آپ نے ان کو ملک العلماء کا خطاب دیا ، لطائف اشرفی میں ہے کہ :

حضرت قاضی خدمتے شائستہ و ملازمتے بایستہ شد ، والباس خرقہ کردند و بخطاب ملک العلماء مخاطب کردند ، و مہین خلفا ولایت ماب و بہترین ندماء اصحاب اند ، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی ، صاحب معاملات یقینی و جامع واردات دینی شدہ بود ، تشرع بسیار داشت و ریاضات شدیدہ و مشاہدات جدیدہ کشیدہ کے اشرف خلافت و اجازت یافتہ[1] ۔

قاضی شہاب الدین کی وجہ سے سلطان ابراہیم شاہ اپنے امراء اور اراکین دولت کے ساتھ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کی زیارت کے لئے آیا ، صاحب لطائف اشرفی نے لطائف اشرفی میں ان ملاقاتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے عرض کیا کہ آج سلطان حضرت

(صفحہ ۲۹۰ کا بقیہ حاشیہ)

نمونۂ کلام یہ ہے ۔

این نفس خاکسار کہ آتش سزائے او است
پر باد کشت لائق بے آب کردن است
یک کس چناں فرست کہ پا بر سرم نہد
ریزد ہمی منے و تکبر کہ در من است

(ماخوذ از اخبار الاخیار ۔ ص ۱۸۰ و تذکرہ علمائے ہند)

تذکرۂ علمائے ہند میں ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ۲۵ رجب ۸۴۹ھ — ۱۴۴۵ء اور بقول صاحب اخبار الاخیار [illegible] میں وفات پائی ، ان کا مزار پر انوار جون پور میں مسجد ابراہیم میں جو مسجد اٹالہ کے نام سے مشہور ہے [illegible] واقع ہے ۔

۱ ۔ لطائف اشرفی جلد ۲ ۔ ص ۱۰۳

Marfat.com

کی ملاقات سے مشرف ہونا چاہتا ہے ، لیکن اس فقیر کی خواہش ہوئی کہ میں پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو پھر کل سلطان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کرے ، حضرت قدوۃالکبریٰ (یعنی حضرت جہانگیر سمنانی نے) فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک تم سلطان سے بہت بہتر ہو ، اگر سلطان آنا ہی چاہتا ہے تو آنے دو وہ حاکم ہے ، جب قاضی شہاب الدین چلے گئے تو فرمایا کہ ہندوستان میں جتنی فضیلت قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو حاصل ہے وہ بہت کم لوگوں میں دیکھی گئی -

دوسرے روز حضرت قدوۃالکبریٰ اپنے وظائف میں مشغول تھے کہ اطلاع ہوئی کہ سلطان ابراھیم اپنے خوانین اور امرا کو ساتھ لے کر آ رہا ہے ، جب یہ لوگ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو قاضی شہاب الدین نے سلطان سے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں اتنے ازدھام کو ساتھ لے کر جانا مناسب نہیں ، ان کو تکلیف ہوگی ، سلطان سواری سے نیچے اترا ، اور ان لوگوں میں سے جو اس کے ساتھ تھے بیس اھل علم و اھل فراست کو منتخب کر کے قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا اور آپ کا دل موہنے کے لیے حد سے زیادہ آپ کی تعظیم و توقیر بجا لایا ، اس نے اس زمانے میں قلعۂ جناده کی فتح کے لیے ایک لشکر بھیجا تھا ، جس کے متعلق وہ متفکر تھا ، اس نے حسب حال حضرت قدوۃالکبریٰ کے سامنے یہ اشعار پڑھے

مے کن انوار است از جام جمشید
روان روشن تر از خورشید باشد
چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش
کسے کو را یقین امید باشد

حضرت قدوۃالکبریٰ نے یہ شعر پڑھا

اگر بہ یقین شد قدمت استوار
کرد ز دریاہم از آتش برآر

Marfat.com

جب سلطان واپس جانے لگا تو آپ نے اُسے ایک مسند عطا فرمائی ، جس سے وہ بہت خوش ہوا ، اور جب اپنے محل میں پہنچا تو اس نے کہا :

چہ سیدیست عالی جناب و مقاصد ماب الحمدللہ کہ در ہندوستان چنیں مردم درآمدہ اند

تین دن کے بعد سلطان تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ، روٹی اور شربت ساتھ لایا ، لوگوں نے حضرت قدوۃالکبریٰ کو قلعے کی فتح کی مبارکباد دی لیکن حضرت نے فرمایا سلطان کو مبارکباد دو کہ بند دروازے کو کھولا ہے ، اس دفعہ سلطان کی عقیدت اور بڑھ گئی اور اس نے عرض کیا کہ میں تو آپ کی بیعت کا شرف حاصل کر چکا ہوں ، لیکن میرے لڑکے بھی بیعت میں داخل ہوں گے۔ اسی روز تینوں شہزادے بیعت میں داخل ہوئے ، سلطان نے نذرانے پیش کرنے کی کوشش کی ، لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا ، پھر اس نے حضرت سے اصرار کیا کہ آپ یہیں مستقل قیام فرمائیں ، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہاری سلطنت کے حدود سے باہر نہ جاؤں گا ، حضرت قدوۃالکبریٰ دو مہینے سے زیادہ وہاں ٹھہرے جھوٹے بڑے لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۔

جونپور سے روانہ ہو کر آپ بھدوند پہنچے وہاں ملک الامراء محمود نے آپ کا شاندار استقبال کیا ، یہیں ایک ہندو جوگی سے آپ کا مقابلہ ہوا ، اور وہ آپ کی روحانیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی ساری مذہبی کتابوں کو جلا کر اپنے پانچ ہزار چیلوں کے ساتھ مسلمان ہوا ، اس جوگی کے مسلمان ہونے کے بعد ملک الامراء محمود نے اپنے لڑکوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ سے بیعت کی ، اور اسی کی وجہ سے [illegible] ہوا جو آج کل کچھوچھہ کہلاتا ہے ، یہاں ایک [illegible] کثرت آباد کے نام سے موسوم ہوئی ، ایک [illegible]

۱ ۔ لطائف اشرفی جلد ۲ ، ص ۱۰۶ — ۱۰۵

Marfat.com

جس کا نام وحدت آباد رکھا گیا ، اس حجرے کے مشرقی حصے میں ایک جگہ بیٹھ کر حضرت اشرف جہانگیر سمنانی عرفان و تصوف کے مسائل بیان فرماتے تھے ، اس جگہ کا نام دارالامان رکھا گیا ، اس کے شمالی جانب ایک پُر رونق جگہ کو ''روح افزا'' کا نام دیا گیا ، جہاں بزرگان دین آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے[1] ، کچھوچھہ ھی میں آپ نے رشد و ھدایت کا چراغ روشن کیا ، آپ مختلف مقامات پر جا کر ارشاد و ھدایت فرماتے تھے ، اور دور دور کے قصبات و دیہات میں جا کر لوگوں کی باطنی اصلاح و تربیت فرماتے تھے ، جب اس سلسلے میں اودھ تشریف لے گئے تو خود وھاں کے حاکم نواب سیف خاں نے بیعت ھو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا[2] ، وھیں حضرت شمس الدین نے جو اپنے وقت کے یگانۂ روزگار علماء میں شمار ھوتے ھیں حضرت اشرف جہانگیر کی خدمت میں سلوک و عرفان کے اعلیٰ منازل طے کئے ، ان کا شمار آپ کے اجل خلفاء میں ھوتا ھے ، انھیں کے متعلق حضرت سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی فرمایا کرتے تھے[3] -

اشرف شمس و شمس اشرف از ھم جدا نہ اند

ردولی میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی[4] کے دادا شیخ صفی الدین[5]

---

۱ - لطائف اشرفی جلد ۱ ، ص ۱۰۸

۲ - ایضاً جلد ۱ ، ص ۱۱۳

۳ - ایضاً ص ۲۰۲

۴ - شیخ عبدالقدس گنگوھی کے والد کا نام شیخ اسماعیل اور دادا کا نام قاضی صفی الدین دانشمند تھا ، آپ کا سلسلۂ نسب ۲۳ واسطوں سے حضرت امام ابو حنیفہ سے جا ملتا ھے ، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی ، حضرت شیخ محمد ردولوی کے مرید اور ممتاز خلفاء میں تھے ، سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں جو عظمت و شہرت حضرت شیخ کو حاصل ھے وہ اھل نظر سے پوشیدہ نہیں ، اذکاء الابرار میں ھے کہ شیخ عبد القدوس گنگوھی کی ولادت ۸۶۰ھ — ۱۴۵۵ء بہلول لودھی

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۵ پر)

۵ - حاشیہ صفحہ ۲۹۷ پر

Marfat.com

(صفحہ ۲۹۴ کا بقیہ حاشیہ)

کے عہد میں ردولی ضلع بارہ بنکی میں ہوئی ، آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے ارتقا میں آپ کے والد ماجد حضرت شیخ اسماعیل کا بڑا حصہ ہے ۔

شیخ عبد القدوس گنگوہی ابتداً ردولی ضلع بارہ بنکی میں مقیم تھے ،جب ردولی کے حالات خراب ہوئے اور کفار کا غلبہ ہوا ، اشعار اسلام مٹائے گئے ، یہاں تک کہ سؤر کا گوشت بازاروں میں فروخت ہونے لگا تو آپ ترک وطن کر کے شاہ آباد تشریف لائے ، جہاں آپ نے اڑتیس سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ، جب افغانوں کی حکومت ختم ہوئی اور ہندوستان میں بابر کا تسلط ہوا ، اور شاہ آباد ویران و برباد ہوا تو آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ۹۳۷ھ — ۱۵۳۰ء میں قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یو پی) تشریف لائے ، اور سلطان ابراہیم لودھی کی ہزیمت سے پہلے آپ نے ایک سال پہلے گنگوہ کو اپنا وطن بنا لیا ۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ابتداء سیاست میں حصہ نہ لیتے تھے ، لیکن حالات کے لحاظ سے بعد میں آپ کو سیاست میں حصہ لینا پڑا ، آپ نے اس دور کے سلاطین سے ربط قائم کیا ، آپ کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سکندر لودھی اور بابر جیسے شاہان وقت کو خطوط لکھے ، جن میں ان کو غم خواری خلق ، علماء کا احترام ، عدل و انصاف اور احکام شریعت کی [illegible] توجہ دلائی ۔

گلزار ابرار میں ہے کہ کہتے ہیں کہ [illegible] نصیر الدین ہمایوں شاہ خراسان اور ہند کے [illegible] ایک جماعت ساتھ لے کر استفادے کے ارادے سے [illegible] حاضر ہوتا تھا ، اس جماعت میں مولانا [illegible] جیسے با خدا لوگ ہوتے تھے ، [illegible]

[illegible]

Marfat.com

ہے اور شیخ سماءالدین ردولوی نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر خرقۂ خلافت حاصل کیا ، جب آپ آسومئو میں تشریف لائے تو وہاں ایک ہزار آدمی آپ کی حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ، جائس پہنچے تو تقریباً تین ہزار آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے . وہیں مولانا غلام الدین نے جو ایک متبحر عالم تھے روحانی تعلیم پا کر آپ سے خلافت حاصل کی - یہیں حضرت شیخ کمال حضرت سید اشرف جہانگیر کے ایک اور خلیفہ بھی رہتے تھے ، وہاں سے قصبہ انہونہ تشریف لے گئے وہاں کے

(صفحہ ۲۹۵ کا بقیہ حاشیہ)

ہوا کرتی تھی . اور جو مشکلات کسی فن میں پیش آیا کرتی تھیں یا سلطان کے سوا جس کسی کو بھی تصوف کے حقائق اور طریقت کے سلوک میں دشواریاں ہوا کرتی تھیں . اور جو مشکلات کسی فن میں پیش آیا کرتی تھیں وہ آپ کی تقریر اور تلقین سے صاف ہو جاتی تھیں - (اردو ترجمہ گلزار ابرار - ص ۲۲۹)

صاحب گلزار ابرار نے اس واقعہ کا جو سنہ دیا ہے ، اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سہو ہوا ہے ، اس لیے کہ آپ کے صاحبزادے شیخ رکن الدین نے اپنی کتاب میں آپ کا سنہ وفات ۹۴۴ھ لکھا ہے ، لیکن جہاں تک ہمایوں کی حاضری کا تعلق ہے ، یہ واقعہ صحیح ہے ، اور ہمیں اس کا ذکر سیر المتاخرین اور دوسری تاریخوں میں بھی ملتا ہے -

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ۲۳ جمادی الاخریٰ ۹۴۴ھ — ۱۵۳۷ء کو اس دار فنا سے ، دار بقا کی طرف رحلت فرمائی ، آپ کا مزار مبارک قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یو پی) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے - یہ راقم الحروف بھی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی اولاد سے ہے - (ماخوذ از لطائف قدوسی ، اخبار الاخیار تاریخ مشائخ چشت ، آپ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے کتاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات شائع کردہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی)

Marfat.com

تمام سادات نے آپ سے بیعت کی سعادت حاصل کی ، وہاں سے سدھورہ تشریف لائے ، وہاں شیخ خیرالدین اور قاضی محمد سدھوری نے بیعت کی سعادت حاصل کی ، ان دونوں کا شمار آپ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے ، سدھورہ کے ایک اور بزرگ قاضی ابو محمد عرف معین مہین بھی آپ سے روحانی فیض حاصل کر کے آپ کے خلیفہ ہوئے [1] ۔

(صفحہ ۲۹۴ کا حاشیہ)

۵ - شیخ صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین رضوی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد میں تھے ، تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ وہ اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ اور کمال معنویت میں اس دور میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ، ان کے دادا شیخ نظام الدین ساتویں صدی ہجری میں اپنے فرزند شیخ نصیر الدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے ، اور چند روز رہ کر دہلی سے ترک سکونت کر کے جون پور میں آ کر آباد ہوئے ، یہیں شیخ نظام الدین نے اپنے صاحبزادے شیخ نصیرالدین کا عقد قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی صاحبزادی سے کر دیا ، شیخ نصیر الدین کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ صفی الدین تھے ، شیخ صفی الدین نے تحصیل علم کے بعد درس و تدریس کے ساتھ تالیف و تصنیف پر بھی توجہ دی - ان کی تصانیف میں دستور المبتدی ، جس پر شیخ زادہ کا حاشیہ ہے ، جس کا نام شرح صفی تھا ، اور غایۃ التحقیق کا تذکرہ ہمیں ان کے تذکرے انوارالصفی میں ملتا ہے -

ان کی علمی جلالت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہندوستان کے تمام شہروں میں شیخ صفی الدین سے زیادہ علوم و فنون کا کسی کو نہیں پایا - جب حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی تشریف لائے تو شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۶ پر)

۱ - لطائف اشرفی - جلد ۱ - ص ۲۰۰

Marfat.com

ایک دفعہ آپ بنارس تشریف لے گئے ، وہاں کے بت خانوں کے پجاریوں سے آپ کے مناظرے ہوئے ، آخر میں ایک ہزار ہندو آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ۱-

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی درستی اخلاق اور اتباع شریعت پر بہت زور دیتے تھے - آپ نے جہاں عوام کی اصلاح باطن اور تزکیۂ اخلاق کی کوشش کی ، وہیں آپ نے اس دور کے فرمانرواؤں اور امراء کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی -

ایک دفعہ فرمایا کہ فرمانروائی کو چار چیزیں نقصان پہنچاتی ہیں :
۱ - فرمانرواؤں کا دنیوی لذتوں میں مستغرق ہو جانا ۲ - اپنے مصاحبین کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا ۳ - سزا دینے میں زیادتی کرنا ۴ - رعیت پر ظلم کرنا - ۲ -

بادشاہوں کو اوقات کی ترتیب اور روزمرہ کے مشاغل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا :

''بادشاہ اپنے اوقات کو اس طرح ترتیب دیں کہ صبح کی نماز

(صفحہ ۹۷ کا بقیہ حاشیہ)
آپ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے ، اور فرمایا - بابا صفی صفا آوردی ، آؤ اور اپنا مقصد حاصل کرو ! شیخ صفی الدین فوراً اٹھے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ، مرید کرنے کے بعد حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی نے ان کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا ، اور مبارکباد دی -

شیخ صفی الدین ۱۳ ذیقعدہ ۸۱۹ھ — ۱۴۱۶ء کو واصل الی اللہ ہوئے -

(ماخوذ از شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات - ص ۱۵۲ تا ۱۶۲ و نزھۃ الخواطر جلد ۳ - ص ۸۹ - ۹۰)

۱ - لطائف اشرفی - جلد ۱ صفحہ ۳۱۲

۲ - لطائف اشرفی - جلد ۱ صفحہ ۱۶۶

Marfat.com

ادا کرنے کے بعد اشراق تک وظیفہ پڑھیں ، پھر علماء اور صلحاء سے ملیں اور چاشت کے وقت تک ان سے عدل و انصاف کے متعلق قرآن مجید کی آیتوں کے مطالب پوچھیں ، اور اسی جگہ اپنے وزیروں اور ندیموں کو بلائیں ، اور یہ لوگ فوجوں کے جو معروضات پیش کریں ان کا مناسب جواب دیں، ہر شخص کے مدعا کو پورا کریں، اس کے بعد دربار عام ہو ، جس میں مسلمانوں کے مقدمات اور قضایہ پیش ہوں ، اور شریعت کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو ۔''

پھر اور ہدایات دینے کے بعد ارشاد فرمایا :

''قیلولے کے وقت آرام کے لیے چلے جائیں ، قیلولے کے بعد تہجد پڑھیں ، کبھی نماز نہ چھوڑیں ، ظہر کی نماز کے بعد جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کریں ، خصوصاً سورہ قل یا ایھا الکافرون کریں ، کیونکہ تمام نیک بادشاہ اس سورہ کو مواظبت سے پڑھتے تھے، سلطان محمود غازی انشاءاللہ برھانہ باندی سے اس سورہ کو پڑھا کرتے تھے، سلطان ابراھیم شاہ بھی ایسا ھی کرتے تھے ، جب خود میں نے سلطنت چھوڑی تو پہلی بات جو میں نے اپنے عزیز بھائی محمد شاہ سے کہی تھی ، وہ یہ تھی کہ اس سورہ کی پابندی سے تلاوت کریں ، اور رجال الغیب کے مقابلے سے اجتناب کریں ، اور کوئی کام شریعت کے خلاف انجام نہ دیں ، اور عدل و انصاف میں ذرہ برابر بھی منحرف نہ ہوں ، تاکہ سلطنت میں خلل نہ پڑے ۔

ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا کہ :

''مشائخ ہمیشہ کوئی نہ کوئی پیشہ کرتے تھے ، اور دل و جان سے اس کی طرف بڑھتے تھے ، قدیم علماء اور صوفیہ بھی مشغول و مشغول رہتے تھے ، اور ان پیشوں کو اپنے لیے باعث عزت سمجھتے تھے ، ہندوستان میں بہت سے بڑی عادت سمجھے جاتے ہیں ، اس وجہ سے لوگ فقیری اور محتاجی میں مبتلا ہیں ، لیکن یہ بات صحیح

---

۱ ۔ لطائف اشرفی ۔ جلد ۲ ، ص ۱۶۲ — ۱۶۳

Marfat.com

کہ اکثر انبیاء کسی نہ کسی پیشے کی طرف منسوب ہیں ، اس لیے پیشے کی توہین کرنا ایک قسم کا کفر ہے ، لوگوں نے کہا ہے کہ جو لوگ توکل کے آخری درجے تک نہیں پہنچے اگر وہ پیشے میں مشغول رہیں تو ان کے لیے جائز و لازم ہے ۱ -

اتباع رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر زور دیتے ہوئے فرمایا :

اولیاءاللہ خواہ وہ غوث ہوں یا امامان، اوتاد ہوں یا ابدال ، اخیار ہوں یا ابرار ، نقباء ہوں یا نجباء ، مکتومان ہوں یا مفردات وہ اس وقت تک فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے ، جب تک کہ وہ ظاہراً ، باطناً ، قولاً و فعلاً اور حالاً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متبع نہ ہوں ۔''

ایک اور جگہ پر فرمایا :

''جس کسی نے بھی اس جماعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روش کے خلاف اور غیر متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ اختیار کیا ہے وہ مقصود کو نہیں پہنچا ہے ۔''

کچھوچھہ میں کچھ دن قیام فرمانے کے بعد حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی شیخ بدیع الدین مدار کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے ، شیخ بدیع الدین مدار تو واپس آ گئے ، لیکن حضرت اشرف جہانگیر سمنانی مدینۂ منورہ حاضر ہوئے، پھر کربلائے معلیٰ گئے پھر روم آئے اور وہاں مولانا جلال الدین رومی۲ کے صاحبزادے سلطان ولد کی زیارت

---

۱ - لطائف اشرفی - جلد ۲ - ص ۲۴۳

۲ - آپ کا اسم گرامی محمد جلال الدین تھا لیکن مولانا روم کے نام سے مشہور ہیں - جواہر مفید میں آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح مذکور ہے -

محمد جلال الدین بن محمد بہاءالدین (المتوفی جمعہ ۱۸ ربیع الثانی ۶۶۸ھ — ۱۲۳۰ء) بن محمد بن حسین بلخی بن احمد بن قاسم بن مسیب بن

باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۱ پر

Marfat.com

(صفحہ ۳۰۰ کا بقیہ حاشیہ)

بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیق رض ۔

سلطان محمد خوارزم شاہ (متوفی ۶۱۷ھ) مولانا روم کی والدہ کے دادا تھے ۔

مولانا روم ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے ، اور روز یکشنبہ ۵ جمادی الثانی ۶۸۲ھ — ۱۲۸۳ء بوقت غروب آفتاب آپ نے وفات پائی ، شیخ سعید فرغانی نے ایک دفعہ مولانا روم کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر بایزید اور جنید اس عہد میں ہوتے تو وہ مردانہ وار مولانا روم کا دامن پکڑتے ، اور ان کا احسان اپنے اوپر لیتے ۔ وہ فقر محمدی کے خوان کے سالار ہیں ، اور ہم ان کے طفیل میں ذوق حاصل کرتے ہیں ۔

مولانا روم نے دو صاحبزادے چھوڑے ، ایک کا نام علاءالدین محمد تھا ، اور دوسرے صاحبزادے کا نام سلطان ولد تھا ، سلطان علاءالدین نے ۷۱۲ھ — ۱۳۱۱ء میں وفات پائی ۔

مولانا روم کی تین تصانیف ہیں ، جن کے نام یہ ہیں :

(۱) فیہ مافیہ :— یہ آپ کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے کہ جو آپ نے معین الدین پروانہ کے نام لکھے تھے ۔

(۲) دیوان :— یہ آپ کے اشعار کا مجموعہ ہے ، جو [illegible] پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور غلطی سے حضرت شمس تبریز کے نام سے مشہور ہو گیا ہے ۔

(۳) مثنوی مولانا روم :— جو سارے عالم میں مشہور [illegible] اور چھ دفاتر پر مشتمل ہے ۔

(فٹ نوٹ مقالات الشعراء نمبر (۲) صفحہ [illegible] و نفحات الانس [illegible] تا ۴۱۳)

۳ ۔ سلطان ولد جو بہاءالدین کے نام سے بھی مشہور [illegible] کے چھوٹے صاحبزادے تھے ، وہ ایک عرصے [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۲ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۰۱ کا بقیہ حاشیہ)

اور شیخ شمس الدین تبریزی کی خدمت بجا لاتے رہے ۔ اور اپنے خسر شیخ صلاح الدین سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ۔ اور حضرت چلپی حسام الدین کو اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ سمجھتے تھے ۔ سالہا سال تک وہ اپنے والد کے کلام کی توضیحات نہایت فصیح و بلیغ طریقے پر بیان کرتے رہے ۔ آن کی خود بھی ایک مثنوی حدیقۂ ثنائی کے وزن پر ہے ۔ جس میں آنھوں نے بہت سے معارف و اسرار درج کئے ہیں ۔ مولانا روم ان کے متعلق فرمایا کرتے کہ تم بہت زیادہ سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہ ہو ، کہتے ہیں کہ مولانا روم نے اپنے مدرسے میں جلی قلم سے لکھا تھا کہ ہمارا بہاءالدین نیک بخت ہے ، خوش جئے گا اور خوش مرے گا ، کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بہاءالدین! ہمارا اس دنیا میں آنا تمھارے ظہور کے لیے تھا ۔"

سلطان ولد کو ایک مرتبہ مولانا روم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بہاءالدین! اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت بریں میں رہو تو ہر ایک کے دوست بنو ، کسی سے کینہ دل میں نہ رکھو ، پھر آپ نے یہ رباعی پڑھی :—

پیشی طلبی زہیچ کس پیش مباش
چو مرہم و موم باش، چوں نیش مباش

خواہی کہ زہیچک بتو بد نرسد
بدگوی و بد آموز و بداندیش مباش

پھر فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے ایسا ہی کیا ہے ، اور اس سیرت کو عمل میں لا کر تمام عالم کو اپنے اخلاق سے مغلوب کیا ہے ۔

سلطان ولد نے ہفتہ کی رات میں ۱۰ رجب ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء کو

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۳ پر)

Marfat.com

کی جو اُس وقت وہاں سجادہ تھے ، پھر شام تشریف لائے ، اور دمشق میں شیخ فخرالدین عراقی[1] کی زیارت سے مشرف ہوئے ، وہاں سے مکہ معظمہ

(صفحہ ۳۰۲ کا بقیہ حاشیہ)

وفات پائی ، وفات کی رات میں پہلے یہ شعر اُن کی زبان پر تھا :

امشب شب آنست کہ بینم شادی
دریابم از خدائے خود آزادی

(ماخوذ از نفحات الانس - ص - ۴۱۸ تا ۴۱۹ - نولکشور ایڈیشن)

۱ - شیخ فخرالدین عراقی حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے جلیل القدر خلفاء میں ہیں ، اور بحیثیت شاعر شعرائے متقدمین میں بڑی عظمت رکھتے ہیں ، وہ نواح ہمدان کے رہنے والے تھے ، اور شیخ [illegible] شہاب الدین سہروردی کے بھانجے تھے ۔ ۲۷ سال کی عمر میں وہ ہمدان سے ملتان آئے ، اور حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کی مریدی اور دامادی سے مشرف ہوئے ۔ اور اپنے شیخ کی خدمت میں بیس سال رہ کر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کی وفات کے بعد خانقاہ کے بعض درویشوں نے حسد کی بنا پر حاکم وقت سے شکایت کی کہ ان کا زیادہ وقت شاعری میں گزرتا ہے ، آخر حاسدوں سے دل تنگ ہو کر آپ حجاز روانہ ہو گئے ۔ اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر روم چلے گئے اور شیخ صدرالدین رومی سے وابستہ ہو گئے ، ان کی خدمت میں رہ کر نعمت باطنی حاصل کی ، اور وہیں اپنی مشہور کتاب لمعات تصنیف کی ، اور شیخ صدرالدین کی خدمت میں پیش کی ، شیخ صدرالدین نے آسے پسند فرمایا اور تعریف کی ۔

شیخ فخرالدین عراقی ، ذیقعدہ ۶۱۱ھ — ۱۲۹۰ء میں [illegible] ہوئے ، اور شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کے [illegible] ہوئے ۔

ان کی تصانیف میں لمعات ، اور [illegible] دیوان ، دیوان عراقی مشہور ہے ۔ (ماخوذ از خزینۃ الاصفیا - جلد دوم - ص [illegible])

Marfat.com

آکر دوبارہ حج کی سعادت حاصل کی ، حج کےبعد بغداد حاضر ہوئے ، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ۱ ، امام ابو حنیفہ ۲ اور امام احمد بن حنبل ۳

---

۱ ۔ آپ کا اسم گرامی عبدالقادر ، لقب محی الدین ، کنیت ابو محمد اور عرف غوث اعظم تھا ۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان ۴۷۱ھ کو قصبۂ جیل میں ہوئی ، جس کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ، اور والدہ کا نام اُم الخیر امۃ الجبار فاطمہ تھا ، آپ کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے حضرت امام حسن اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسین سے جا ملتا ہے ، اس طرح آپ نسباً حسنی و حسینی سید ہیں ، ۵۸۸ھ میں آپ بغداد پہنچے ، اور وہاں کے اکابر علماء و شیوخ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی ، اور علوم ظاہری میں بھی وہ شہرت اور ناموری حاصل کی کہ علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے ۔ پھر آپ علم طریقت کی طرف متوجہ ہوئے ، اور ایک طویل عرصے تک ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پچیس سال تک عراق کے بیابانوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا ، نہ میں لوگوں کو جانتا تھا اور نہ لوگ مجھے پہچانتے تھے ، ایک دفعہ شیخ ابوالعباس بن یحییٰ بغدادی سے فرمایا کہ چالیس سال مجھ پر ایسے گزرے ہیں کہ میں عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتا تھا ، ان ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخرمی کے دست حق پرست پر بیعت کی ، اور شیخ ابوسعید نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا ۔ پھر آپ بغداد میں درس و تدریس ، افتاء و وعظ میں مصروف ہو گئے ، آپ کی تبلیغ سے پانچ ہزار سے زیادہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام قبول کیا ، اور ایک لاکھ سے زائد فساق و فجار ، چور و رہزن اور بد اعتقاد لوگوں نے آپ کے مواعظ و نصائح سے متاثر ہو کر توبہ کی ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۵ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۰۴ کا بقیہ حاشیہ)

۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ — ۱۱۶۵ء کو جب کہ آپ کی عمر ۹۱ سال کی تھی آپ واصل الی اللہ ہوئے ، بغداد میں حضرت غوث اعظم کا روضہ مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ سلسلۂ قادریہ آپ ہی کے نام نامی سے منسوب ہے ۔ آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین ، فتوح الغیب ، فتح ربانی ، قصیدہ غوثیہ ، مکتوبات اور آپ کا دیوان مشہور ہے ۔

(ماخوذ از اخبار الاخیار و قلائد الجواہر وبہجۃ الاسرار)

۲ ۔ آپ کی کنیت ابوحنیفہ ، لقب امام اعظم اور نام نعمان بن ثابت ہے ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۰ھ میں ہوئی آپ کا شمار تابعین میں ہے ، ائمہ اربعہ میں آپ پہلے امام مشہور ہیں ، امام جعفر صادق سے آپ کو شرف صحبت حاصل رہا ہے اور آپ سات صحابۂ کرام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں ۔ حضرت انس بن مالک رض ، جابر بن عبداللہ رض عبداللہ بن انس رض ، عبداللہ بن اوفی رض ، عبداللہ بن حارث رض ، معقل بن یسار ، واثلہ بن اسقع رض ، اور ان بزرگوں سے آپ نے روایات کی ہیں ، اور آپ کے شاگردوں میں فضیل بن عیاض ، ابراہیم بن ادہم ، بشر حافی ، داؤد طائی ، اور صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد مشہور ہیں ۔

آپ کا شجرۂ نسب قدیم کتابوں میں اس طرح مذکور ہے :

امام ابو حنیفہ نعمان کوفی بن ثابت ، بن قیس ، بن بزذ جرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان عادل ۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے ۸۰ھ — ۱۵۰ھ میں وفات پائی ، آپ کا مزار مبارک بغداد میں مرجع خلائق ہے :

(ماخوذ از سفینۃ الاولیاء ۔ تذکرہ حضرت امام اعظم و خزینۃ الاصفیاء جلد اول ۔ ص ۳۳ - ۳۴ - ۳۶)

۳ ۔ امام احمد بن حنبل کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عبدالرحمن ہے ، بن حنبل ہے ، آپ چوتھے امام ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۶ پر)

Marfat.com

کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے ، پھر کاشان تشریف لائے ، جہاں شیخ عبد الرزاق کاشانی سے ملاقات کی ، کاشان سے اپنے وطن سمنان واپس آئے اور اپنی بہن سے مل کر ان کی دلجوئی کی ، وہاں سے مشہد مقدس روانہ ہوئے ، اور حضرت امام علی رضا کے روضے پر معتکف ہوئے ، اسی زمانے میں امیر تیمور بھی حضرت امام علی رضا[1] کے مزار کی زیارت کے لیے آیا ہوا تھا ، جو بڑی عقیدت سے آپ سے ملا ، اس کے بعد آپ ہرات تشریف لائے ، وہاں سے قندھار ، غزنی ، کابل اور بخارا ہوتے ہوئے ماوراء النہر پہنچے ، اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند[2] کی زیارت سے مشرف ہوئے ، اور

(صفحہ ۳۰۵ کا بقیہ حاشیہ)

ہیں ، آپ کی ولادت با سعادت ۱۶۴ھ میں بغداد میں ہوئی ، آپ نے ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ بوقت چاشت ۲۴۱ھ میں بغداد میں وفات پائی ۔

(ماخوذ از سفینۃ الاولیاء ۔ تذکرہ حضرت امام احمد بن حنبل و خزینۃ الاصفیاء ۔ جلد اول ۔ ص ۶۴ تا ۶۶)

۱ ۔ امام علی رضا ، آٹھویں امام ہیں، جو امام موسیٰ کاظم کے صاحبزادے ہیں ، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ، امام علی رضا مدینہ طیبہ میں بروز پنجشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے ، اور ۹ رمضان ۲۰۸ھ کو آپ نے طوس کے قریب قصبہ سنایا میں وفات پائی ، آپ کا مزار مشہد میں ہے ۔

(ماخوذ از خزینۃ الاصفیاء ۔ جلد اول ۔ ص ۵۲ ۔ ۶۰)

۲ ۔ خواجہ بہاءالدین نقشبند کا اسم گرامی محمد بن محمد بخاری ہے ، آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے سرتاج ہیں ، آپ کو خواجہ محمد بابا سماسی نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا ، اور آپ نے میر سید کلال سے مرید ہو کر سلوک کی منزلیں طے کی تھیں ، نقشبند کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ اور آپ کے والد دونوں کمخواب کے کپڑے بنتے اور ان پر نقوش بناتے تھے ، اس لیے آپ کا سلسلہ نقشبندیہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۷ پر)

Marfat.com

نقشبندیہ سلسلہ میں ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ، وہاں سے ترکستان پہنچے اور حضرت شیخ احمد یسوی کے صاحبزادوں کی ملاقات سے مشرف ہوئے ، پھر قندھار ، غزنی اور کابل ہوتے ہوئے ملتان تشریف لائے اور اجودھن حاضر ہو کر حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے ، اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور دہلی سے اجمیر حاضر ہو کر خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیری[1] کے آستانہ

(صفحہ ۳۰۶ کا بقیہ حاشیہ)

کہلایا ، خواجہ بہاءالدین نے دو شنبہ کی شب میں ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ — ۱۳۸۸ء میں وفات پائی ۔ (نفحات الانس ۔ ص ۳۴۵ - ۳۴۹)

۱ ۔ ہند و پاکستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سجستان میں پیدا ہوئے ، ابھی پندرہ ہی سال کے تھے کہ آپ کے والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا ، آپ کے والد نے ایک باغ اور ایک پن چکی ورثے میں چھوڑی ، جس کی آمدنی سے آپ گزر اوقات کرتے تھے ، ایک روز آپ اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے کہ ایک قلندر ابراہیم قندوزی نامی آپ کے باغ میں آئے ، آپ نے ان کا خیر مقدم کیا ، اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ان کو بٹھایا ، اور انگوروں کا ایک خوشہ ان کے سامنے رکھا ، ابراہیم قندوزی نے کچھ انگور کھائے ، اور آپ کی مہمان نوازی سے خوش ہو کر کھلی کا ایک ٹکڑا اپنی بغل میں سے نکالا ، اسے چبا کر آپ کے منھ میں دیا ، آپ کے تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ اس کے کھاتے ہی دل زہد و ارتقا کی طرف مائل ہو گیا ، اور تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ فروخت کر کے اس کی قیمت مساکین میں تقسیم کر دی ، اور خود سمرقند کی راہ لی ، ایک طویل عرصہ آپ سمرقند میں حفظ قرآن مجید اور تحصیل علم [illegible] کے بعد آپ عراق روانہ ہوئے ، راستے میں [illegible] جو نیشاپور کے نواح میں ہے آپ خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں

[illegible] حاشیہ صفحہ [illegible]

Marfat.com

(صفحہ ۳۰۷ کا بقیہ حاشیہ)
حاضر ہوئے ، اور ایک طویل عرصے تک آن کی خدمت میں رہے ، اور آن کے دست حق پرست پر بیعت کی ، اور مختلف ریاضتوں کے بعد حضرت شیخ عثمان ہارونی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ صاحب سیرالعارفین کا بیان ہے کہ خواجہ صاحب شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں ڈھائی سال رہے اور ریاضتوں اور مجاہدوں میں زندگی بسر کی ، سیرالاولیا ، سیر الاقطاب ، اخبارالاخیار ، مونس الارواح اور سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ بیس سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہے ، اس عرصے میں دس سال اپنے پیر و مرشد کے ساتھ سیاحت میں بسر کئے ، سفر میں مرشد کی خدمت کا اس قدر اہتمام تھا کہ مرشد کا بستر اور دوسری ضروری چیزیں اپنے سر پر رکھ کر چلتے تھے ۔ اپنے مرشد کے ساتھ ہی مدینۂ منورہ اور مکۂ معظمہ حاضر ہوئے ۔ مدینۂ منورہ ہی میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آپ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی ، آپ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے غزنی پہنچے ، آپ کے ملفوظات دلیل العارفین میں ہے کہ ایک روز آپ عارف کی صفات بیان فرما رہے تھے کہ یکایک آبدیدہ ہو کر فرمایا میں اب اس مقام کی طرف سفر کرتا ہوں جہاں میرا مدفن ہے یعنی اجمیر ، پھر ہر شخص کو رخصت کیا ، لیکن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو ساتھ چلنے کا حکم دیا ، پہلے آپ لاہور پہنچے ، مشہور ہے کہ یہاں آپ نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر چلہ کشی کی ، لاہور سے آپ ملتان تشریف لائے ، جہاں آپ نے طویل قیام کر کے ہندوستانی زبانوں میں مہارتِ تامہ حاصل کی ، اس کے بعد آپ دہلی تشریف لائے ، دہلی میں کچھ دن قیام کر کے آپ نے اجمیر کا رخ کیا ۔ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ — ۱۱۶۵ء کو آپ اجمیر پہنچے ، اس وقت اجمیر اور دہلی کا حکمراں رائے پتھورا تھا ، اور اجمیر اس کی راجدھانی تھا ، راجا پتھورا نے آپ کے قیام میں بڑی بڑی زحمتیں پیدا کیں ، لیکن آپ اجمیر میں مقیم ہو کر

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۹ پر)

Marfat.com

مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا ، پھر دکن تشریف لے گئے ، اور گلبرگہ میں حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز سے ملاقات فرمائی ، پھر وہاں سے گجرات آئے ، اور گجرات سے اپنی خانقاہ کچھوچھہ شریف واپس ہوئے ۱ -

پھر دوسری دفعہ سید کبیر سید علی ہمدانی ۲ کے ساتھ ربع مسکون کی سیاحت کی ، اس سفر کی تفصیلات لطائف اشرفی جلد دوم کے لطیفہ

(صفحہ ۳۰۸ کا بقیہ حاشیہ)

رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے ، آخر آپ کی تعلیم سے رائے پتھورا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے ، یہاں تک کہ ہندوستان و پاکستان آپ کے فیوض و برکات سے منور ہو گیا - ٦ رجب ٦٣٢ھ ١٢٣٤ء آپ نے رحلت فرمائی -

اجمیر شریف میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے -
(ماخوذ از بزم صوفیہ - تذکرۂ حضرت خواجہ معین الدین)

١ - خزینۃ الاصفیاء جلد اول - ص ٣٧٥ - ٣٧٦

٢ - میر سید علی ہمدانی کے والد کا اسم گرامی شہاب الدین بن محمد ہے ، آپ شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کے مرید ہیں ، طریقت کے منازل آپ نے شیخ تقی الدین دوستی سے طے کئے جو شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مرید تھے ، جب شیخ تقی الدین نے وفات پائی تو آپ پھر شیخ شرف الدین کی طرف رجوع ہوئے ، اور اپنے پیر و مرشد شیخ شرف الدین کے فرمانے پر آپ نے تین مرتبہ ربع مسکون کی سیاحت کی ، اور اس سیاحت میں ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ سے ملاقات کی ، کشمیر میں اسلام کی ابتدا بھی کی تشریف آوری سے ہوئی ، تواریخ حقی میں ہے کہ سید علی ہمدانی ٧٧٤ھ - ١٣٧٢ء میں کشمیر تشریف لائے - آپ کشمیر میں محلہ علاء الدین پورہ میں سکونت اختیار کی اور کشمیر

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۰ پر)

Marfat.com

سی و پنجم میں ہمیں ملتی ہیں ، اس سفر میں آپ جن جن مقامات پر تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں ، جزیرہ صمھف ، ایلاق ، سیلان ، جبل الفتح ، بیت المقدس ، دمشق ، جبل لبنان ، جبل النہاوند ، جبل الطور ، جبل القدم ، بغداد ، گذرون ، جبل القاف ، حضلان ، جبل الابواب ، ولایت جھنکر ، ولایت خفچاق جبل القرون ، جبل البہ وغیرہ ۔

تیسری مرتبہ آپ آچ حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال بخاری کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے روحانی استفادہ کیا ، حضرت مخدوم جہانیاں نے جو چار سو کاملین سے فیض حاصل کیا تھا وہ سب حضرت جہانگیر سمنانی کے سینے میں منتقل کر دیا ۔

پھر اپنے پیر روشن ضمیر حضرت علاءالحق بنگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور بزرگان چشت کے تبرکات لے کر کچھوچھہ شریف واپس ہوئے جہاں آخر وقت تک مقیم رہے [1] ۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے ۲۷ محرم ۸۰۸ھ-۱۴۰۵ء کو وفات پائی آپ کی تاریخ وفات '' اشرف المومنین '' سے نکلتی ہے ، وفات سے کچھ دن پہلے سکر کا عالم طاری ہو گیا تھا ، نماز کے وقت عالم صحو میں آتے ، لیکن مرض الموت میں بھی رشد و ہدایات کا سلسلہ جاری رہا ۔ زمانۂ مرض الموت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں :

> همه اهالی دیار ، و اعالی نامدار نواحی کبار می آمدند و هر یک را بشارت و سعادت می دادند ، دریں سه روز چنداں خلائق

(صفحہ ۳۰۹ کا بقیہ حاشیہ)

کو ارشاد و ہدایت سے منور فرمایا ۔ اور ۷۸۶ھ میں آپ نے کشمیر ہی میں وفات پائی اور ختلان میں مدفون ہوئے ۔

تصوف میں آپ کی حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں ۔

(۱) اسرارالنقط ۔ (۲) شرح قصیدہ حمزیہ فارضیہ ۔

(۳) اوراد فتحیہ ۔

(ماخوذ از سفینۃ الاولیاء و خزینۃ الاصفیا ۔ جلد دوم ۔ ۲۹۳ تا ۲۹۶)

۱ ۔ خزینۃ الاصفیاء ۔ جلد اول ۔ ص ۳۷۶ ۔

Marfat.com

بشرف توبہ و انابت و خلافت مشرف گشتند کہ شرح آن خدائے داند ، اشرف الملک والیٔ ولایت بدوازدہ ہزار کس آمدہ بشرف ارادت مشرف گشتند۔

وفات کے وقت حضرت نورالعین ، شیخ نجم الدین اصفہانی ، شیخ در محمد یتیم ، خواجہ ابوالمکارم ، شیخ احمد ابوالوفا خوارزمی ، شیخ عبدالسلام ہروی ، شیخ ابوالواصل ، شیخ معروف دینوری ، شیخ عبدالرحمان خجندی ، شیخ ابوسعید خرزی ، ملک محمود ، شیخ شمس الدین اودھی[1] اور دوسرے بزرگوں کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا ، اور انہیں نصائح فرمائے۔

حضرت سید عبدالرزاق معروف بحضرت نورالعین جنہیں آپ نے اپنا بیٹا بنایا تھا ان کو اپنی جانشینی اور سجادگی سے مفتخر فرمایا ، اور ان کو وہ خرقے دیے جو آپ کو شیخ علاء الحق اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے عطا فرمائے تھے۔

وفات کے روز ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد قوالوں کو طلب فرمایا قوالوں نے حضرت سعدی کی یہ غزل گانا شروع کی ، جب انھوں نے یہ شعر پڑھا :

گر بدست تو آمدہ است اجلم
قد رضینا بما جری القلم

اس شعر پر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ، پھر جب قوالوں نے یہ اشعار دہرائے :

۲ - لطائف اشرفی - جلد ۲ - ص ۳۰۸ -

۱ - شیخ شمس الدین بن نظام الدین الصدیق اودھی مشہور شیوخ میں تھے ، جو اودھ میں پیدا ہوئے اور مولانا شمس رفیع الدین اودھی سے تعلیم حاصل کی ، ایک عرصے تک آن کی خدمت میں رہے ، حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی حاصل کیے ، اور آنہیں سے بیعت کی (نزہتہ الخواطر - جلد ۳ - ص ۱۰)

Marfat.com

خوب تر زیں دگر نباشد کار
یار خنداں رود بجانب یار
سر بنہد جاں نگار خنداں را
جاں سپارد نگار خنداں را

ان اشعار پر تڑپنے لگے ، اور اسی حالت میں واصل الی اللہ ہوئے ، وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی ، کچھوچھہ شریف میں آپ کا مزار پر انوار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے[1] -

خلفاء : حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے - آپ کے خلفاء میں سے اکثر صاحب علم و فضل تھے ، آپ کے مشہور خلفاء میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی ، شیخ صفی الدین ردولوی ، شیخ سماء الدین ردولوی ، مولانا علم الدین جائسی ، شیخ خیر الدین سدھوروی ، قاضی محمد سدھوروی شیخ سلیمان شیخ معروف دہلوی ، حضرت قاضی حجت ، شیخ الاسلام گجراتی ، شیخ مبارک گجراتی ، شیخ راجا سید عبدالوہاب اور شیخ کبیر مسرور پوری مشہور ہیں -

بعض امراء بھی آپ کے خلیفہ تھے ، ان میں نواب سیف خاں حاکم اودھ ، امیر تیمور کے دو امیر ، شیخ ابوالمکارم اور شیخ جمشید بیگ ، ان کے علاوہ ایک اور خلجی امیر شیخ حسین نے غیر معمولی شہرت حاصل کی[2] -

لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی اپنی وفات سے پہلے ایک رات اور دن قبر میں جا کر رہے ، اور وہیں آپ نے اپنی کیفیات کو قلم بند کیا جن کا نام بشارات المریدین ہے ، صاحب اخبارالاخیار نے آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے مکتوبات ہیں جو حقیقات غریبہ پر مشتمل ہیں ، آگے چل کر تحریر فرمایا کہ آن کے ملفوظات بھی ہیں جو آن کے ایک مرید نے جمع کیے تھے -

---

۱ - ماخوذ از لطائف اشرفی جلد ۲ - ص ۴۰۶ - ۴۱۲ -
۲ - لطائف اشرفی جلد ۱ - ص ۴۰۴ -

Marfat.com

صاحب اخبارالاخیار نے آپ کا ایک مکتوب بھی نقل کیا ہے ، جو آپ نے قاضی شہاب‌الدین دولت آبادی کے نام لکھا تھا جس میں فرعون کے ایمان پر بحث کی گئی ہے ، جس کے متعلق شیخ محی‌الدین ابن عربی نے کتاب فصوص الحکم میں اشارہ ملتا ہے۲

۱ - شیخ محی‌الدین محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ طائی ، حاتمی - اندلسی - ثم‌المکی‌ثم الدمشقی مشہور بابن عربی اندلس کے شہر مرسیہ میں ۷ ، رمضان ۵۶۰ھ — ۱۱۶۴ء کو پیدا ہوئے ، آن کا شمار اکابر صوفیائے کرام میں ہوتا ہے ، آپ کو خرقے کی نسبت ایک واسطے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے حاصل تھی ، اور دوسری نسبت خرقہ ولایت میں ایک واسطے سے حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہے وہ تعلیم کے لئے مرسیہ سے اشبیلیہ چلے گئے ، اور وہاں قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی ، پھر اشبیلیہ چلے گئے ، اور وہاں کے مشاہیر سے فیوض حاصل کئے -

سفینۃالاولیاء میں ہے کہ آپ کے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے درمیان جو واسطہ ہے وہ ابو محمد یونس القصار بغدادی ہیں - دوسری نسبت ایک واسطے سے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہے ، صاحب نفحات الانس نے [illegible] نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خود حضرت محی‌الدین ابن عربی نے بیان کیا کہ میں نے یہ خرقہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جامع سے ۵۶۰ھ — ۱۱۶۴ء کے بارہ میں پہنا جو مکی میں موصل سے باہر ہے اور ابن جامع نے خرقہ اسی جگہ اور بعینہ اسی صورت سے حضرت خضر علیہ السلام سے پہنا تھا -

حضرت شیخ ابن عربی کی تصانیف [illegible] ہے ، آن میں خصوصی الحکم اور فتوحات مکیہ [illegible] لیونکہ شیخ نے نشریات اور حقائق کا بہت [illegible]

(بقیہ)

۳ - اخبار الاخیار ص ۱۶۶

Marfat.com

آپ کے ملفوظات میں بعض بعض فقرے اردو کے بھی ملتے ہیں ، جن سے ان بزرگوں کی اردو سے دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے ، اور بنگال میں ابتدائی دور کی اردو کے نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں '' بنگال میں اردو'' میں وفا راشدی نے آن کے دو ملفوظ نقل کیے ہیں ، جنھیں ہم یہاں تبرکاً نقل کرتے ہیں ، فرمایا : ''چھیری کے منہ کھنڈا سمائے'' ، چھیری یعنی بکری اور کھنڈ کے معنی ہیں چاول کا چورا -

ایک اور موقع پر فرمایا : '' سوا لاکھ سپاری بندھوں'' ۱ یعنی باندھ

آپ کی جلالت شان اور عظمت روحانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صاحب اخبارالاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''سید اشرف جہانگیر گویند از کاملان است، صاحب کرامات و تصرفات'' ۲

صاحب خزینۃ الاصفیا آپ کے محامد و مناقب کو بیان کرتے ہوئے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں -

از عظمائے اولیاء کبریٰ و اتقیاء خطۂ ہندوستان است مرید و خلیفہ شیخ علاءالدین علاءالحق بنگالی و فیض یافتہ پیران چار خانوادہ است۳ -

صاحب مراۃ الاسرار آپ کے کمالات روحانی کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

آں سلطان مملکت الدنیا والدین ، آں سر حلقۂ عارفان ارباب علم و

(صفحہ ۲۹۵ کا بقیہ حاشیہ)

شیخ محی الدین ابن عربی نے جمعہ کی شب میں ۲۲ ربیع الثانی ۵۶۳۸ — ۱۲۴۰ء کو دمشق وفات پائی ، اور جبل قاسیون میں مدفون ہوئے جو آج کل صالحیہ کے نام سے مشہور ہے -

(معجم المطبوعات العربیہ - ص ۱۷۵ - نفحات الانس - ص ۴۹۶ و ۵۰۴ و سفینۃ الاولیاء تذکرہ حضرت شیخ محی الدین عربی)

۱ - بنگال میں اردو ، تصنیف وفا راشدی -

۲ - اخبار الاخیار - ص ۱۶۶ -

۳ - خزینۃ الاصفیاء - جلد اول - ص ۳۷۱ -

Marfat.com

یقین ، آں محب و محبوب خاص ربانی ، غوث الوقت حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ' از بے نظیران روزگار بود ، شان بغایت رفیع و ہمتے بلند و کرامتے وافر داشت''[1] ۔

صاحب گلزار ابرار غوثی مانڈوی نے آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''کشف و کرامات اور منازل و مقامات کے آپ مالک تھے آپ کے بیان سے عرفان کا آب حیات بہتا تھا ، اور آپ کے دل سے شوق و محبت کے شعلے اٹھتے تھے''[2] ۔

۱ - بزم صوفیہ - ص ۴۶۳ بحوالہ مرآۃ الاسرار مسمی ۔

۲ - اردو ترجمہ گلزار ابرار - ص ۱۴۵ - مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۔

Marfat.com

Marfat.com

(۴۸)

مولانا عثمان بنگالی

حالات : مولانا عثمان بنگالی ، قدیم مشائخ میں سے ، سنبھلی میں رہتے تھے ۔ میاں حاتم ، نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا ، کبھی کبھی میاں حاتم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے دعا کے لیے التماس کرتے تھے ۔

۱ ۔ میاں حاتم سنبھلی ، میاں عزیز اللہ سنبھلی کے شاگرد تھے ۔ اس زمانے میں معقول اور منقول کا ایسا جامع عالم کوئی نہ تھا ، خصوصاً علم کلام ، اصول فقہ اور عربیت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے ۔ مشہور ہے کہ شرح مفتاح اور مطول اور کتب منتہیانہ انہوں نے اول سے آخر تک چالیس مرتبہ پڑھائی تھیں ، [illegible] کہ علم محاضرات میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ۔ ملا علاء الدین لاری شرح عقائد نسفی پر ایک حاشیہ [illegible] ساتھ لکھ کر پاس لے گئے ، انہوں نے [illegible] کیے کہ ملا علاء الدین سے جواب بن نہ پڑا ، فقہ میں [illegible] ثانی تھے ، ریاضت اور مجاہدہ بھی بہت [illegible] میں بہت کامل تھے ، میاں حاتم نے ستر برس کی [illegible] وفات پائی ۔

[illegible]

Marfat.com

ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ میں بھی ایک مرتبہ میاں حاتم کے ساتھ صغر سن میں مولانا عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ۔

(صفحہ ۳۱۷ کا بقیہ حاشیہ)

(ماخوذ از اردو ترجمہ منتخب التواریخ ۔ نو لکشور ایڈیشن ۔ مترجمہ مولانا احتشام الدین)

Marfat.com

(۴۹)

شاہ عمر

حالات : شاہ عمر چاٹگام کے صوفیاء میں خاص عظمت و شہرت کے مالک ہیں ، ان کا شمار چاٹگام کے مشہور بارہ اولیاء میں ہوتا ہے ، لیکن اس عظمت و جلالت کے باوجود ان کے حالات بنگال کے کسی تذکرے میں نہیں ملتے ، صرف اس قدر ملتا ہے کہ وہ ایک عظیم المرتبت مبلغ تھے ، اور انہوں نے چاٹگام کے جنوبی حصے کو اسلام کی تبلیغ سے منور و تاباں بنایا تھا ۔

بنگال کے مشہور محقق ڈاکٹر انعام الحق نے ان کے سلسلے میں ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نواکھالی ضلع میں مشہور ہے کہ ایک ایرانی صوفی عمر شاہ اس ضلع میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنی کشتی ہی میں سکونت اختیار کی ، اور مختلف دیہات کا دورہ کرتے ہوا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ اگر یہ شاہ عمر وہی نواکھالی کے شاہ عمر ہیں تو یہ سترھویں صدی کے اوائل میں چاٹگام کے باشندے تھے کیونکہ یہ دوسرے بزرگ ہیں ، اور یہ بزرگ شاہ عمر نواکھالی سے بہت عرصہ قبل تھے ۱ ۔

۱ - ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال - ص ۲۵۹ ۔

Marfat.com

Marfat.com

شاہ عبدالرحیم شہید

حالات : شاہ عبدالرحیم شہید کشمیری الاصل تھے ، آپ کی ولادت با سعادت ۱۰۷۲ھ — ۱۶۶۱ء میں ہوئی پہلے آپ مرشد آباد تشریف لائے ، وہاں سے عہد عالمگیر کے اواخر میں ڈھاکہ آئے ۱۔

تواریخ ڈھاکہ میں ہے کہ جس وقت آپ ڈھاکہ تشریف لائے ، اس وقت یہ بالکل ویران میدان تھا ، آپ کی تشریف آوری سے آباد ہوا ، یہاں کے لوگ آپ کو میاں صاحب کہتے تھے ۲۔

بیعت : شاہ عبدالرحیم شہید نے صوفی ہدایت اللہ عرف صوفی حسن سے بیعت ہو کر عرفان و سلوک کے مقامات طے کئے آپ کے پیر صوفی ہدایت اللہ صوفی عبداللہ کے مرید تھے ۔ اور صوفی عبداللہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا ۳۔

---

۱ — رود کوثر ۔ ص ۴۶۵ ۔

۲ — تواریخ ڈھاکہ ۔ ص ۱۴۳ ۔

۳ — خواجہ محمد معصوم حضرت مجدد الف ثانی کے [illegible]
تھے ، آن کی ولادت باسعادت ۱۱ شوال [illegible]
ہوئی ، حضرت مجدد الف ثانی فرمایا کرتے تھے [illegible]
ولادت ہمارے لیے بہت مبارک و مسعود ہے [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۰ پر)

۴ ۔ رود کوثر ۔ ص ۴۶۵

Marfat.com

صفحہ ۳۲۱ کا بقیہ حاشیہ)

کے چند ماہ بعد اپنے خواجہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ اور ہم نے دیکھا جو کچھ بھی دیکھا ۔ خواجہ محمد معصوم نے شعور سنبھالنے کے بعد علوم رسمیہ کی تکمیل کی ، دوران تعلیم میں حضرت مجدد الف ثانی آن سے فرمایا کرتے تھے کہ بابا ! جلد علوم کی تعلیم سے فارغ ہو کہ ہمیں تم سے بڑے کام ہیں ، سترہ سال کی عمر میں آنہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل سے فراغت حاصل کی ، اور اپنے والد سے سلوک و معرفت کے اعلیٰ منازل طے کر کے خلافت اور قطبیت کی بشارت حاصل کی ، اور اپنے والد کی وفات کے بعد آن کی جگہ مسند ارشاد پر رونق آفروز ہوئے ، پھر حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا اور ایک عرصے تک مدینۂ منورہ میں متیم رہ کر ہندوستان لوٹے اور اپنے وطن میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے ۔ درس سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا ، تفسیر بیضاوی ، مشکواۃ ، ہدایہ ، عضدی اور تلویح کو خاص طور پر پڑھاتے تھے ۔

شیخ مراد بن عبد اللہ قزانی نے ذیل الرشحات میں خواجہ محمد معصوم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کی طرح ایت من آیات اللہ تھے ، آنہوں نے اپنے فیوض باطنی سے عالم کو منور کردیا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدوں کی تعداد ۹ ہزار اور آپ کے خلفاء کی تعداد ۷ ہزار تھی ، آن میں سے شیخ حبیب اللہ بخاری مشہور ہیں ۔ خواجہ محمد معصوم کے مکاتیب تین جلدوں میں ہیں ۔

خواجہ محمد معصوم نے ۹ ربیع الاول ۱۰۷۰ھ — ۱۶۵۹ء میں وفات پائی ، آپ کا مزار پر انور سرہند میں ہے ۔

(ماخوذ از تذکرۂ صوفیائے پنجاب ۔ فٹ نوٹ صفحہ ۵۵۹ - ۵۶۰ بحوالہ نزہۃ الخواطر ۔ جلد ۔ ۵ ۔ ص ۳۰۷ - ۳۰۸ و زبدۃ المقامات ۔

خواجہ محمد معصوم کے تفصیلی حالات حسب ذیل کتابوں میں ملتے ہیں ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۳ پر)

Marfat.com

سلسلہ مجددیہ کا فروغ : شاہ عبدالرحیم شہید نے بنگال میں سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کو غیر معمولی فروغ بخشا ، اور یہ سلسلہ ان کی وجہ سے بنگال میں خوب پھلا پھولا ، چٹاگانگ کے مشہور بزرگ صوفی شاہ امانت اللہ آپ ھی کے خلیفہ تھے ، جن کی وجہ سے چٹگانگ میں اس سلسلے کی ترویج ھوئی ۔

شہادت : ۴ ستمبر ۱۱۵۸ھ — ۱۷۴۵ء کو ایک دیوانے نے آپ پر وار کیا ، جس کی وجہ سے آپ زخمی ھوئے ، اور زخمی ھونے کے ایک ماہ تین دن بعد ۹ رمضان المبارک ۱۱۸۵ھ — ۱۷۷۱ء میں آپ نے وفات پائی ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال کی تھی ، تاریخ وفات میں اختلاف ہے ۔

صاحب تواریخ ڈھاکہ نے لکھا ھے کہ اس خانوادے کی ایک بیاض میں ھے جس کی نقل یہ ھے :

حضرت حقائق و ارشاد پناہ ، قدوۃالسالکین ، زبدۃ الواصلین ، شہید فی سبیل اللہ ، حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندی قدس سرہ' ھفتم شعبان ۱۱۵۸ ھجری مابین عصر و مغرب ھفت زخم شمشیر منتشر بر بدن ایشان از دست دیوانہ رسیدہ بود ، یک ماہ و سہ روز صاحب فراش بودند و نہم ماہ رمضان المبارک ، شب پنجشنبہ اول وقت عشا انتقال فرمودند ، و بتاریخ دہم رمضان مدفون گشتند ۔

(صفحہ ۳۲۲ کا بقیہ حاشیہ)

(۱) روضہ کوثر ص ۲۸۷ - ۲۹۱
(۲) مفتاح التواریخ - ص ۳۱۹ - ۳۲۰
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول - ص ۳۱۹ - ۳۲۰
(۴) انوار العارفین - ص ۳۹۱ - ۳۹۳
(۵) جواہر عنویہ - ص - ۱۰۹ - ۱۲۲
(۶) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ - ص ۲۳۵ - ۲۵۱
(ماخوذ از فٹ نوٹ تذکرۃ علمائے ھند مرجمہ نے ا ۔ ب ۔ ن ص ۴۷۰ - ۴۷۱)

۱ - تواریخ ڈھاکہ - ص ۱۲۵ - ۱۲۶

Marfat.com

اس کے بعد تواریخ ڈھاکہ میں ان کی وفات پر کسی ہم عصر شاعر کا ایک قطعہ تاریخ بھی درج ہے ، جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :

مزار شاہ دیں عبدالرحیم است
پر از فیض خدا وند کریم است

زہے روشن دل صاحب سکینہ
اثر میداشت از سینہ بسینہ

اوصافش کرامت منجلی بود
چرا پنہاں کنم بیشک ولی بود

سن تدفین از روئے وفائے
دہم "رمضان" بود آمد ندائے[1]

1150

مزار : ڈھاکہ میں آپ کا مزار اندرون شہر محلہ میدان میاں صاحب میں واقع ہے ، اور یہ محلہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے ، مزار پر کوئی کتبہ نہیں ہے ۔

خلفاء : شاہ عبدالرحیم شہید کی وفات کے بعد آپ کے بھتیجے شاہ نجم الدین نے مسند سجادگی کو رونق بخشی ، شاہ نجم‌الدین کی وفات کے بعد آن کے صاحبزادے شاہ بدیع الدین مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے جو صاحب علم و فضل اور عارف کامل تھے ، ان کی وفات کے بعد ان کے تیسرے صاحب زادے شاہ نصیرالدین مسند سجادگی پر متمکن ہوئے ان کے بعد بھائی شاہ قمرالدین نے اس مسند سجادگی کو رونق بخشی ۲ ، آسودگان ڈھاکہ میں ہے کہ ان کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی ، اس لیے ان کی وفات کے بعد ان کے نواسے حضرت سید شاہ ابو یوسف محمد عبداللہ رضوی سید آباد سے لائے گئے ، اور آن کو سجادہ بنایا گیا ۔ سید محمد عبداللہ

---

۱ ۔ تواریخ ڈھاکہ ۔ ص ۱۷۶

۲ ۔ آسودگان ڈھاکہ میں شاہ قمرالدین کی بجائے شاہ نصیر الدین ہے ۔

Marfat.com

رضوی کے آباء و اجداد موضع سید آباد ، تھانہ کلیاکور ضلع ڈھاکہ کے رہنے والے تھے ، ان کے خاندان کے جس بزرگ نے بنگال کی سرزمین کو اپنے قدم میمنت لزوم سے سب سے پہلے شرف بخشا ، آن کا اسم گرامی سید عبداللہ رضوی تھا ، جو حلب سے بنگال تشریف لائے تھے ۱ -

۱ - ماخوذ از آسودگان ڈھاکہ ، مؤلفہ حکیم حبیب الرحمن [illegible] ص ۱۰ -

Marfat.com

Marfat.com

(٥١)

قتل پیر

حالات : قتل پیر حضرت پیر بدر کے ہم عصر ہیں قتل پیر آپ اس لیے کہلاتے ہیں کہ آپ کو جہاد سے غیر معمولی شغف تھا وہ جگہ جس میں آپ قید کیے گئے تھے. اور اب چاٹگام کی میونسپلٹی کی شمالی سرحد پر واقع ہے . اسی مناسبت سے قتل فتح کہلاتا ہے . قتل پیر کا اصل نام کیا تھا . آن کے حالات زندگی کیا تھے . ان کی تبلیغ کے محور کون کون سے علاقے تھے . افسوس ہے کہ تذکروں میں ان کی تفصیل نہیں ملتی ، پیر بدر کی ہم عصری سے صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بزرگ چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تھے ۱ -

---

۱ - یہ تفصیل عسکری اف صوفی [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

مولانا کرامت علی جون پوری

تیرھویں صدی ھجری کے وسط میں جب کہ بنگال مذھب سے ناآشنا ھوتا جا رھا تھا ، اخلاقی قدریں ڈھیلی پڑ چکی تھیں ، مسجدیں ویران ، قبر پرستی اور پیر پرستی شباب پر تھی ، لوگ جاھلانہ شکل و شباھت کو اپنا شعار بنائے ھوئے تھے ، دینی پستی اور اخلاقی ابتری عام تھی ، ان بگڑے ھوئے حالات کو ایک مرد خدا نے محسوس کیا ، اور بنگال میں رشد و ھدایت کو اپنی زندگی کا عظیم مقصد قرار دیا ، وہ کئی سال تک بنگال اور آسام کے شہروں ، قصبوں اور دیہات میں سفر کر ، طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر اعلاء کلمۃ الحق اور تبلیغ اسلام کرتا رہا ، اور اسی جد و جہد میں مشرقی پاکستان کے مشہور شہر رنگ پور میں جان جان آفرین کے سپرد کی ۔

نام و ولادت : یہ تھے اسلام کے جلیل القدر خادم اور مشہور صوفی و درویش مولانا کرامت علی جون پوری ، آپ کا اسم گرامی کرامت علی ، اور آپ کے والد ماجد کا نام نامی ابو ابراھیم تھا ، آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ محرم الحرام ۱۲۱۵ھ — ۱۸۰۰ء میں شہر جون پور کے محلہ ملاٹولہ میں ھوئی ، آپ کا سلسلۂ نسب ۳۵ واسطوں کے بعد حضرت ابو صدیق رضہ سے جا ملتا ھے ۔ بچپن ھی سے آپ کی پیشانی سے انوار ولایت اور آپ کی سیرت و کردار میں ایسی جھلک پائی جاتی تھی ، جس سے ظاہر ھوتا تھا کہ آئندہ چل کر یہ ایک انقلاب آفریں شخصیت بنیں گے ، آپ کی غیر معمولی باتوں کو دیکھ کر بڑے بوڑھے کہا کرتے تھے کہ یہ لڑکا

Marfat.com

لڑکے کی ولادت عین اس زمانے میں ہوئی ہے جب کہ فرائض و واجبات کی پابندی صرف خاص خاص گھرانوں میں رہ گئی ہے ، اور اسلامی عقائد و افکار کا قوام بگڑ چکا ہے ، عوام تو عوام اہل علم اور خواص بھی جاہلانہ رسوم کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں ، کیا عجب ہے کہ یہ لڑکا افکار و خیالات کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کرے ، اور لوگوں کے لیے موجب ہدایت اور سرمایۂ سعادت ہو ۔

تعلیم و تربیت : سن شعور کو پہنچنے کے بعد مولانا کرامت علی نے پارۂ عم کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا ابو ابراہیم سے شروع کی ، مولانا ابو ابراہیم بزرگی اور تقویٰ کے ساتھ فارسی کے ماہر اور کتابت میں اعلیٰ درجے کے خوش نویس تھے ، مشفق باپ نے ہونہار بیٹے کو ابتدائی اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا ، پھر آپ نے اس دور کے مشہور اساتذہ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی ، علوم دینیہ مولانا قدرت اللہ ردولوی سے حاصل کیے ، علم حدیث میں مولانا احمد اللہ انامی سے شرف تلمذ حاصل کیا ، معقولات میں مولانا احمد علی چڑیا کوٹی ، کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ، اور تجوید کی تعلیم اس دور کے مشہور قاری سید ابراہیم مدنی اور قاری سید محمد اسکندرانی سے حاصل کی اور فن خوش نویسی کی تعلیم حافظ عبدالغنی خوش نویس سے حاصل کی ، اور فن سپہ گری کی تعلیم اس زمانے کے ایک مشہور استاد بہار نامی سنار سے حاصل کی چنانچہ آئندہ چل کر یہ فن آپ کی تبلیغی زندگی میں بہت ممد و معاون ثابت ہوا ۔

---

۱ ۔ شیخ احمد علی بن غلام حسین بن سعداللہ عباسی حنفی چڑیا کوٹی اپنے زمانے کے علماء میں فقہ ، اصول فقہ اور ادب میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے ، وہ ۱۲۰۰ھ میں چڑیا کوٹ میں پیدا ہوئے ، اور اپنے وطن میں حافظ غلام علی چڑیا کوٹی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی ، پھر حصول علم کے لیے رامپور کا سفر کیا ، اور قراۃ و تجوید کی تعلیم قاری نسیم سے حاصل کی ، اور ریاضی کی بعض کتابیں مولانا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳۱ پر)

Marfat.com

بیعت : اٹھارہ سال کی عمر میں آپ اصلاح باطن اور معرفت الٰہی کی طلب میں حضرت سید احمد بریلوی کی خدمت میں رائے بریلی حاضر ہوئے ، حضرت سید احمد بریلوی کی نگاہ کیمیا اثر نے اس جوہر قابل کو ایک ہی نگاہ میں پرکھ لیا ، اور مولانا کرامت علی کو اسی وقت اپنی بیعت سے مفتخر فرمایا ۔

خلافت : شیخ کامل نے ایک ہی ہفتے میں سلوک کے اعلیٰ منازل طے کرا کر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کے توسط سے خلافت نامہ اور شجرۂ طریقت عطا فرمایا ۔

اٹھارہ دن کے قیام کے بعد حضرت سید احمد بریلوی نے آپ سے فرمایا جاؤ اور اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف ہو جاؤ ۔

رشد و ہدایت : مولانا اپنے شیخ کے ارشاد پر ، جون پور تشریف لائے ۔ یہ جون پور کا نہایت ہی تاریکی کا دور تھا ، وہ جامع مسجد جس کو سلطان ابراہیم مشرقی نے اپنے مرشد میاں تاج عیسیٰ علیہ الرحمۃ کے ارشاد پر تعمیر کیا تھا ، اہل بدعات کے تصرف میں تھی ، یہاں نماز و عبادت کی بجائے دنیاوی مجالس اور شادی بیاہ کی تقاریب رچائی جاتی تھیں ، اور اس مسجد میں تعزیہ داری بھی خوب ہوتی تھی ، [illegible] مسجدوں کا حال مولانا نے اپنی کتاب زاد التقویٰ میں لکھا ہے [illegible]

(صفحہ ۳۳۰ کا بقیہ حاشیہ)

غلام جیلانی سے اور بعض کتابیں مولانا [illegible] تحصیل علم کے لیے دوسرے شہروں کا سفر کیا [illegible] شیخ ابو اسحاق بن ابی الغوث بہروی سے [illegible] ذکر و اشغال کی تربیت حاصل کی [illegible] اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے ، مولانا [illegible] ۱۲۷۲ھ میں وفات پائی ، ان کی تصانیف [illegible] انوار احمدیہ ، شرح مسلم العلوم [illegible] صرف میں مشہور ہیں (ماخوذ [illegible])

Marfat.com

مسجدوں کا یہ حال تھا کہ لوگ ناچ کراتے ، اور ہندوؤں کی برات اترتی اور شراب پیتے تھے -

آپ نے اس مسجد میں پانچوں وقت اذان اور جماعت کا اہتمام کیا ، اس مسجد جامع میں جب پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا اس وقت آپ کے ساتھ پانچ مصلی تھے ، آپ گھر گھر پہنچ کر لوگوں کو نماز کی ترغیب دیتے ، اور محلے کی مسجد کو آباد کرنے اور وہاں اذان دینے کا وعدہ لیتے ، اس دور کی ابتری کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ خود مولانا نے زادالتقویٰ میں لکھا ہے کہ :

> جب اس خاکسار نے پانچ وقت کی اذان شروع کی تو بعض نادان مسلمان کہتے تھے کہ صبح شام کی اذان سنی تھی دن کو اذان کبھی نہ سنی تھی ، یہ نئی بات نکلی ہے -

قاتلانہ حملہ : اسی زمانے میں جب کہ مولنا اقامت دین کی جد و جہد کر رہے تھے ، بعض جاہل افراد نے ایک پٹھان کو پانسو روپے دے کر اس پر آمادہ کیا کہ جب مولانا فجر کی نماز کے لیے مسجد آئیں تو اندھیرے میں مولانا کو قتل کر دے ، پٹھان اس ارادے سے مسجد میں جا کر چھپ گیا ، جب مولنا فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے تو پٹھان نے گزرتے وقت پشت کی جانب سے وار کیا ، مگر خدا کی قدرت کہ مولانا اس کے حملے سے بچ گئے ، مولانا اس کی زد سے آگے بڑھے ، پٹھان نے اپنی گستاخی پر معذرت کی ، مولانا نے اسے معاف فرما دیا ، پٹھان اسی وقت تائب ہوکر صوم و صلوۃ کا پابند ہوگیا -

مدرسہ حنفیہ کا قیام : وہ جون پور جو صدیوں علم و فضل ، تصوف و عرفان ، علوم و فنون کا گہوارہ رہا تھا اور جہاں تعلیم و تعلم سے فضائیں گونجتی تھیں وہاں علم کے زمزمے خاموش ہو چکے تھے - جو علماء باقی تھے ان میں اکثر عمل سے محروم تھے - تعلیم و تعلم کا سلسلہ اس طرح مفقود ہو چکا تھا کہ اس وقت جون پور میں کوئی باقاعدہ درسگاہ نہ تھی ، مولنا نے اس علمی پستی کو دیکھ کر مدرسہ حنفیہ کی بنیاد ڈالی ، آئندہ چل کر اس درسگاہ سے علوم کے سرچشمے پھوٹے -

Marfat.com

بنگال و آسام کا تبلیغی سفر : آسی زمانے میں بنگال و آسام میں دینی ابتری انتہا کو پہنچ چکی تھی سارے بنگال میں توھم پرستی اور جہالت کا دور دورہ تھا ، ھندوانہ رسمیں مسلمانوں میں عام تھیں ، اسلامی شعار مفقود ھوچکے تھے ، یہاں تک کہ اکثر نام بھی ھندوانہ رکھے جاتے تھے ، شعبدہ باز فقیروں اور مکار جوگیوں کی حکومت عوام کے دلوں پر تھی ، ھر طرف گمراھی اور ضلالت کے بادل چھائے ھوئے تھے ۔

حضرت سید احمد بریلوی نے ان نازک حالات کو دیکھ کر عین اس زمانے میں جب کہ آپ جہاد بالسیف کی تیاریوں میں مصروف تھے مولانا کرامت علی کو حکم دیا کہ وہ بنگال میں رشد و ھدایت کو اپنا مقصد حیات بنائیں ، کیونکہ اعلا کلمۃاللہ جہاد اکبر ہے ، اپنے شیخ کے اس ارشاد کی بنا پر مولانا عازم بنگال ھوئے ، اور سب سے پہلے ٹکنے پہنچے ، مولانا نے ٹکنے کے چند روزہ قیام میں اپنے مواعظ سے وہاں کے عوام میں ذھنی انقلاب پیدا کیا ، فرسودہ عقائد و خیالات کی دنیا بدل کر اسلامی عقائد و افکار کو لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کیا ، اسلامی فکر و نظر کی روشنی ھر طرف پھیل گئی ، یہیں آپ نے مشرقی پاکستان کے دورے کا اصلاحی پروگرام مرتب کیا ۔

مشرقی پاکستان کا سفر : مولانا تبلیغی عزم اور اشاعت اسلام کے لیے ٹکنے سے کشتی کے ذریعے مشرقی پاکستان روانہ ھوئے ، راستے میں بھی آپ کا جہاں کہیں قیام ھوتا ، اپنے مواعظ کے ذریعے سے لوگوں کو اسلام کی حقیقت سمجھاتے اور احکام شرع کو وضاحت سے بیان فرماتے ، جہاں مسجد نہ ھوتی وہاں مسجد کی تعمیر کی کوشش کرتے ، دین کے احیاء و ترویج کے لیے مکاتب اور مدرسے قائم کرتے ۔

سفری مدرسہ : مولانا کا چونکہ سارا وقت سفر میں صرف ھوتا تھا اس لیے آپ نے اپنے ساتھ سفر میں ایک سفری مدرسہ بھی رکھا تھا جس میں آپ مقامی لوگوں کو راستے میں ساتھ رکھ کر اس مدرسے میں صحیح عقائد و دینیات کی تعلیم دیتے اور ظاھری تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی تعلیم کے ذریعہ تزکیہ نفس ، درستگی اخلاق اور ذکر و اشغال کی تعلیم دیتے ، جب کسی کو

Marfat.com

تعلیم و تربیت حاصل کر چکتے تو مولانا ان کو بنگال کے مختلف علاقوں میں بھیجتے اور یہ مولانا کے دستورالعمل کے مطابق بنگال کے دیہات ، قصبوں اور شہروں میں پہنچ کر تبلیغ اسلام کرتے -

بریسال میں تشریف آوری : جب مولانا کھلنا ہوتے ہوئے بریسال پہنچے تو وہاں کے جاہل یہ دیکھ کر کہ آپ لوگوں کو شریعت اسلامیہ کا پابند بناتے ہیں اور نماز روزے کی تاکید فرماتے ہیں ، آپ کے مخالف ہوگئے ، انہوں نے آپ کی کشتی پر پتھر برسائے ، لیکن جب بعض سمجھدار لوگوں کو آپ نے سمجھایا تو انہوں نے مولانا کا مقصد بنگالی زبان میں عوام کو سمجھایا ، جس سے لوگوں میں مولانا کے پیغام سے آنس پیدا ہوا ، اور آہستہ آہستہ لوگ ہدایت کے رستے پر آنے لگے ، اور چند دن کی کوششوں سے اس ضلع میں ہدایت کا نور پھیلا -

نواکھالی میں تبلیغ : بریسال سے آپ حضرت مولانا امام الدین[1] مرحوم سودا رامی کی تحریک پر نواکھالی تشریف لے گئے ، وہاں کے لوگ آپ سے بڑے حسن اخلاق سے پیش آئے -

بنگال کے مختلف شہروں کا سفر : اسی طرح مولانا بنگال کے مختلف شہروں میں تبلیغی سفر کرتے رہے ، ان سفروں میں آپ کو بہت سے کام بیک وقت انجام دینے پڑتے تھے مثلاً عام مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے عملی مسلمان بناتے تھے ، غیر متشرع پیروں اور خام صوفیوں کے اثرات کو اپنے مواعظ حسنہ سے زائل کرتے تھے ، خارجی گروہ کا جو اثر اس زمانے میں پھیل رہا تھا ان کے عقائد کا بطلان رسائل لکھ کر فرماتے تھے ، دین کی نشر و اشاعت کے لیے کتابیں تصنیف فرماتے تھے ،

---

۱ - مولانا امام الدین سواد رامی بنگالہ کے مشہور علماء میں تھے ، ان کا تذکرہ مولانا کرامت علی جون پوری نے اپنی کتاب ''نسیم الحرمین'' میں بڑی تعریف و توصیف کے ساتھ کیا ہے ، اور انہیں شیخ الصدوق محی السنہ کا لقب دیا ہے -

(نزھۃ الخواطر جلد ۷ ص ۵۷)

Marfat.com

دینی مسائل و فتاوی کے پوچھنے والوں کے لیے ان کے جوابات مرتب فرماتے تھے، راہ سلوک کے راہیوں کو ذکر و شغل اور سلوک و معرفت کی تعلیم دیتے تھے، طلبا کو تجوید قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے، مصنفین نو بنگال اور آسام کے گوشے گوشے میں خاص ہدایات کے ساتھ روانہ فرماتے اور اپنے تبلیغی پروگرام کی نگرانی بھی فرماتے تھے، جا بجا دینی مدارس قائم کرتے اور مساجد تعمیر کراتے تھے، خود اپنے ہمراہیوں کا جن میں عورتیں بھی تھیں، طلباء مہمان، خدام اور ملازم تھے کل کے حقوق کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔

بنگال کے پہلے سفر کی مدت : مولانا کا یہ پہلا تبلیغی سفر [illegible] سال تک جاری رہا، اور آپ اس سفر میں مشرقی بنگال اور سلہٹ کا دورہ کرتے ہوئے آسام تک پہنچے تھے، آسام کی حالت بنگال سے زیادہ خراب تھی، وہاں بھی آپ نے تبلیغ و اشاعت کے [illegible]

وطن کو واپسی : اس کے بعد مولانا اپنے وطن تشریف لائے اور یہاں بھی آپ کی زندگی کا مقصد تبلیغ اسلام رہا، وطن [illegible] اعظم گڑھ، غازی پور، فیض آباد اور سلطان پور کا تبلیغی دورہ کیا، پھر آپ نے نئی سفر بنگال کے لیے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے [illegible] جہد و جہد کی مجموعی مدت تقریباً [illegible] سال ہے۔

وفات : آخری مرتبہ جب آپ بنگال کا دورہ فرما [illegible] ۱۹۷۳ء میں رنگ پور پہنچے تو آپ کو بخار آیا [illegible] مرض بڑھتا گیا، آخر ۱ محرم الحرام [illegible] صادق کے وقت یہ آفتاب ہدایت غروب ہو [illegible] رنگ پور (مشرقی پاکستان) کے محلہ [illegible] میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، وفات [illegible]

مشرقی پاکستان کی دینی و [illegible]

Marfat.com

مساجد کی آبادی ، با عمل علماء آج بھی مولانا کی کوششوں کی یاد تازہ کرتے ہیں ۔

ارشادات و ملفوظات : مولانا کے ارشادات و ملفوظات اثر و تاثیر ، پند و موعظت کا ایک خزینہ ہیں ، ہم آن میں سے چند ارشادات تبرکاً یہاں درج کرتے ہیں ، فرمایا :

" جب تک ہر مومن اپنے سارے مقدمے اور معاملے کو شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا ، اور صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے سارے مقدمے اور معاملے میں حکم مقرر نہ کرے گا ، اور مقدمہ و معاملہ کا جو فیصلہ آن کی شریعت میں نکلے گا ، اس کو دلی خوشی سے قبول نہ کرے گا ، تب تک وہ شخص مومن نہ ہوگا ۔ "

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

" جو کوئی نماز نہ پڑھے گا ، وہ شخص کتنی ہی عبادت اور نیکی اور خیرات اور عمل صالح کرے گا ، اس کا نفس کبھی نہ بنے گا ۔ "

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

" اگر کوئی عالم کسی درویش یا مجذوب کا خلاف شرع کام دیکھ کر اس سے انکار کرے ، اور آس بے شرع شخص کی بات جو خلاف شرع ہے اس کو نہ مانے تو اس کو کچھ ڈر نہیں ، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدد گر ہوتے ہیں ۔ "

اولاد : مولانا کرامت علی کی وفات کے وقت آن کے حسب ذیل صاحبزادے حیات تھے ، (۱) مولانا حافظ احمد صاحب (۲) مولانا حافظ محمود صاحب (۳) مولانا صوفی محمد حامد صاحب (۴) شاہ محمد عمر عرف شاہ بڑے صاحب (۵) مولانا حافظ عبدالدول صاحب ۔

اور حسب ذیل صاحبزادیاں تھیں ۔

(۱) آم کلثوم بی بی (۲) آم سلمہ بی بی (۳) عمدہ بی بی (۴) صغرا بی بی (۵) زہرہ بی بی (۶) منا بی بی (۷) عائشہ بی بی (۸) ہاجرہ بی بی (۹) معصومہ بی بی

Marfat.com

خلفاء : مولانا کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے ، ہم ان میں سے چند مشاہیر خلفاء کے نام یہاں لکھتے ہیں جنھوں نے مولانا کے بعد ان کے تبلیغ و ارشاد کے کام کو بنگال میں آگے بڑھایا ۔

(۱) مولانا انواراللہ ۔ مصنف شوارق مکیہ یہ چاٹگام کے رہنے والے تھے ۔

(۲) مولانا فیض اللہ رائے پورہ نواکھالی کے متوطن تھے ۔

(۳) مولانا عبدالعزیز صاحب ملفت گنج ضلع فرید پور کے رہنے والے تھے ۔

(۴) مولانا غلام شریف چاٹگام کے رہنے والے تھے ۔

(۵) مولانا حکیم اشرف علی صاحب سلہٹ کے رہنے والے تھے ۔

(۶) مولانا سید طالب حسین نواباڑی گوندیا ۔ ضلع ناھاکہ کے متوطن تھے ۔

(۷) مولوی الٰہی بخش صاحب مؤلف فتاویٰ دائم الدین ، گھوڑی ساز ضلع فرید پور کے متوطن تھے ۔

تصانیف : مولانا کرامت علی کی حسب ذیل تصانیف ہیں

(۱) مفتاح الجنۃ (۲) زینت المصلی (۳) مخارج الحروف (۴) زینت القاری (۵) شرح ہندی جزری (۶) کوکب دری (۷) ترجمہ شمائل ترمذی (۸) ترجمہ مشکوٰۃ اردو (۹) عقائد حقہ (۱۰) [illegible] (۱۱) قول الثابت (۱۲) مقامع المبتدعین (۱۳) حق الیقین (۱۴) [illegible] (۱۵) قول الامین (۱۶) مراد المریدین (۱۷) قول الحق (۱۸) [illegible] (۱۹) اطمینان القلوب (۲۰) ملخص (۲۱) [illegible] (۲۲) فیض عام (۲۳) حجت قاطعہ (۲۴) نور الہدیٰ (۲۵) [illegible] نور علی نور (۲۷) زاد التقویٰ (۲۸) راحت روح (۲۹) [illegible] (۳۰) احقاق الحق (۳۱) رفیق السالکین (۳۲) [illegible] (۳۳) نسیم الحرمین (۳۵) براہین قاطعہ (۳۶) [illegible] (۳۷)

Marfat.com

کرامۃ الحرمین (۳۸) فرداعیون (۳۹) رسالہ فیصلہ (۴۰) عکازۃ المومنین (۴۱) فتح باب صبیان (۴۲) دعوات مسنونہ ۱ -

۱ - مولانا کرامت علی کے یہ تمام حالات سیرت مولانا کرامت علی جون پوری - مرتبہ مولانا عبدالباطن جون پوری - مطبوعہ انوار کریمی پریس الہ آباد - ایڈیشن ۱۳۶۸ھ سے ماخوذ ہیں -

Marfat.com

(۵۳)

حضرت شاہ کاکو

حضرت شاہ کاکو شیخ فریدالدین گنج شکر کے مرید تھے - انھوں نے ابتدائی روحانی تعلیم شیخ پیر محمد لاھوری سے حاصل کی - اس کے بعد وہ شیخ نور قطب عالم کے مرید ھوگئے - روحانی تعلیم کی تکمیل کے بعد شیخ پیر محمد لاھوری سے خلافت حاصل کی - ان کی روحانی قوت غیرمعمولی تھی اور بہت سی کرامات ان سے منسوب ھیں - ۸۱۲ھ مطابق ۱۴۷۷ء میں آپ نے انتقال فرمایا[1] -

۱ - سوشل اینڈ کلچرل ھسٹری آف بنگال -

Marfat.com

Marfat.com

(۵۴)

شاہ لنگر

ڈھاکہ سے تقریباً دس میل دور شمال کی طرف معظم پور نامی گاؤں میں شاہ لنگر کا مزار آج بھی واقع ہے۔ ایک روایت کے مطابق مشہور ہے کہ وہ بغداد کے شہزادے تھے جنہوں نے تخت و تاج کو چھوڑ کر سیر و سیاحت کو ترجیح دی۔ سیر و سیاحت کرتے کرتے وہ ڈھاکہ آئے اور معظم پور میں مقیم ہو گئے۔ اور یہیں کے ہو رہے۔

۱ - سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال جلد دوم۔

Marfat.com

Marfat.com

(۵۵)

مخدوم شاہ محمود غزنوی

مخدوم شاہ محمود غزنوی "راھا پیر" کے نام سے مشہور ہیں مروجہ روایات کے مطابق "راھا پیر" ہندو راجا کرم کیساری کے دور حکومت میں منگل کوٹ تشریف لائے اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ راجا وکرم کیساری نے ان پر ظلم و تشدد روا رکھا اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں اور اشاعت اسلام کو روکنے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مخدوم شاہ محمود غزنوی نے اس امر کی شکایات سلطان دھلی کو لکھ کر بھیجی۔ اس کے جواب میں دھلی کے سلطان نے ایک جمعیت روانہ کی۔ اس فوج نے وکرم کیساری کو شکست فاش دی۔ راجا مشرقی بنگال کی طرف بھاگ گیا اور منگل کوٹ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

راجا وکرم کیساری کا ذکر سنسکرت کی ایک کتاب "[illegible]" میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ بنگالی ادب کی بالکل ابتدائی تصانیف میں بھی اس راجا کا ذکر آتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ پیر راھا [illegible] صدی ہجری میں منگل کوٹ میں موجود تھے۔ اس علاقے میں پیر راھا کے اثر کا یہ عالم تھا کہ وہ بے تاج بادشاہ تھے۔ عوام و خواص کے دلوں میں ان کی حکومت تھی اور سب ان کی دل سے عزت کرتے تھے۔

ان کی درگاہ ضلع بردوان کے علاقہ منگل کوٹ میں [illegible] ہے۔[1]

۱۔ بنگلے صوفی پرتھاو [illegible] ص ۱۰۹ ۔ مصنفہ [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(٥٦)

شاہ ملا مسکین

حالات : حضرت شاہ ملا مسکین حضرت بدرالدین زاہدی کے کچھ دن بعد بہت سے درویشوں کے ساتھ بنگال تشریف لائے ، ان درویشوں میں شاہ نور ، شاہ اشرف ، کابلی شاہ اور بندۂ رضا اور شاہ مبارک علی شاہ جیسے عظیم المرتبت صوفی و درویش تھے ، جنھوں نے بنگال میں اپنی تبلیغی کوششوں سے اسلام کو سربلند کیا ۔

مقبرہ : شاہ مسکین کا مقبرہ چاٹگام کے میونسپل علاقے میں جالندھر کی ایک پہاڑی پر واقع ہے ۔ اس پرانے مقبرے کو تکیہ ملا شاہ کہتے ہیں ۔

شاہ مسکین کے مقبرے کے پاس ایک پرانی مسجد ہے ، جس کے طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد مغلیہ سے پہلے کی ہے ، اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ شاہ ملا مسکین عہد مغلیہ سے پہلے بنگال میں تشریف لائے [1] ۔

---

۱ ۔ اے ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ۔ ڈاکٹر انعام الحق ، باب ہشتم

Marfat.com

Marfat.com

(۵۷)

شاہ محسن اولیاء

حالات : شاہ محسن اولیاء کا اصل وطن پانی پت تھا ، آپ پانی پت سے گوڑ تشریف لائے ، اور وہاں سے ڈھاکہ آئے ۔

ایک روایت کے مطابق آپ پیر بدر اور پیر قتال کے ساتھ بحری راستے سے چاٹگام کی طرف روانہ ہوئے ، اور آپ نے یہاں پہنچ کر جہاری گاؤں میں سکونت اختیار فرمائی اور رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے ۔

شاہ محسن اولیاء کے صرف ایک صاحبزادی نرمی بی بی تھیں ، اور آپ کے ایک بھتیجے جن کا نام شاہ سکندر تھا ، آپ کے ساتھ تھے ، آپ نے شاہ سکندر کا عقد اپنی صاحبزادی سے کر دیا ، شادی کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ وہ اپنے وطن پانی پت واپس چلے جائیں ، لیکن وہ دونوں آپ کو تنہا چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے ، ابھی اس مسئلے کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ شاہ محسن اولیاء نے وفات پائی ، شاہ محسن کی وفات کے بعد یہ دونوں یہیں رہ گئے ، اور رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے ۔

وفات : شاہ محسن اولیاء کا سن وفات ۸۰۰ھ — ۱۳۹۷ء آپ کا مزار پُر انوار جہاری گاؤں نواح چاٹگام میں واقع ہے ، آپ کا مزار [illegible] سنکھا کے کنارے واقع تھا یہ دریا ہر سال اپنا راستہ [illegible] ایک دفعہ اس دریا نے اس طرح رخ بدلا کہ آپ کے مزار [illegible] ہو گیا ، وہاں کے ایک زمیندار زبردست خاں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ محسن اولیاء اس سے فرما رہے ہیں کہ ہمارا مزار کسی دوسری

Marfat.com

جگہ منتقل کر دو ، لیکن اس نے کوئی پروا نہ کی ، رفتہ رفتہ اس خواب کی شہرت گاؤں میں ہوگئی اور گاؤں کے لوگوں نے آپ کے جسد مبارک کو قریب ہی کے گاؤں بتالی میں منتقل کر دیا ۔

مشہور ہے کہ زبردست خاں کے خاندان کا کوئی فرد آج بھی آپ کے مزار پر چراغ نہیں جلا سکتا[1] ۔

---

۱ ۔ شاہ محسن اولیاء کے یہ تمام حالات ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال مصنفہ ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونی ورسٹی باب ہشتم ۔ ص ۲۵۴ تا ۲۵۸ سے ماخوذ ہیں ۔

Marfat.com

(۵۸)

شیخ محمد علا بنگالی

حالات : شیخ محمد علا بنگالی شیخ قاضن شطاری کے لقب سے مشہور ہیں ، اور حضرت شاہ عبداللہ شطاری[1] کے مرید و خلیفہ ہیں ۔

گلزار ابرار میں ہے کہ شیخ محمد علا کو ریاضت و مجاہدے اور مراقبے و مشاہدے میں کمال حاصل تھا ، اور وجدانی حالات آپ کی ذات میں عیاں تھے ، علمائے باللہ کے سرگروہ اور سالکان سیر فی سبیل اللہ کے آپ سردار تھے ۔

---

۱ ۔ شاہ عبداللہ شطاری کا لقب حضرت اعلیٰ ہے ، آپ حسام الدین کے صاحبزادے ہیں ، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے :
عبداللہ شطاری بن حسام الدین بن رشیدالدین بن ضیاءالدین بن نجم الدین بن جمال الدین بن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی ۔

آپ شیخ محمد عارف کے خلیفہ ہیں ، جن کو شیخ محمد عاشق سے خلافت حاصل تھی ، آپ کا سلسلۂ طریقت یہ ہے :
شاہ عبداللہ ، شیخ محمد عارف ، شیخ محمد عاشق ، شیخ خدا قلی ماوراءالنہری ، شیخ ابوالحسن عشقی ، مولانا ابوالمظفر ترک ، شیخ ابو یزید اعرابی ، شیخ محمد مغربی ، سلطان العرفا شیخ ابو یزید بسطامی ۔

اس سبب سے اس سلسلے کو ایران و [illegible] میں [illegible] اور دارالملک روم میں بسطامیہ کہتے ہیں ۔ [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۵۰ پر)

Marfat.com

نویں صدی ہجری کے اوائل میں جب شاہ عبداللہ شطاری۲ ہندوستان تشریف لائے تو آپ کا گزر بنگال میں بھی ہوا ، شاہ عبداللہ شطاری کی عادت تھی کہ اثنائے سیاحت میں جس شہر یا قصبے میں پہنچتے ، اس سرزمین کے مشائخ کو پیغام بھیجتے تھے کہ ایک درویش نے اس خیال سے سیاحی اختیار کی ہے کہ اگر کلمۂ توحید کے معنی کوئی شخص اس سے بہتر جانتا ہو تو وہ اس مسافر کو تعلیم دے ، اور اگر ایسا نہ ہو تو مقیم لوگوں کا بے مشقت فائدہ اس میں ہے کہ وہ گنج توحید سے استفادہ کریں کیونکہ ایسی فرصت جس میں اسباب سعادت بہم پہنچیں

(صفحہ ۳۴۹ کا بقیہ حاشیہ)

دعوت کا علم ، اذکار کا طریقہ اور شغلوں کی روش کہ جن پر مشہور سلسلوں میں سلوک و ہدایت کا دار و مدار ہے ، ان سب پر عمل کیا ، اور یہ بزرگان طریقت سے حاصل کیے تھے ۔ آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ لطائف غیبیہ ہے جو آپ نے سلطان غیاث الدین خلجی شاہ مالسوہ کے نام ترتیب دیا تھا ، اس رسالے میں آپ نے توحید کے اسرار اور طریقت و حقیقت کے دقیقے جو صفحہ خاطر کی لوح پر محفوظ تھے یہ یا تو وعلمناہ من لدنا علماً کی رہنمائی کی بدولت مبداء فیاض سے بے واسطہ پہنچے تھے یا فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے حکم کے بموجب مشائخ طریقت سے بالواسطہ معلوم ہوئے تھے ، ان سب باتوں کو اس رسالے میں لکھا ہے ۔

شاہ عبداللہ نے ۸۹۰ھ — ۱۴۸۵ء میں وصال فرمایا ، آپ کی خواب گاہ مانڈو میں سلاطین خلجی کے مقبرے کی جنوبی سمت میں ہے (ماخوذ از ترجمہ گلزار ابرار ص ۱۶۱—۱۶۲) ۔

۲ ۔ اس سلسلے کے پیروں کو شطاری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ شطاری مشائخ شاہراہ طریقت کے سلوک میں دوسرے خانوادوں کے مشائخ سے زیادہ تیز اور تیز رفتار ہوتے ہیں ، کہتے ہیں کہ جو ان کا اول قدم ہوتا ہے وہ دوسرے درویشوں کا آخیر قدم ہوتا ہے (اردو ترجمہ گلزار ابرار ۔ ص ۱۶۳) ۔

Marfat.com

دشواری سے ہاتھ آتی ہے ، چنانچہ جب آپ بنگال پہنچے تو آپ نے حسب معمول یہی پیغام شیخ محمد علا کے پاس بھی بھیجا ، اور کہلایا کہ ایک درویش ایران و توران سے آیا ہے ، وہ کہتا ہے کہ خواہ خلوت میں خواہ انجمن میں جس کسی کو جس صورت میں آسان معلوم ہو ملاقات کرے ، اور اس موقع پر کلمۂ توحید کی اہم معلومات بیان کی جائیں ، ملاقات کرنے والوں میں جس میں بھی معلومات کی کمی ہو وہ دوسرے سے فائدہ اٹھا کر کمال حاصل کرے ، شاید اس طریقے سے آہستہ آہستہ اس کمال کے میدان میں پہنچنا نصیب ہو جو اس کے نام زد ہے ، شیخ محمد علا نے یہ پیغام سن کر جواب دیا کہ ایسے فضول گو اشخاص خراسان اور پارس سے بہت آتے ہیں ، یہ جواب جب شاہ عبداللہ کے پاس پہنچایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ محمد علا کے کمالات کا ظہور مجھ ہی فضول گو کی تلقین پر منحصر ہے ، آخر میں شیخ محمد علا کی بازگشت اسی فقیر کی طرف ہوگی ۔

اسی زمانے میں سلطان غیاث الدین خلجی نے چتوڑ کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا ، شاہ عبداللہ بنگال سے لوٹ کر آئے تو اسی راستے سے آ کر قلعے کے نیچے قیام فرمایا ، سلطان غیاث الدین نے حاضر ہو کر آستان بوسی کی سعادت حاصل کی ، چنانچہ اسی مورچہ سے جو شاہ عبداللہ کی قیام گاہ کے برابر تھا آپ کی دعا اور یمن و برکت سے یہ قلعہ چند ہی دن میں فتح ہوگیا ، سلطان غیاث الدین نے آپ کو نہایت تعظیم و احترام سے اپنی روانگی کے پیشتر دارالاسلام مانڈو روانہ کیا ۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانے میں شیخ محمد علا نے ایک چلہ [illegible] دوران چلہ میں ایک روز اپنے والد کو خواب میں [illegible] فرماتے ہیں کہ علا ! تمہاری گرہ کشائی اس ریاضت سے تعلق نہیں [illegible] خراسانی کے حوالے ہے ، جس کو تم فضول گو کہہ کر انکار [illegible] ہو ، چنانچہ اس خواب کے بعد وہ مانڈو حاضر ہوئے [illegible] عبداللہ نے ان کی طرف التفات نہیں فرمایا ، [illegible] شکستہ دلی نے اور بھی بے سہارا کر دیا ، [illegible] شاہ عبداللہ سے عرض کیا کہ حضور ! پیری ، [illegible] خواہش اور [illegible]

Marfat.com

تمام چیریں جمع ہوکر زبان حال سے میرے لیے مرحمت و نوازش کی سفارش کر رہی ہیں ، پھر عنایت عامہ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس قسم کی سزا دی جائے ، بلکہ بہتر یہ ہے کہ میری گزشتہ تقصیر کو معاف فرمایا جائے ، ایک شکستہ دل کی اس تقریر نے شاہ عبداللہ کی ناراضی کا رخ بدل دیا ، آپ نے فرمایا اگر اپنے آبا و اجداد کی رسم ، اسم اور سلسلہ چھوڑ کر خانوادۂ درویش کے آئین اور نام پر اپنے آپ کو نام زد کرو تو تمہارے التماس کے مطابق میں تمہیں تلقین کروں گا ، بالآخر شیخ علا نے یہ سب کچھ قبول کیا ، اور بہت تھوڑے عرصے میں خلعت خلافت حاصل کر کے کمال اور تکمیل کی انتہائی منزل پر پہنچ گئے ، پھر اپنے مرشد کی اجازت کے بعد اپنے وطن بنگال لوٹ آئے ، اور یہاں رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے[1] -

---

۱ - شیخ محمد علا کے حالات کی یہ تمام تفصیل اردو ترجمہ گلزار ابرار ص ۱۶۱ یادِ شاہ عبداللہ شطاری سے اور یادِ شیخ محمد علا بنگالی ص ۲۰۳—۲۱۴ سے ماخوذ ہے -

Marfat.com

(۵۹)

شاہ محمد صغیر

حالات : بنگال کے مشہور صوفی اور درویش شاعر شاہ محمد صغیر سلطان غیاث الدین اعظم شاہ[1] کے زمانے میں تھے ۔ افسوس ہے کہ اس عظیم المرتبت شاعر اور صوفی کے تفصیلی حالات نہیں ملتے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک درویش خاندان سے تھے ۔ اور اپنا تخلص شاہ فرماتے تھے ۔

شاہ محمد صغیر بنگالی شعرا میں سب سے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں بنگلہ زبان کو مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بنایا ۔

انہوں نے مشہور واقعہ یوسف و زلیخا کو نظم کیا ۔ یہ مثنوی انہوں نے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے دور میں لکھی اور اپنی غیاث الدین کے نام سے انتساب کیا ۔ اسی سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ شاید سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے دربار میں [illegible] اس کتاب میں سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کو دعا دیتے ہوئے [illegible]

میں والی ملک کے سامنے سر جھکاتا ہوں
جس کے خوف سے شیر اور بکری ایک [illegible]
بادشاہوں میں وہ سب سے زیادہ متقی [illegible]
لوگ اسے خدا کا اوتار سمجھتے ہیں

---

۱ ۔ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ [illegible]
فٹ نوٹ بضمن شیخ نور الحق نور [illegible]

Marfat.com

انسانوں میں وہ صداقت کا پیکر ہے
آس کا نام غیاث والی ملک ہے
اس نے عاقلوں کی یہ مثل ثابت کر دی ہے کہ بادشاہ ہر شخص پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے ، اس کی خواہش ہے کہ اس کا اپنا بیٹا یا شاگرد اس پر فتح پائے
چنانچہ اس نے بنگال اور گوڑ فتح کیے
آس کا دل نیکی اور شرافت سے معمور ہے
وہ تمام خوبیوں کا مجسمہ ہے
اس کا چہرہ ماہ کامل کی طرح دمکتا ہے اور اس کے الفاظ شیریں اور دلکش ہیں
وہ تمام خواتین کا مرکز توجہ ہے
قلم میں اتنی طاقت کہاں کہ اس کی خوبیاں بیان کرنے
اس نے تمام بادشاہوں پر فتح حاصل کی ہے
اس کے طبل جنگ زور زور سے بج رہے ہیں
وہ دشمنوں کو تباہ کرتا ہے لیکن اپنے پیروؤں پر شفقت کی نظر رکھتا ہے
''ہویلوں'' کی طرح وہ اپنی رعیت پر حکومت کرتا ہے
میں نے بہت سے لوگوں اور آن کے کارناموں کو دیکھا ہے
لیکن صرف وہی میری عقیدت کا مرکز ہے اور میرا ملجا و ماویٰ
محمد صغیر اس کا خادم ہے
اور اس کی عظمت کا نغمہ خواں ۔[1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مذہبی واقعات اور تعلیمات کو محض اس خیال سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا کہ شاید ان کا صحیح مفہوم دوسری زبانوں میں ادا نہ ہو سکے ، اور بجائے ثواب کے عذاب گلے پڑے ، لیکن یہ ایک ایسی خام خیالی تھی جو مذہب اور اس کی اشاعت میں سدِ راہ بنی ہوئی تھی ، شاہ محمد صغیر

---

۱ - مسلم بنگالی ادب - ص ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ -

Marfat.com

کو عوام کی اس خام خیالی کا اندازہ تھا ، چنانچہ مثنوی یوسف زلیخا منظوم کرنے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا :

اب میں اس کتاب کے متعلق بتاتا ہوں ، میں نے یہ کتاب لکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا ، اور گناہ کا خوف اپنے دل سے نکال دیا تھا ، لوگ مختلف قسم کی افواہیں اڑاتے ہیں ، ہر شخص اپنے ضمیر کو اس چیز سے اطمینان دلا دیتا ہے جو اس کو عزیز ہوتی ہے ، کوئی شخص مذہبی قصوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھتا ، اس ڈر سے کہ دوسرے اس پر الزام لگائیں گے ، میں نے بھی اس پر غور کیا ، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ خوف بے بنیاد ہے ، عبارت اتنی ضروری چیز نہیں اگر الفاظ صحیح ہوں ، میں نے بڑے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ ہیرے اور جواہرات کے ذخائر میں الفاظ بھی ایک بے بہا خزانہ ہیں ، میں بھی ہیرے جیسے الفاظ لے کر ایک محبت کا قصہ لکھوں گا ۔ یوسف اور زلیخا آپس میں ایک دوسرے کے گرویدہ ہو گئے جیسا کہ کتاب میں لکھا ہے ، وہ مذہبی نقطہ نگاہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ، میں نے بہت کچھ کتاب اور قرآن میں پڑھا ہے ، یوسف زلیخا کی داستان مذہب اور عقیدت سے بھرپور ہے ۱ ۔

شاہ صغیر اس کے مدعی ہیں کہ انہوں نے یہ قصہ قرآن حکیم اور مستند کتابوں کو ماخذ بنا کر نظم کیا ہے ۔ ان کا مقصد اس قصہ کے نظم کرنے سے یہ ہے کہ بنگالی بولنے والے اس قصے سے واقف ہوں ، لیکن مقامی حالات کی چاشنی اس میں موجود ہے ، اور فنی اعتبار سے ان کی یہ مثنوی نہایت کامیاب مثنوی ہے ۔

مثنوی یوسف زلیخا میں انہوں نے حمد و نعت کے سلسلے میں جو شعر کہے ہیں ان کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں ، جس [illegible] ہو سکے گا کہ عشق الٰہی اور محبت رسول کا کتنا عظیم جذبہ ان کے [illegible] میں موجزن ہے ، فرماتے ہیں :

۱ - سوشل تاریخ آف مسلم ان بنگال ، بحوالہ بنگالہ سہتیہ

Marfat.com

سب سے پہلے سلام کرتا ہوں اپنے پالن ہار کو
جو بخشنے والا ، کریم اور رحیم ہے
اس کے روپ بے شمار ہیں
جن کی کوئی حد نہیں
اس نے آسمان ، زمین اور سمندر کو پیدا کیا
انسان کے روپ میں کائنات کو سجایا
اور انسان کو اپنی ساری حکمتیں بخشیں
اسے کسی چیز کی تمنا نہیں
کسی شے کی آرزو نہیں
رب لایزال کی کوئی ابتدا نہیں
اس کی تمنا محبت ہے
باطن میں وہ نور و ضیا کا پیکر ہے
ظاہر میں وہ برق ہے اور بھونچال ہے
اس نے روح پیدا کی ، سمندر بنائے
کائنات کو تخلیق کیا اور ستارے پیدا کیے
اس نے اپنے سامنے ایک آئینہ رکھا
اور پھر چشم زدن میں آسمان ، زمین اور سمندر بنائے
اس نے حضرت محمد کے روپ میں عظیم ترین روح تخلیق کی
جو آسمان ، زمین اور سمندر کے تنہا بیش قیمت موتی ہیں
رب لایزال نے حضرت محمد کے اندر اپنی محبت بھر دی
کیونکہ کل مخلوق میں یہ سب سے برتر اور عظیم ہیں
اس نے حضرت محمد کو اپنا دوست اور ہمدم بنایا
اس لیے ان کی امت جنت کی مستحق ہے
ان ہی کی محبت تھی کہ خدا نے کائنات کی تخلیق کی
ورنہ اس کی بندگی کے لیے کروبیاں کی کمی نہ تھی
ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے
ان میں حضرت محمد عظیم ترین نبی ہیں
میں خدا کے اوصاف کہاں تک گناؤں

Marfat.com

جو کچھ لکھ گیا ہوں کم ہے
اب میں اُس کے آگے سر بسجود ہو جاؤں
پھر ہزاروں سلام کروں
محمد صغیر اس کے غلام کا غلام ہے
اس سے زیادہ میری خوش بختی اور کیا ہوگی!

Marfat.com

Marfat.com

(٦٠)

مولانا شاہ معظم دانشمند معروف بہ شاہ دولہ

حالات : حضرت مولانا شاہ معظم دانشمند مشہور بہ شاہ دولہ جو قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ ہیں ۹۲۵ھ — ۱۵۱۹ء میں بغداد سے با تھا ضلع راج شاہی میں تشریف لائے ۱ ۔ ایک روایت کے مطابق آپ عباسی خلیفہ سلطان ہارون الرشید کی اولاد سے ہیں ۔ اور انہوں نے مخدوم پور کے ایک شاہی جاگیردار اللہ بخش برخوردار کی صاحبزادی زیب النساء سے شادی کی جو باگھا کے قریب رہتے تھے ۔ اور باگھا ہی میں آباد ہو گئے ، وہیں درس و تدریس کے لئے ایک مدرسے کا آغاز کیا ۔ کہتے ہیں کہ گوڑ کے ایک بادشاہ نے ان کو عقیدت مندی کی بنا پر کچھ زمین نذر کرنی چاہی ، لیکن انہوں نے انکار کر دیا ۔ اس پر اس نے ۲۲ گاؤں ان کے صاحبزادے شاہ حامد دانشمند کو دئے ، پھر ان کے پوتے شاہ عبد الوہاب دانشمند کو شہزادہ خرم نے جب وہ بنگال آیا تھا ۴۲ گاؤں دیے ، جن کی آمدنی اس زمانے میں ۸ ہزار سالانہ تھی ۳ ۔

۱۰۳۷ھ — ۱۶۲۷ء میں شاہ عبدالوہاب کے صاحبزادے شاہ محمد [illegible] نے نصف جائداد وقف کر دی ، اور بقیہ نصف اپنے بھائی نور العارفین کی اولاد کے لیے رہنے دی ۔

شیخ محمد اکرام نے اپنی مشہور کتاب "رود کوثر" میں لکھا ہے

۱ ۔ رود کوثر ۔ ص ۶۱ ۔
۲ ۔ سوشل ہسٹری آف مسلمان بنگال ۔
۳ ۔ ایضاً

Marfat.com

کہ اس وقت سے یہ وقف برقرار اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم ہے ، اس وقف کا متولی مدرسہ ، مسجد ، مزار اور مسافروں کی نگہداشت کا انتظام کرتا ہے ، انیسوی صدی عیسوی کے شروع میں جب مسٹر ایڈم نے بنگال بہار کے تعلیمی اداروں کا دورہ کیا ، اور اپنی مشہور تعلیمی رپورٹ مرتب کی اس وقت اس مدرسے میں عربی ، فارسی کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا ، مسٹر ایڈم نے اپنی رپورٹ میں قصبہ پانڈوا کے مدرسے کے متعلق کئی صفحات لکھے ہیں ، وقف کی آمدنی کے متعلق اس زمانے کے کلکٹر کا اندازہ تیس ہزار تھا [1] -

اس سے ایک یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ پانڈوا شاہ دولہ کی آمد کے بعد اسلامی علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا ، اور اس کی یہ حیثیت اس وقت تک قائم تھی جب کہ ۶۶۲ھ — ۱۲۶۳ء میں شہزادہ خرم اپنے باپ جہانگیر سے بغاوت کر کے بنگال آیا تھا [1] -

۱ - روڈ کوئز - ص ۳۶۸

Marfat.com

شاہ مخدوم

راج بولیا (راج شاہی) کے مشہور بزرگ شاہ مخدوم بنگال کے صوفیہ میں غیر معمولی شہرت و عظمت رکھتے ہیں ۔ افسوس ہے کہ ان بزرگ کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے ، بنگال کے مشہور محقق ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی نے ہمارے ایک استفسار کے جواب میں اس پر عظمت شیخ کے متعلق ہمیں جو کچھ لکھ کر بھیجا ہے اس کا اقتباس ذیل کی سطور میں پیش کرتے ہیں ۔ آنہوں نے تحریر فرمایا کہ :

> حضرت شاہ مخدوم کے متعلق اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ ایک سید سند تھے ۔ آن کے مقبرے کے دروازے پر ایک کتبہ فارسی میں نصب ہے ، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی قلی بیگ نامی ایک شخص نے سید سند شاہ درویش کا مقبرہ ۱۰۳۵ھ میں تعمیر کرایا تھا ۔ اس مقبرہ بنانے والے کا تعلق فرقۂ اثنا عشری سے تھا ۔

اب غور طلب سوال یہ ہے کہ یہ شاہ درویش کون بزرگ ہیں جنہیں سید بتایا گیا ہے ۔ کیا یہی شاہ مخدوم ہیں یا یہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں ؟ پھر یہ سوال بھی حل طلب ہے کہ فارسی کے یہ الفاظ "سید سند شاہ درویش" کا نام ہیں یا محض اسم صفت ؟ پھر یہ سوال بھی ہے کہ ۱۰۳۵ھ — ۱۶۲۵ء کا زمانہ جو کتبہ میں مذکور ہے شاہ مخدوم کا ہے یا شاہ مخدوم کا ، یہ وہ کچھ ایسے تاریخی مسائل ہیں جن کا حل تلاش کرنا ضروری ہے ۔

Marfat.com

پیر ڈاکٹر صاحب نے ان مسائل کو حل کرتے ہوئے لکھا کہ میرا خیال ہے کہ کتبے کے الفاظ ان بزرگ کا اصلی نام نہیں ہے بلکہ صرف لقب ہے ، فارسی لفظ شاہ کے معنی صوفیوں کی اصطلاح میں روحانی مملکت کے بادشاہ کے ہیں ، اور درویش و مخدوم صوفیوں کے دو طبقوں کے القاب ہیں ، مولانا جلال الدین رومی نے ۱۲۰۷ھ — ۱۲۷۳ء صوفیا کا جو مدرسہ قائم کیا تھا ۔ وہ درویشوں کا سلسلہ کہلایا ۔ اس جماعت کے صوفی درویش کہلائے ، یہ فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں اللہ سے لو لگانے والا ، مخدوم صوفیوں کا دوسرا سلسلہ ہے ، یہ لوگ زہد و تقویٰ کی ایک طویل زندگی گزارنے کے بعد معرفت الٰہی حاصل کرتے ہیں ۔ مخدوم کے معنی ہیں ، بزرگ اور محترم ۔ یعنی جو اپنی عمر ، کردار ، اخلاق اور روحانی زندگی کی بنا پر لائق احترام ہو ۔ گزشتہ دور میں مخدوم اور درویش کے الفاظ اسم معرفہ کے طور پر شاید ہی کبھی استعمال کیے گئے ہوں ، حالانکہ اب پاک و ہند میں یہ الفاظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ، اس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ راج شاہی کے لوگوں کو ان بزرگ کا اصل نام معلوم نہ تھا ، نہ ہی قبر بیگ جس نے یہ کتبہ نصب کرایا تھا ، ان بزرگ کے اصل نام سے واقف تھا ۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ شاہ مخدوم اور شاہ درویش ایک ہی بزرگ کے دو القاب ہیں ۔ کم از کم اس وقت تک اس درجہ کے متوسلین دو اس میں بالکل شبہہ نہیں کہ شاہ درویش اور شاہ مخدوم ایک ہی بزرگ ہیں ۔

شعبۂ آثار قدیمہ کے سابق ڈائرکٹر جناب شمس الدین احمد نے اپنی کتاب ''پنڈوا کے کتبے'' جلد چہارم میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سید سند شاہ درویش کا رشتہ شیخ درویش سے ملتا ہے جو پنڈوہ کے مشہور بزرگ شیخ علاءالحق کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ، انہوں نے فارسی کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں (جو مغربی بنگال کے مقام پنڈوہ مالدہ کی شاہ ہزاری درگاہ میں ابھی تک محفوظ ہے) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شیخ درویش شیخ علاء الحق کے پانچویں جانشین تھے ، لیکن تاریخی اعتبار سے ہر شخص کی چوتھی نسل کے لیے ایک صدی شمار

Marfat.com

کی جائے تو شیخ درویش (۹۱۵ھ — ۱۵۰۹ء) سے زیادہ مدت تک زندہ نہیں رہ سکتے ۔ اس صورت میں شیخ درویش (۱۵۰۹ء) اور علی قلی بیگ (۱۰۴۵ھ — ۱۶۳۴ء) کے درمیان کم سے کم سوا سو برس کا فاصلہ ہے ، بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ درگاہ پاڑے شاہ مخدوم کا مقبرہ شیخ درویش کی وفات کے ایک سو پچیس برس بعد تعمیر ہوا ۔

اس کے علاوہ جناب شمس الدین احمد صاحب سید شاہ درویش اور شیخ درویش میں مماثلت قائم کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ شاہ درویش کے ساتھ سید کا لقب بھی لگا ہوا ہے ۔ اگر شیخ درویش کا [illegible] شیخ علاء الحق سے ملتا ہے تو وہ یقیناً سید نہ تھے کیونکہ دوسرے شواہد اس کے خلاف پائے جاتے ہیں ۔ اس بنا پر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ علی قلی بیگ نے جن بزرگ (شاہ درویش) کی یادگار قائم کرنے کے لئے یہ مقبرہ بنوایا ، ان کا اصل نام ہی انہیں معلوم نہ تھا ۔ [illegible] ضرور معلوم تھا کہ شاہ درویش سید سند تھے ، یعنی [illegible] دیا گیا تھا ، اس لئے ان دونوں بزرگوں کو ایک [illegible]

ہم یہ بات پہلے واضح کر چکے ہیں [illegible] شاہ مخدوم [illegible] شاہ درویش اصل نام نہیں ہیں ، بلکہ عوام [illegible] اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ [illegible] اپنے پیر و مرشد کا نام لینا بے ادبی سمجھتے [illegible] میں یہ احترام و عقیدت آج بھی عام [illegible] جیلانی رح کو اب بھی ہم لوگ [illegible] خواجہ معین الدین حسن رح کو غریب [illegible] ہے ۔ اسی طرح [illegible] کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے [illegible] "دادا پیر" اور شیخ [illegible] عباس علی مکی کو [illegible] اسی طرح مخدوم شاہ [illegible] گئے ہوں ، اور [illegible]

Marfat.com

ہو ، اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت علی قلی بیگ نے یہ کتبہ نصب کرایا ہو ، اُس وقت لوگ شاہ مخدوم کو شاہ درویش بھی کہتے ہوں جو سید تھے -

اب حل طلب امر یہ ہے کہ مخدوم شاہ کس زمانے میں تھے ۔ یہ سوال جتنا اہم ہے اُس کا جواب اتنا ہی مشکل ہے ، بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ وہ ۱۰۴۵ھ — ۱۶۳۴ء کتبہ نصب کرنے کی تاریخ سے بہت پہلے تھے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اُن کے حالات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اُن میں اور مسلمانوں کے ابتدائی عہد کے صوفیائے کرام کے حالات و واقعات میں بڑی مماثلت ملتی ہے، مثلاً شاہ مخدوم سے جو روایات منسوب ہیں وہ بنگال کے مشہور بزرگ شیخ جلال تبریزی (۶۲۲ھ — ۱۲۲۵ء) کے حالات سے بہت ملتی جلتی ہیں ، ان بزرگ کے حالات کتاب شیخ سبھودیا (شیخ کا ورود مسعود) اور دوسری کتابوں میں مذکور ہیں -

چنانچہ میری رائے ہے کہ شاہ مخدوم کا تعلق ترکی عہد کے ابتدائی زمانے سے ہے ، اور یہ مقبرہ ان بزرگ کے وصال کے خاصے عرصے بعد تعمیر کیا گیا ، جب کہ عوام اُن کا اصل نام فراموش کر چکے تھے ، اس لیے کتبے پر جو ان کا نام شاہ درویش درج ہے وہ ان کا اصل نام نہیں ہے ، بعینہ اسی طرح جیسے اُن کا موجودہ لقب مخدوم شاہ ان کا اصل نام نہیں ہے -

مقبرے کے طرز تعمیر کو دیکھ کر بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے ، اگرچہ یہ بہت چھوٹا ہے لیکن یہ پنڈوہ کے مشہور اکلخی مقبرے کے نمونے پر بنایا گیا ہے ، مجھے جناب شمس الدین احمد کے اس بیان سے بالکلیہ اتفاق ہے کہ مشہور بزرگ شاہ درویش بہت پہلے فوت ہوئے تھے ، اور مرور زمانہ کی وجہ سے ان کے مزار کی عمارت خراب و خستہ ہوتی گئی ، علی قلی بیگ نے اس مقبرے کو یا تو نئے سرے سے تعمیر کرایا ، یا بڑے پیمانے پر اس کی مرمت کرائی ، اور اُس پر نیا گنبد تعمیر کرایا تا کہ ان بزرگ کی یاد قائم رہے ، کتبے کے آخری حصے کی عبارت یہ ہے :

Marfat.com

غرض نقشت گز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمے بینم بقائے

راج شاہی میں تشریف آوری : رام پور بوالیا جو اب راج شاہی کہلاتا ہے ، یہاں حضرت شاہ مخدوم کی تشریف آوری کے بارے میں ایک دلچسپ روایت مشہور ہے ، جہاں تک کہ اندازِ بیان اور اس روایت میں شاہ صاحب کی روحانی طاقتوں کا ذکر ہے ، بنگال کے اکثر صوفیہ کے متعلق اسی قسم کی باتیں مشہور ہیں ، کہتے ہیں کہ جس زمانے میں شاہ مخدوم یہاں تشریف لائے ، اُس وقت رام پور بوالیا دریائے پدما کے شمالی کنارے پر ماہی گیروں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا ، ایک روز اس گاؤں کے کئی ماہی گیر دریا میں مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ انھوں نے دوسرے کنارے پر ایک عجیب شکل و صورت دیکھی ، یہ ایک طویل قامت انسان تھا ، جس کے سر پر ڈھیلا عمامہ اور اس کے ہاتھ میں ایک عصا تھا ، اور وہ کھڑاؤں پہنے ہوئے پیدل دریا پار کر رہا تھا اور وہ اسی کنارے کی طرف آ رہا تھا جہاں ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھے ، ماہی گیروں کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی اور وہ جال چھوڑ کر دریا کے کنارے جمع ہو گئے تا کہ معلوم کریں یہ عجیب و غریب کون شخص ہے ، کچھ اور لوگ بھی وہاں اکٹھے ہو گئے ، یہاں تک کہ لوگوں کا خاصا ہجوم ہو گیا ، یہ عجب و غریب انسان نہایت اطمینان سے دریا پار کر کے اُس کنارے پر پہنچا جہاں یہ لوگ جمع تھے ، لوگوں نے ان کی عظمت کو محسوس کیا اور فرطِ عقیدت سے دعاؤں کے خواستگار ہوئے ، یہ شخص ان کے سامنے کھڑا رہا اور انہیں خود سے دیکھتا رہا ، پھر اس نے کہا کہ میرے لیے کچھ کھانا لاؤ ، انھوں نے مٹی کے برتن میں کھانا پیش کیا ، وہ زمین پر بیٹھ گیا ، سر سے اپنا عمامہ اتارا اور اسے کھانے پر ڈھک دیا ، پھر اس بزرگ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ، کچھ دیر تک کچھ پڑھتے رہے ، پھر عمامے کو کھانے پر سے ہٹایا ، کھانا زندہ مچھلیوں میں تبدیل ہو گیا اور مٹی کے برتن سونے کے بن گئے ، ماہی گیر آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر ان کے مرید ہو گئے ، اس کے بعد وہ شمال کی طرف بڑھے اور ایک جگہ بیٹھ گئے ، یہی جگہ اب

Marfat.com

درگاہ پنڈوا کہلاتی ہے ۔

رشد و ہدایت : ساعی گیروں کے اسی گاؤں میں رہ کر آپ نے رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا ، رفتہ رفتہ لوگ دور دور سے آ کر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتے گئے ، یہاں تک کہ یہ چھوٹا سا گاؤں تبلیغ و اشاعت کا مرکز بن گیا ، اور بہت سے باہر سے آنے والے لوگ آپ سے روحانی فیوض حاصل کرنے کے لیے مستقل طور پر وہیں آباد ہو گئے ، جب رام پور کی آبادی حد سے بڑھی تو لوگوں کو قریب کے ایک گاؤں بوالیا میں آباد ہونا پڑا ۔ رفتہ رفتہ رام پور اور بوالیا ایک شہر میں تبدیل ہو گیا اور بعد میں اس کا نام راج شاہی پڑا ۔

وفات و مزار : اسی شہر میں حضرت شاہ مخدوم نے وفات پائی ، اور یہیں مدفون ہوئے ، اب جس جگہ آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص و عام ہے وہ جگہ درگاہ پاڑا کہلاتی ہے ، یہ جگہ راج شاہی گورنمنٹ کالج کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے ، آج بھی آپ کی درگاہ پر عقیدتمندوں کا غیر معمولی ہجوم رہتا ہے ، راج شاہی کے نئے شادی شدہ جوڑے آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں ، اور اپنی ازدواجی زندگی کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں ۔ ہر سال عاشورے کے دن آپ کی درگاہ پر ایک میلہ لگتا ہے ، جہاں شہر بھر کے تعزیے آتشبازی ہوتے ہیں ، مرثیے پڑھے جاتے ہیں ، اور بچوں کے دلچسپ کھیلے جاتے ہیں ، راج شاہی شہریوں کے قلب میں آپ کی بڑی گہری عقیدت ہے اور یہاں کے باشندے بغیر مذہب و ملت آپ کا بڑا احترام کرتے ہیں ۔

درگاہ کے اوقاف : لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کی درگاہ کے لیے بہت بڑی جائداد وقف تھی جو رام پور اور بوالیا کے قدیم مواضعات پر مشتمل تھی ، یہ املاک پٹھانوں نے آپ کی درگاہ کے لیے وقف کئے تھے اور ان پٹھانوں میں سے کچھ لوگ درگاہ کے قریبی علاقے میں آباد ہو گئے تھے ، اور یہی جگہ اب ''درگاہ پاڑہ'' کہلاتی ہے ، اب اس علاقے کے لوگ پٹھانوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ، بعد میں مغلوں اور نوابوں نے بھی اس موقوفہ جائداد کو بحال رکھا اور ان کے دور میں بھی درگاہ کا انتظام

Marfat.com

نہایت عمدگی سے چلتا رہا ، برطانوی عہد میں حکومت اور اس کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اس درگاہ کے بہت سے سابقہ اوقاف قبضے سے نکل گئے ، اب موقوفہ جائداد نہایت مختصر ہے جو درگاہ اور اس کے گرد ڈھائی سو بیگھہ زمین پر مشتمل ہے ، جس کی سالانہ آمدنی تقریباً چار ہزار روپے ہوتی ہے ، اس آمدنی سے چھوٹے سے دفتر املاک درگاہ اور اس سے ملحقہ جامع مسجد کے مصارف پورے کیے جاتے ہیں ۔ حضرت مخدوم شاہ کی درگاہ کی موجودہ املاک کا انتظام اور اس کے نگرانی کے فرائض حکومت مشرقی پاکستان انجام دیتی ہے ۱ ۔

۱ ۔ حضرت شاہ مخدوم کے یہ تمام حالات محض تاریخ صوفیا ہے ۔ انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی کے اس خط [illegible] جو موصوف نے میرے بعض استفسارات کے جواب میں [illegible] تھا ۔ (مؤلف)

Marfat.com

Marfat.com

(٦٢)

سید مرتضیٰ شاہ

حالات : سترھویں صدی عیسوی میں سید مرتضیٰ شاہ [illegible] ایک صوفی اور شاعر کے غیر معمولی شہرت حاصل کی ۔ [illegible] مرتضیٰ انندا ہے ۔ اُن کے والد ماجد کا نام سید حسن تھا ، سید حسن [illegible] بریلی کے رہنے والے تھے ۔ ان کے [illegible] عبدالرزاق ہے ، سید مرتضیٰ شاہ کے والد سید حسن [illegible] مرشد آباد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے ، اسی شہر [illegible] میں سید مرتضیٰ شاہ کی ولادت ہوئی ۔ وہ شاہ نعمت [illegible] (متوفیٰ ۱۰۷۵ھ — ۱۶۶۴ء) کے ہم عصر [illegible] انھیں کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں ۔

مسلم بنگالی ادب میں ہے کہ سید مرتضیٰ کی دوستی [illegible] سے تھی ، اس خصوصی محبت اور تعلق کی بنا پر جو [illegible] میں تھا آج بھی جو درویش سید مرتضیٰ شاہ کے [illegible] ہیں وہ وہاں سے رخصت ہو کر شاہ نعمت اللہ کے [illegible] حاضر ہوتے ہیں ۔ اور اُن کے [illegible] وہیں [illegible] ۔

رود کوثر میں ہے کہ اس دوستی کے باوجود [illegible] شاہ نعمت اللہ میں تھی ، شاہ نعمت اللہ ان کی بعض [illegible] معترض رہتے تھے ، لیکن بعد میں انھوں نے [illegible]

سید مرتضیٰ شاہ کو سماع اور موسیقی سے [illegible] اور سماع سے ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی ۔

Marfat.com

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ سید مرتضیٰ شاہ راج محل میں رہتے تھے جو شاہ شجاع[1] کے زمانے میں بنگال کا صدر مقام تھا ، ان کے بعض طریقے جوگیوں کے مماثل تھے ، صاحب کرامات تھے ، توحید خداوندی کے گیت گاتے رہتے تھے ، ان سے بہت سی کرامتیں منسوب کی جاتی ہیں ۔

وفات : سید مرتضیٰ شاہ نے ۱۰۷۳ھ — ۱۶۶۲ء میں جنگی پور اسٹیشن کے موضع سوتی میں وفات پائی ، اور سوتی ہی میں ان کا مزار ہے ، ان کا عرس ہر سال ۱۱ — ۱۲ اور ۱۳ رجب کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے ۔

تصانیف : سید مرتضیٰ شاہ بنگالی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے ، بنگالی کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے ، صاحبِ تصانیف تھے ، ان کی تصانیف میں ایک یوگ قلندر (جوگ قلندر) اور دوسری پداولی مشہور ہیں ۔

یوگ قلندر اگرچہ ۶۰ یا ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے لیکن بنگالی ادب کی اہم خصوصیات کی آئینہ دار ہے ، اس کتاب میں اسلامی تصوف اور ہندوانہ یوگ کے علوم کو نہایت عجیب طریقے پر سمویا گیا ہے ، اور یہ اپنے موضوعات میں دارا شکوہ[2] کی کتاب مجمع البحرین سے مشابہ ہے ،

---

۱ ۔ شاہجہاں کا دوسرا لڑکا شاہ شجاع ۱۰۴۹ھ — ۱۶۳۹ء میں بنگال کا گورنر مقرر ہوا ، تقریباً تیس سال تک بنگال کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں رہی ۔ اس نے ڈھاکے کی بجائے راج محل کو اپنا صوبے کا صدر مقام بنایا ، اور تمام دفاتر راج محل میں منتقل کیے ، اس کے زمانے میں بنگالہ کا خراج ایک کروڑ سات لاکھ روپے وصول ہوتا تھا ۔

۲ ۔ دارا شکوہ ، شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا ، جو اپنی دو بہنوں حور النساء اور جہاں آرا بیگم کے بعد ۲۱ صفر روز شنبہ ۱۰۲۴ھ — ۱۶۶۵ء کو بانو بیگم المخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے اجمیر میں بمقام ساگر تالاب پیدا ہوا ، ابو طالب کلیم نے اس کی تاریخ ولادت اس مصرع سے نکالی :

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۱ پر

Marfat.com

یوگ قلندر عوام میں بے حد مقبول ہوئی ، اس کے اب تک متعدد قلمی نسخے بنگال میں ملے ہیں ، ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی نے حال ہی میں یوگ قلندر کو متعدد نسخے سامنے رکھ کر ایڈٹ کیا ہے ، اس کو ایڈٹ کرتے وقت جو نسخے ان کے پیش نظر رہے ان کی

(صفحہ ۳۷۰ کا بقیہ حاشیہ)

گل اولین گلستان شاہی

۱۰۲۴ھ

اس نے شیخ میرک بن فصیح الدین ہروی اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی ، شعر و سخن سے ذوق رکھتا تھا ، اور شاعری میں قادری تخلص کرتا تھا ، شاہجہان کو اپنی اولاد میں اس سے خاص [illegible] تھا ، اس نے اسے " شاہ بلند اقبال " کا خطاب دے رکھا تھا ، اس کے مراتب و مناصب بھی اپنے دوسرے بھائیوں سے زیادہ تھے ، شاہجہان اسے اپنے پاس ہی دارالخلافہ میں رکھتا تھا ، اس کا علمی مرتبہ بھی بلند تھا ، تصوف سے اس کو خاص دلچسپی ، اور صوفیائے کرام سے غیر معمولی عقیدت تھی ، صاحب تصانیف تھا ، اس کی تصانیف جن کا اس وقت تک پتہ چل سکا ہے حسب ذیل ہیں :

(۱) سفینۃ الاولیاء (۲) سکینۃ الاولیاء (۳) رسالہ حق نما (۴) حسنات العارفین یا شطحیات (۵) مجمع البحرین (۶) سر اکبر (۷) ترجمہ [illegible] (۸) بیاض دارا شکوہ (۹) دیوان دارا شکوہ (۱۰) دیباچہ [illegible] (۱۱) مثنوی (۱۲) نادر النکات (۱۳) رسالہ معارف (۱۴) مکاتیب ۔

دارا شکوہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۱۶۹ھ — ۱۷۵۵ء اپنے بھائی اور [illegible] عالمگیر کے حکم سے قتل کیا گیا ، سیف خاں ، نظر [illegible] بعض دوسرے لوگوں نے اسے قتل کیا اور ہمایوں کے [illegible] تہ خانے میں جس میں شہزادہ دانیال اور شہزادہ [illegible] دفن کیا گیا ، جو لباس قتل کے وقت اس کے جسم پر تھا [illegible] دفن کیا گیا ۔ (ماخوذ از فت نوت مقالات الشعرا [illegible] ۵۰۴ تا ۵۱۰ ۔

Marfat.com

تعداد انھوں نے نو لکھی ہے ، جس میں سے دو نسخے عربی رسم الخط میں ہیں ، یوگ قلندر کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :

سب سے پہلے میں رب الارباب کی خدمت میں سر تعظیم خم
کرتا ہوں اس کے بعد بارگاہ رسول پاک میں ، خدائے رحمٰن و رحیم
قوی و حی القیوم ہے -

اٹھارہ ہزار عالم اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں -

یوگ قلندر میں وہ عالم ناسوت کی کیفیات کو منظوم کرتے ہوئے کہتے ہیں :

تیسرا (آسمان) ناسوت کا مقام ہے
اور عزرائیل فرشتہ یہاں متعین ہے
یہ ایک آگ کا عالم ہے
ایسی آگ جو کبھی بجھتی نہیں

ان کی دوسری تصنیف پداولی ہے ، جس میں پد ہیں ، سید مرتضیٰ شاہ کے ۲۰۶ پد اب تک مختلف رسالوں میں شائع ہوچکے ہیں ۱ -

فارسی شاعری : سید مرتضیٰ شاہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے ، ان کی فارسی کی ایک غزل جو ان کی طرف منسوب کی ہے جاتی ہے ہم یہاں نمونتاً نقل کرتے ہیں :

فارغ از سود و بے غم از ضررم
دو جہاں را بہ نیم جو نہ خرم
از فریب جہاں خبر دارم
تانہ گوئی کہ مرد بے خبرم
قانعم ہم چو شیر در بیشہ
نہ چو سگ بہر جیفہ در بدرم

۱ - سید مرتضیٰ شاہ کے یہ حالات مسلم بنگالی ادب - ص ۲۱۲ تا ۲۱۷ اور خزینۃ الاصفیا سے ماخوذ ہیں -

Marfat.com

سرخ رویم چو لعل رمانی
زر از آں روست زرد در نظرم

گزرآن است مرتضیٰ دنیا
بہتر آنست تیز تر گزرم[1]

۱ - روز کوثر - ص ۶۔۴ بحوالہ جنرل بنگال ایشیاٹک سوسائٹی -

Marfat.com

Marfat.com

صوفی سید محمد دائم

حالات : حضرت صوفی سید محمد دائم بنگال کے مشہور بزرگ حضرت بختیار کاکی سوار کی اولاد میں سے ہیں ، جو تقریباً پانچ سو سال ہوئے چٹگانگ تشریف لائے ۔

بیعت : صوفی محمد دائم نے چٹگانگ میں شاہ امانت اللہ کے دست حق پرست پر نقشبندیہ سلسلے میں بیعت کی جو صوفی شاہ عبدالرحیم شہید کے مرید و خلیفہ تھے ، لیکن وہاں اپنی راہ کو ناہموار پا کر اپنے پیر کی اجازت سے شاہ عبدالرحیم شہید کی خدمت میں ڈھاکہ حاضر ہوئے ۔ شاہ عبدالرحیم نے ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا جاؤ تمہارا حصہ شاہ منعم پاکبازؒ کے پاس پٹنہ میں ہے :

۱ ۔ شاہ منعم بن امان بن عبدالکریم بن عبدالمنعم نقشبندی ، بہاری مشہور مشائخ میں تھے ۔ ان کا اصل وطن مضافات بہار میں قریہ "بلوری" تھا ۔ وہ شعبان ۱۰۸۲ھ - ۱۶۷۱ء میں مونگیر کے نواح قصبہ "کھگان" میں پیدا ہوئے ۔ ابھی وہ بچے ہی تھے کہ ان کے والد نے وفات پائی ۔ پھر ان کی پرورش ان کی والدہ کے دادا نے کی ۔ پھر وہ پٹنہ کے نواح پاٹلہ میں آئے ۔ اور سید خلیل الدین بن جعفر بن مطلبی مدنی سے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ اور دس سال تک آپ کی خدمت میں رہے ۔ پھر دہلی پہنچے ۔ اور وہاں دس سال مقیم رہ کر شیخ علم سے تعلیم حاصل کی ، اور شیخ فرہاد سے طریقت کا درس لیا ۔ اور [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۳-۶ پر)

Marfat.com

شاہ منعم پاکباز کی خدمت میں حاضری : چنانچہ وہ شاہ منعم پاکباز کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حضرت منعم پاکباز سے فیوض روحانی حاصل کرکے ڈھاکہ تشریف لائے۔

ڈھاکہ میں قیام : ڈھاکہ تشریف لانے کے بعد محلہ عظیم پورہ میں اس طرح مقیم ہوئے کہ اپنے دائرے سے کبھی باہر نہ نکلتے تھے، ان کے سجادہ نشینوں نے بھی ان کے بعد ان کی اس روش کی پابندی کی۔

مقبولیت : حضرت صوفی محمد دائم حق اللہ میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دور دور سے طالبان حق آپ کے پاس روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے، منشی رحمن علی طیش نے تواریخ ڈھاکہ میں لکھا ہے :

حضرت صوفی محمد دائم قدس سرہ جن کا مزار شہر (ڈھاکہ) کے پچھمی حصے محلہ اعظم پورہ میں واقع ہے، اور انہیں سے یہ صوفی خانوادہ اعظم پورے میں کا قائم ہوا ہے، بڑے صاحب کمال شخص تھے، ان کے بعد حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ سجادہ نشین اس خانوادے کے ہوئے، یہ بڑے عارف کامل اور صوفی صاحب دل تھے، آنہوں نے بھی امیری کے ساتھ فقیری کی، چانگام، نواکھالی اور کمرلہ کے اکثر اشخاص آپ کے مرید تھے۔

(صفحہ ۳۷۵ کا بقیہ حاشیہ)

طویل عرصے تک شیخ فرہاد کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ مرتبۂ کمال پر فائز ہوئے، شیخ فرہاد کی وفات کے بعد عظیم آباد واپس ہو کر مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی، اور بہت سے علماء و مشائخ آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔

شاہ منعم نے رجب ۱۱۸۵ھ — ۱۷۷۰ء میں عظیم آباد میں وفات پائی اور مسجد میر بدیع الدین عالمگیری کے صحن میں مدفون ہوئے۔

ان کی تصانیف میں ملفوظات منعمی اور ایک رسالہ حقائق و معارف مشہور ہے۔ (نزہۃ الخواطر - جلد ۶ - ص ۳۷۵)

۲ - ماخوذ از رود کوثر - ص ۳۶۶ -

Marfat.com

اُن کے بعد ان کے لڑکے شاہ صوفی ولی اللہ قدس سرہ اس خانوادے کے سجادہ نشین ہوئے، انہوں نے حج کے واسطے مکۂ معظمہ جا کر وہیں انتقال فرمایا۔

اُن کے چچیرے بھائی حضرت صوفی شاہ وجیہہ اللہ قدس سرہ بڑے صاحب کمال و فاضل عدیم المثال تھے، وہ بھی زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے، اور وہیں سب تہی کیا، اس وقت دائرۂ شریف اعظم پورے میں حضرت صوفی شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے لڑکے حضرت شاہ صوفی خلیل اللہ سجادہ نشین ہیں۔

شریعت کی پابندی: صوفی محمد دائم بے حد متبع شریعت تھے، مزامیر کے ساتھ سماع کبھی نہیں سنتے تھے، ان کا ذکر اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے گونجتا رہتا تھا۔

اشاعت علم: اشاعت علم سے صوفی محمد دائم کو [illegible] تھی، آپ کی خانقاہ طالب علموں سے آباد تھی، درس و تدریس کے لئے علماء مقرر تھے، اور طلبہ اور اساتذہ کے کھانے کے لئے [illegible] سے ہوتا تھا۔

وفات: صوفی محمد دائم نے [illegible] میں وصال فرمایا [illegible] بھی [illegible] مرجع خاص و عام ہے۔

۱ - تواریخ دھاکہ [illegible]
۲ - یہ تمام تفصیل [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(٦٤)

قاضی موکل

حالات : قاضی موکل اورنگ زیب کے زمانے میں دہلی کے قاضی القضات تھے ، اُن کے دور ملازمت میں بادشاہ کے ایک سالے نے کوئی جرم کیا ، اس کا مقدمہ قاضی صاحب کی عدالت میں پیش ہوا ، ملکہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُس کے بھائی کا مقدمہ قاضی صاحب کی عدالت میں پیش ہے تو اُس نے ایک سفارشی خط قاضی صاحب کے نام لکھا ، جس میں اُس نے بھائی کے معاملے میں درخواست کی تھی کہ اس کے معاملے کو نرمی سے دیکھا جائے ، اور اس کے ساتھ رعایت برتی جائے ، [illegible] قاضی صاحب نے ملکہ کے خط کی پرواہ نہیں کی ، اور رعایت و مروت کے مقابلے میں عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑا ، اور جرم کی نوعیت کے مطابق اس کو سزا دے دی ، ملکہ کو جب معلوم ہوا تو وہ بہت [illegible] ہوئی ، اور اس نے خفیہ طور پر قاضی صاحب کو دھمکی دی ۔

بنگال میں تشریف آوری : قاضی صاحب نے مطلقاً اس دھمکی کی [illegible] نہیں کی ، اور شاہی ملازمت سے استعفا دے کر ترک وطن [illegible] چاٹگام پہنچے ، اور مرسرہ میں سکونت اختیار کی ، اور وہیں [illegible] آخر عمر تک اعلاء کلمۃ الحق اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے ۔

مزار : قاضی موکل نے مرسرہ ہی میں وفات پائی ، [illegible] بھانہ مرسرہ کے مشرقی جانب ایک بڑے [illegible] ساحل کے قریب واقع ہے ۱ ۔

۱ ۔ ہسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ، ص [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

(٦٥)

شاہ محمدی

حالات : شاہ محمدی ، شاہ نوری کے صاحبزادے تھے ، آپ کے والد نے آپ کا نام محمدی اس لیے رکھا تھا کہ ان کے مرشد شاہ باکو کے بھتیجے اور جانشین کا نام بھی محمدی تھا ۔ شاہ محمدی ابھی بچے ہی تھے کہ آپ کے والد کا سایۂ شفقت آپ کے سر سے اٹھ گیا ، ان کے بعد شاہ محمدی کی تعلیم و تربیت شاہ قمرالدین نے فرمائی ۔

سجادگی : شاہ نوری کی وفات کے بعد ، شاہ محمدی رونق افروز بزم روحانیاں ہوئے ۔ شاہ محمدی علوم ظاہری و باطنی کی دولت سے مالا مال تھے ، فقر و درویشی کے ساتھ دولت دنیوی سے بھی نوازے گئے تھے ، صاحب کرامات تھے ، اور سارا شہر ان کا معتقد تھا ۔

اتباع شریعت : اتباع شریعت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے ، کوئی بے وضو ان کی محفل میں بار نہ پاتا تھا ، صائم الدہر تھے ۔

فیاضی : فیاضی کی یہ کیفیت تھی کہ جو علما و مشائخ آپ کے پاس رہتے تھے ، ان کے قیام کے لیے علیحدہ علیحدہ مکانات بنوائے تھے ، دونوں وقت پُر تکلف کھانے دسترخوانوں میں سجا کر ان کو بھجوائے ، خود فقر کی یہ کیفیت تھی کہ آپ صرف دال روٹی یا ساگ روٹی خشکہ تناول فرماتے تھے ۔

۱ ۔ آسودگان دہلی ۔ ص ۱۲۹ ۔
۲ ۔ تواریخ دہلی ۔ ص ۱۷۶ ۔ ۱۷۷ ۔

Marfat.com

وفات : شاہ مہدی ۱۲۵۱ھ — ۱۸۳۵ء میں رحمت حق سے پیوست ہو گئے ، آپ کا مزار مگ بازار ڈھاکہ میں اسی احاطے میں ہے ، جس میں آپ کے والد کا مزار ہے ۔

مزار کے سرہانے یہ کتبہ نصب ہے :

رحمت بروح پاک او کہ مرقدش
پُر نور با ظہور فتوحات ایز دی ست
پُرسند گر تعینِ سالِ وفات او
گو درگہہ مقدس شاہِ مہدی است [1]

۱۲۵۱ھ

[1] ۔ آسودگان ڈھاکہ ۔ ص ۱۳۰ ۔

Marfat.com

(٦٦)

حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن

حالات : حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن کا شمار بنگال کے قدیم ترین صوفیہ میں ہوتا ہے آپ اپنی حیات میں اسی جگہ رہتے تھے جہاں آج آپ کا مزار پُر انوار واقع ہے۔

افسوس ہے کہ شاہ نعمت اللہ بت شکن کے متعلق ہمیں کوئی تفصیلات نہیں ملتیں ۔ صرف تذکروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا میں بنگال میں اسلامی تبلیغ کے چراغ روشن کیے۔

بت شکن کے سلسلے میں ان کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ ایک بڑی آبادی پانڈو ندی کے کنارے یعنی کھل گاؤں تک تھی ۔ اس آبادی کے ہندو باشندے جب اپنی مورتیاں بوڑھی گنگا میں لے جا کر ڈبوتے تھے تو انہیں حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن کی قیام گاہ کے سامنے سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا ۔ جب کوئی بُت حضرت شاہ نعمت اللہ کے سامنے سے گزرتا تو ان کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا تھا ، اسی لیے آپ ''بت شکن'' کہلائے۔

خدا جانے اس روایت میں صداقت کہاں تک ہے ۔ مگر یہ حقیقت ہے

۱ - غالباً یہ پٹھانوں کے عہد کا تذکرہ ہے ۔ کیونکہ پٹھانوں کا [illegible] جسے ڈھاکہ کہا جاتا تھا وہ مس ندی سے لے کر [illegible] پانڈو ندی تک تھا ۔ مس ندی اصل میں موسمی منڈی کو کہتے تھے ۔ (ماخوذ از آسودگان ڈھاکہ ص ۱۲)

Marfat.com

کہ وہاں ہندو آبادی ضرور تھی ، اور آج بھی وہاں ہندو آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔

مزار : شاہ نعمت اللہ کا مزار پر انوار ڈھاکہ میں "باغ دلکشا" کے متصل علیحدہ احاطے میں دکنی صاحب کی مسجد کے جانب شمال میں ایک بلند چبوترے پر واقع ہے ، مسجد دکنی صاحب اپنے طرز تعمیر کے لحاظ سے پٹھانوں کے عہد کی تعمیر معلوم ہوتی ہے ۔

آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ہی آپ کے دائیں اور بائیں آپ کے دو خلفاء کے مزارات ہیں[1] ۔

۱ ۔ یہ تمام تفصیل آسودگان ڈھاکہ ۔ ص ۳۰ — ۳۱ سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

(٦٧)

شیخ نورالحق والدین

معروف بہ

شیخ نور قطبِ عالم

نام و خاندان : شیخ نور الحق و الدین جو شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور ہیں ، حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی کے بڑے صاحبزادے تھے ، انہوں نے بنگال میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کو غیر معمولی ترقی اور فروغ بخشا ، ریاض السلاطین میں ہے کہ وہ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے ہم جماعت تھے ، اور انہوں نے فارسی

---

۱ - سلطان غیاث الدین بن سکندر شاہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا ، اس نے سب سے پہلے اپنے علاؤ الدین کی آنکھیں نکلوا کر اپنی ماں کے پاس بھیجیں تاکہ ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے ۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ وہ بیمار ہوا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا ، اس نے اپنے تین مصاحبوں کو جن میں سے ایک کا نام دوسرے کو گل اور تیسرے کو لالہ کہتے تھے ، وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد وہ اس کو غسل دیں ، جب حق تعالیٰ نے صحت دی تو اس نے ان تینوں کے مراتب میں اور بھی ترقی دی لیکن اس کے دوسرے ندما ان کو حسد سے غسال کہنے لگے ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۶ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۸۵ کا بقیہ حاشیہ)

روز انبساط کے موقع پر ان تینوں نے بادشاہ سے اس امر کی شکایت کی ، سلطان کے ذہن میں فورا یہ مصرع آیا ۔ ع

ساقی ، حدیث سرو و گل و لالہ میرود

لیکن سلطان غیاث الدین اس پر دوسرا مصرع نہ لگ سکا ، سلطان غیاث الدین نے اپنا یہ مصرع لکھ کر حضرت حافظ شیرازی کو بھجوایا ، حافظ نے برجستہ اس پر یہ دوسرا مصرع لگا کر سلطان کو بھیجا ۔ ع

ایں بحث با ثلاثۂ غسالہ میرود

پھر اس پر ایک پوری غزل اس کو لکھ کر بھیجی ، جس کے دو شعر یہ ہیں :

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دیں
خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود

سلطان غیاث‌الدین نیک سیرت انسان تھا ، اور متبع شریعت تھا ، اس کے عدل و انصاف کے بعض واقعات صاحب ریاض السلاطین نے اپنی کتاب میں دیے ہیں ۔

سلطان غیاث الدین ابتدا ہی سے حضرت نور قطب عالم سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اور آپ کا ہم عصر اور ہم سبق تھا ، دونوں نے شیخ حمید الدین کنج نشیں ناگوری سے تعلیم حاصل کی تھی ، ساری عمر سلطان غیاث الدین شیخ نور قطب عالم کی خدمت کرتا رہا ، ۷۷۵ھ — ۱۲۷۳ء میں راجا کانس (گنیش) زمیندار نے دغا سے اس کو قتل کرایا ، سلطان غیاث الدین کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ تھی ۔

(ماخوذ از ریاض السلاطین ۔ ص ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۸ - ۱۰۹)

Marfat.com

حمید الدین ناگوری، سے تعلیم حاصل کی تھی۔

بیعت و خلافت : شیخ نور قطب عالم نے اپنے والد حضرت شیخ علاء الحق کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

۲ - قاضی حمید الدین کا اصل نام محمد، ان کے والد کا نام عطا اللہ محمود التجاری تھا، مگر یہ مشہور حمید الدین کے نام سے تھے، ان کے والد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں بخارا سے دھلی تشریف لائے، اور یہیں ان کا انتقال ہوا، قاضی حمید الدین ناگور کے عہدۂ قضا پر تین سال تک مامور رہے، اس کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہو کر بغداد پہنچے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت ہو کر ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اسی زمانے میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بغداد میں تھے، ان سے ان کے گہرے مراسم قائم ہو گئے۔ اس کے بعد اپنے شیخ کی اجازت سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ وہاں تین سال قیام کر کے سلطان شمس الدین ایلتمش کے زمانے میں دھلی تشریف لائے، اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ساتھ رہنے لگے، قاضی حمید الدین ناگوری کی بیعت اگرچہ سلسلۂ سہروردیہ میں تھی مگر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے وہ چشتی سمجھے جاتے ہیں۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے انہیں خرقۂ خلافت بھی عطا کیا تھا، اگرچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے انہیں سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی تھی، اور وہ خواجہ صاحب کے استاد بھی تھے۔

سیر العارفین میں ہے کہ حضرت شیخ محمد حمید الدین ناگوری قدس سرہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے، لیکن سماع میں غیر معمولی غور رکھتے تھے۔ [illegible] بعض سہروردی شاذ و نادر ہی سماع سنتے ہیں لیکن ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی صحبت کی وجہ سے سماع سے

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۸۸ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۸۷ کا بقیہ حاشیہ)

غیر معمولی دلچسپی تھی ، اور اس میں وہ استغراق اور غلو رکھتے تھے -

اخبار الاخیار میں ہے کہ قاضی حمید الدین پر سماع اس قدر غالب تھا کہ اس زمانے میں ان کے برابر کوئی غلو نہ رکھتا تھا ، اس دور کے علماء نے آن کے خلاف محضر مرتب کیا تھا - ان کے بعد شیخ نظام الدین محبوب الٰہی نے سماع کے سلسلے کو جاری رکھا ، اور تغلق شاہ کے زمانے میں آن کے خلاف بھی محضر مرتب ہوا ، اور اس محضر میں وہی تمام دلائل پیش کیے گئے جو قاضی حمید الدین ناگوری کے خلاف پیش کیے گئے تھے -

قاضی حمید الدین کی عظمت و جلالت شان کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ آن کے متعلق شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے تھے بلکہ انھوں نے بعض رسائل میں بھی لکھا ہے کہ میرے ہندوستان کے خلفاء میں سب سے بڑے حمیدالدین ہیں -

مولانا قطب الدین کاشانی دھلی آئے تو فرمایا کہ میں حمید الدین کے عشق کی وجہ سے دھلی آیا ہوں ، ایک روز انھوں نے قاضی حمید الدین کے رسائل طلب کیے ، اور ان کا مطالعہ کرتے ہوئے ان دانشمندوں سے فرمایا جو آس وقت آن کے پاس جمع تھے کہ دوستو ! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہم نے اور تم نے پڑھا ہے وہ ان رسائل میں موجود ہے ، اور جو کہ ہم نے اور تم نے پڑھا نہیں اور ان علوم کو پا بھی نہیں سکتے وہ بھی ان میں موجود ہیں -

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرمایا کرتے تھے کہ جو حال و کمال آن کو بارگاہ الٰہی سے ملا ہے وہ ہر شخص کا حصہ نہیں -

بابا فرید گنج شکر کو بھی ان سے غیر معمولی عقیدت تھی ، وہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۸۹ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۸۸ کا بقیہ حاشیہ)

اپنے ملفوظات میں قاضی حمید الدین کے ملفوظات کا بار بار حوالہ دیتے تھے۔

سیر العارفین کے مولف مولانا جمالی نے ان کو علم و وقار کا کوہ، بحر اسرار کا لجہ اور ثانی ابو سفیان ثوری کہا ہے۔

غوثی مانڈوی نے اپنی مشہور کتاب گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ قاضی حمید الدین کو رسمی علوم میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔

صاحب تصانیف تھے، اخبار الاخیار میں ہے کہ:

قاضی حمید الدین را تصانیف بسیار است، بزبان عشق و ولوله سخن میکند۔

سیر العارفین میں ہے کہ:

شیخ حمید الدین مجد را در سلوک و اسرار تصانیف بسیار است

غوثی مانڈوی نے گلزار ابرار میں آپ کے علم و فضل، شاعری اور سخن سنجی کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

سخن دانی و سخنوری میں آپ کو بہت لجھ حاصل تھا، اور آپ کی تصنیفات آپ کی سخن دانی کی گواہ ہیں۔

قاضی حمید الدین صاحب تصانیف کثیرہ تھے، آن کی سب سے مشہور تصنیف "طوالع الشموس" ہے۔ گلزار ابرار میں ہے کہ طوالع الشموس دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے اسمائے حسنیٰ کی شرح کی ہے، صاحب سیر العارفین نے ان کی ایک اور کتاب نوادر کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

قاضی حمید الدین کے مکاتیب کی دل آویزی اور ان کے اسلوب نگارش کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صاحب فوائد الفواد نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی زبانی روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹۰ پر)

Marfat.com

(صفحہ ۳۸۹ کا بقیہ حاشیہ)

کی محفل میں حضرت بابا فرید گنج شکر کے ذوق سماع کا تذکرہ چلا، خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے فرمایا کہ ایک دن حضرت بابا فرید گنج شکر سماع سننا چاہتے تھے لیکن اتفاق سے کوئی قوال موجود نہ تھا، حضرت بابا فریدگنج شکر نے حضرت بدرالدین اسحاق علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ وہ خط جو قاضی حمید الدین نے ہمیں لکھا ہے، لے کر آؤ، حضرت بدر الدین اسحاق وہ تھیلہ اٹھا کر لائے کہ جس میں آپ کے خطوط جمع رہتے تھے، خط نکالنے کے لیے اس میں ہاتھ ڈالا، اتفاق سے جو خط سب سے پہلے ہاتھ آیا وہ قاضی حمید الدین ناگواری کا خط تھا، وہ اس خط کو لے کر حضرت بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت بابا فرید نے آن سے فرمایا کہ یہ خط کھڑے ہو کر پڑھو، انہوں نے کھڑے ہو کر خط پڑھنا شروع کیا، وہ خط یہ تھا:

فقیر حقیر، ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشان است
و از سر و دیدہ خاک قدم ایشاں -

شیخ بدر الدین اسحاق اسی قدر پڑھ پائے تھے کہ حضرت بابا فرید پر ایک وجد و حال کی کیفیت طاری ہوئی، پھر آپ عالم شوق میں اس رباعی کو پڑھنے لگے جو اس خط میں لکھی ہوئی تھی -

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

سیر العارفین میں ہے کہ اس دن چاشت سے لے کر شام تک اس رباعی پر آپ پر وجد و حال کی کیفیت طاری رہی -

قاضی حمید الدین ناگوری نے ۹ رمضان ۶۰۵ھ — ۱۲۰۸ء تراویح کے اور وتر کے بعد سر سجدے میں رکھا اور رحمت حق سے پیوست ہو گئے حالانکہ آپ کو کوئی بیماری نہ تھی - (سیر العارفین - ص ۱۵۵

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹۱ پر)

Marfat.com

ریاضتیں اور مجاہدے : صاحب اخبار الاخیار نے اُن کی ریاضتوں اور مجاہدوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ہندوستان کے مشاہیر اولیاء میں تھے ، صاحبِ عشق و محبت ، اہل ذوق و شوق اور صاحب تصوف و کرامات تھے ، اپنے والد کی خانقاہ کے فقیروں کے کپڑے دھونا اور ان کے لیے پانی گرم کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی ۔ اس کے علاوہ وہ اپنے والد کی خانقاہ کے فقرا کی ہر خدمت بجا لاتے ۔ آٹھ سال تک اُنھوں نے خانقاہ کی لکڑیاں کاٹیں ۔ خانقاہ کے درویشوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اس کی تیمارداری کرتے ۔

ایک دن آپ کے والد حضرت شیخ علاء الحق نے آپ سے فرمایا کہ نور الحق ! دیکھو جس جگہ عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں کی زمین میں پھسلن ہو گئی ہے ، پاؤں پھسلتے ہیں ، اور برتن ٹوٹ جاتے ہیں ، ہم

(صفحہ ۳۹۰ کا بقیہ حاشیہ)

(اردو ترجمہ گلزار ابرار ص ۴۵ - ۴۶)

صاحب گلزار ابرار نے ان کی تاریخ وفات ۲۹ رمضان ۶۴۳ھ — ۱۲۴۵ء لکھی ہے ، صاحب اخبار الاخیار نے ان کا سنہ وفات ۶۰۵ھ — ۱۲۰۸ء لکھا ہے ، صاحب لطائف اشرفی نے ان کا سنہ وفات ۶۴۱ھ — ۱۲۴۳ء اور صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ان کا سنہ وفات ۶۷۸ھ — ۱۲۷۹ء لکھا ہے ، ان کا مزار خواجہ قطب الدین کے پاس ایک بلند چبوترے پر ہے ۔ سیر العارفین اور خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے تمام عمر میں صرف تین بزرگوں کو مرید کیا تھا ، ان میں سے ایک شخص احمد نہروانی تھے ، دوسرے عین الدین قصاب اور تیسرے شیخ حسن رسن تاب تھے ۔

قاضی حمید الدین ناگوری کی وفات کے بعد ان کے صاحب شیخ عبدالعزیز علی مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے ، [illegible] ۶۸۰ھ — ۱۲۸۱ء میں وفات پائی ۔

(ماخوذ از اخبار الاخیار ص ۳۷ - سیر العارفین ص ۱۴۷ تا ۱۵۱ - خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۰۹ تا ۳۱۳)

Marfat.com

انہیں اپنے سر پر رکھ کر پانی نکال دیا کرو ، اس ارشاد کی تعمیل میں چار سال تک حضرت نور قطب عالم نے یہ خدمت انجام دی ، عرس کے زمانے میں بھی آپ پانی بھرتے تھے ۱ -

ملفوظات شیخ حسام الدین مانکپوری میں ہے کہ اس زمانے میں کہ حضرت شیخ نور الدین قطب عالم اپنے والد کی خانقاہ میں لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے ، ان کے بھائی شیخ اعظم خاں نے جو وزیر سلطنت بھی تھے ، ان کو دیکھا کہ وہ اپنے کاندھے پر لکڑیاں لیے چلے آ رہے ہیں ، انہوں نے شیخ نور قطب عالم کو اس حال میں دیکھ کر کہا کہ نور الدین ! تم کب تک خانقاہ کی لکڑیاں اپنے کاندھے پر ڈھوتے رہو گے ، میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہیں دولت و جاہ سے مالا مال کر کے اس تکلیف سے مستغنی کر دوں ، شیخ نور قطب عالم نے ان کو ہنستے ہوئے جواب دیا کہ مجھے اس فانی دولت و حشمت کی کہ جس سے آپ مجھے نوازنا چاہتے ہیں ضرورت نہیں ، مجھے تو خانقاہ کی لکڑیاں ڈھونا آپ کی وزارت عظمیٰ سے زیادہ عزیز ہے ۲ -

راجہ کینس اور اس کے مظالم : حضرت شیخ نور قطب عالم نے بنگال میں اس وقت رشد و ہدایت کی شمع روشن کی جب کہ بنگال نہایت سخت سیاسی بحران سے گزر رہا تھا ، سلطان شمس الدین ایلتمش کی وفات کے بعد راجہ کنس (گنیش) بنگال پر قابض ہو چکا تھا ، اس نے اپنی حکومت کی بنیاد ظلم و سفاکی پر رکھی تھی ، وہ چاہتا تھا کہ عیاذاً باللہ وہ اپنی حکومت کے حدود میں اسلام کو ختم کر دے ، اسی منصوبے کے تحت اس نے بنگال کے مسلمانوں اور اکابر علماء و مشائخ کو شہید کر نا شروع کر دیا -

کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ بدر الاسلام ولد شیخ معین الدین عباس اس ظالم کے سامنے بغیر سلام کے بیٹھ گئے ، راجا کنس نے غضبناک ہو کر ان سے پوچھا کہ تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا ؟ شیخ بدر الاسلام

---

۱ - اخبار الاخیار - ص ۱۵۲
۲ - خزینۃ الاصفیاء - جلد اول - ص ۳۹۲ بحوالہ ملفوظات شیخ حسام الدین مانک پوری -

Marfat.com

نے جواب دیا کہ اہل علم کے لئے کافروں کو سلام کرنا روا نہیں، خصوصاً تو کہ ظالم و سفاک ہے اور مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔ اس جواب پر راجا گنس اور بھی بپھر گیا، اور آپ کو شہید کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ ایک دن وہ ایسے مکان میں جس کا دروازہ تنگ اور چھوٹا تھا بیٹھا ہوا تھا اور اس نے شیخ کو طلب کیا، اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ شیخ جب دروازے میں داخل ہوں گے تو دروازہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے جھک کر داخل ہوں گے۔ اور اس طرح میں ان سے اپنی تعظیم کا مقصد پورا کرا لوں گا۔ لیکن شیخ جب اس دروازے میں داخل ہوئے تو انہوں نے بجائے سر جھکا کر داخل ہونے کے پہلے پاؤں دروازے میں رکھا۔ اور اس طرح دروازے میں داخل ہونے نہ سر جھکنے نہیں پایا۔ یہ دیکھ کر راجا گنس اور بھی آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس نے مشتعل ہو کر حکم دیا کہ ان ہوا کے ساتھیوں میں بٹھایا جائے۔ جنہوں اس نے اپنے ظلم کا نشانہ بنانے کے لئے پہلے انتخاب کیا تھا پھر اس نے شیخ کو شہید کرا دیا۔ اور بقیہ علماء کو جو وہاں موجود تھے ایک کشتی میں بٹھا کر دریا میں غرق کرا دیا۔

یہ دور بنگال میں مسلمانوں اور اسلام کے لئے نہایت کٹھن تھا۔ راجا گنس اور اس کی حکومت کی شقاوت طاقتیں اس فکر میں لگی ہوئی تھیں کہ بنگال سے خدانخواستہ اسلام کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس ماحول نے حضرت شیخ نور قطب عالم کو بے حد متاثر کیا، انہوں نے تہیہ کر لیا کہ علم کے خبیث درخت کو اکھاڑ کر اسلام کو سرسبز کیا جائے۔

سلطان ابراہیم شرقی کے نام حضرت نور قطب عالم کا خط: راجا گنس (گنیش) کے ان مظالم کو دیکھ کر شیخ نور قطب عالم نے سلطان ابراہیم شرقی والی جونپور کو ایک خط تحریر فرمایا، جس کا مضمون یہ تھا۔

گنس نامی ایک کافر نے جس کا نام اس ملک پر مسلط ہے اور ظلم و ستم کی وہ روش اختیار کی ہے کہ اس سے مسلمانوں کو اس نے قتل کرا دیا ہے، اور ان کے بقیہ اہل اسلام کی زندگی

Marfat.com

میں ہے ، بادشاہان اسلام پر مسلمانوں کی حفاظت واجب ہے ؛ میں امید کرتا ہوں کہ آپ یہاں آ کر مسلمانوں کو اس کے ظلم سے نجات دلائیں گے ۔

سلطان ابراھیم شرقی کے مشورے : شیخ نور قطب عالم کا جب یہ خط سلطان ابراھیم شرقی[1] کو ملا تو اس نے نہایت عزت و احترام سے اس کو پڑھا ، اور سید اشرف جہانگیر سمنانی اور قاضی شہاب الدین[2] دولت آبادی سے مشورہ طلب کیا ، سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سلطان ابراھیم شرقی کے جواب میں جو خط لکھا ، اس میں تحریر فرمایا :

---

۱ ۔ سلطان فیروز تغلق کا وزیر خواجہ جہاں جب شہزادوں کے جنگ و جدل دیکھ کر جون پور چلا آیا تو اس نے یہاں ایک آزاد حکومت (سلطنت شرقیہ) کی بنیاد ڈالی ، شاہ ابراھیم شرقی سلطنت شرقیہ کا تیسرا بادشاہ تھا جو اپنے باپ مبارک شاہ کی وفات کے بعد ۸۰۳ھ ـ ۱۴۰۰ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا اس نے ۸۴۴ھ ـ ۱۴۴۰ء میں وفات پائی ، مراۃ الاسرار میں ہے : "

سلطان ابراھیم بادشاہ نیک و درویش دوست و رعیت پرور بود ، و خلائق بعہد او در مہد امن و آسائش قرار گرفت ۔

آس نے اپنی سلطنت میں شریعت اسلامیہ کو رواج دینے کے لیے قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے "فتاوی ابراھیم شاھی" مرتب کرایا تھا ، سلطان ابراھیم نے چالیس سال اور چند ماہ حکومت کی (سیر المتاخرین ۔ ص ۱۳۹ ، ۱۴۴ و بزم صوفیہ ۔ ص ۔ ۴۵۹ ۔

۲ ۔ سلطان ابراھیم شرقی کے حالات کے ضمن میں صاحب تاریخ فرشتہ نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے متعلق لکھا ہے کہ :

و از جملہ فضلائے عصر قاضی شہاب الدین جون پوری است اصل او از غزنین است ، در دولت آباد دکن نشو و نما یافت ، سلطان ابراھیم در تعظیم و توقیر او بسیار میکوشید و در روزھا در مجلس او بر کرسی می نشست ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹۵ پر)

Marfat.com

" اگر آپ کی مدد اور آپ کی فوجوں کی اعلیٰ ہمتی سے یہ متبرک ہستیاں صاحبزدگان اور ان کے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھنے والے خاندان حضرت قطب عالم کے دوسرے افراد اس کافر کے پنجوں سے نجات پا جائیں تو یہ ایک بہترین کارنامہ ہوگا۔

میں جو کہ مجروح فقیر ہوں علائی سلسلے کا، میں آپ کے اس عزم پر جو آپ نے کیا ہے، مبارک باد دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ بنگال کو ان کافروں کے ہاتھ سے نجات دے؛ میں نے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں سورۂ فتح پڑھی ہے اور اس سے انصاف طلب کیا ہے۔ کیونکہ آپ کا اور آپ کے آمرا کا مقصد سرزمین بنگال کو آزاد کرانا ہے، اور اسلام کا علم کو سربلند کرنا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ اپنے مقصد میں بہترین طریقے پر کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ بادشاہ کا یہ فیصلہ اور صحیح فیصلہ حضرت مخدوم (علاءالحق) کے صاحبزادے کی زبان سے

(صفحہ ۳۹۴ کا بقیہ حاشیہ)

اخبارالاخیار میں ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی جن اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے وہ شرح سے بے نیاز ہیں۔ اپنے زمانے میں بہت بڑے عالم اور دانشور تھے لیکن جو شہرت اور مقام اپنے ہمعصروں میں ان کو حاصل تھی وہ ان کے زمانے میں دوسرے کو میسر نہ آ سکی۔ صاحب تصانیف تھے۔ ان کی حواشی کافیہ میں۔ یہ تصنیف ان کی زندگی ہی میں مقبول ہوئی۔ ان کی دوسری تصنیف بلاغت میں مجمع السلطان ہے۔ ان کے علاوہ انہوں نے "بحر مواج" کے نام سے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے بعض رسالے بھی ہیں، مناقب اسلاف کے نام سے انہوں نے اپنے کے فضائل و مناقب پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ [illegible] قاضی شہاب الدین نے ۸۶۱ھ — ۱۴۵۶ء میں وفات پائی اور جون پور میں ہے (اخبارالاخیار - ص ۱۸۰)۔

Marfat.com

مطابق اور آن کے مقصد کی تکمیل کے لیے معاون و مددگار ہے لہذا آپ کو اس بزرگ ہستی کی عقیدت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنی چاہیے ، اور کبھی جان بوجھ کر آن سے ملنے سے گریز نہ کرنا چاہیے اور ان کے مقصد کے حصول کے لیے لڑنے سے روگردانی نہ کرنی چاہیے"[1]

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بھی سلطان ابراہیم شاہ کو اس کے مشورے پر ترغیب دی کہ سلطان کو جلد روانہ ہونا چاہیے کہ اس یورش میں دینی فوائد کے علاوہ بنگال بھی قبضے میں آئے گا ، اور حضرت نور قطب عالم کی بھی زیارت ہوگی -

سلطان ابراہیم کی بنگال کو روانگی : چنانچہ سلطان ابراہیم ایک فوج کے ساتھ بنگال روانہ ہوا ، اور سرائے فیروز پور میں منزل انداز ہوا ، راجا کنس کو جب آس کی آمد کی خبر ہوئی تو بے حد پریشان ہوا ، اور گھبرا کر حضرت نور قطب عالم کے پاس دوڑ کر آیا ، اور نہایت عاجزی و زاری سے معافی کا طالب ہوا ، حضرت نور قطب عالم نے اس سے فرمایا کہ میں ایک کافر ظالم کی سفارش کر کے سلطان کو جہاد سے نہیں روک سکتا - راجہ کنس نے کہا اب آپ جو ارشاد فرمائیں میں اس کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں ، حضرت نور قطب عالم نے اس سے فرمایا جب تک تو اسلام قبول نہیں کرے گا میں تیری سفارش نہیں کر سکتا ، کنس نے کہا اچھا میں اسلام قبول کرتا ہوں ، لیکن اس کی بیوی نے اس کو بہکا دیا -

جدو کا اسلام اور تخت نشینی : آخر وہ اپنے لڑکے کو لے کر ، جس کا نام جدو تھا حضرت نور قطب عالم کے پاس آیا اور کہا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور اب سلطنت چھوڑنے کے لیے تیار ہوں ، آپ اس لڑکے کو مسلمان کیجیے ، اور سلطنت بنگالہ اس کو بخشیے ، حضرت نور قطب عالم نے اپنے کھائے ہوئے پان میں سے کچھ اس لڑکے کے

۱ - بنگال پاسٹ اینڈ پریذنٹ - منقولہ سید حسن عسکری - ص ۳۶ مطبوعہ ۴۸ء و سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال ص ۱۰۹ ، ۱۱۰ -

Marfat.com

منہ میں دیا ، اس کو مشرف بہ اسلام کیا ، اور اس کا نام جلال الدین رکھا ، اور اسے تخت سلطنت پر بٹھایا ، پھر تمام شہر میں منادی کرائی گئی کہ جلال الدین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے ، اس لڑکے کی تخت نشینی کے بعد بنگال میں شریعتِ اسلامیہ کی ترویج ہونے لگی ۔

حضرت نور قطب عالم کی سلطان ابراہیم سے واپسی کی درخواست :
پھر حضرت نور قطب عالم سلطان ابراہیم کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے ، اور معذرت کر کے سلطان سے واپس لوٹ جانے کی درخواست کی ، سلطان ابراہیم کو یہ بات ناگوار گزری ، اور اس نے بغیر کچھ کہے قاضی شہاب الدین کی طرف رخ کر لیا ، قاضی شہاب الدین نے حضرت نور قطب عالم سے عرض کیا کہ حضرت ! سلطان نے آپ کے ارشاد پر یہاں تک آنے کی زحمت گوارا کی ، اور اب آپ اس ظالم راجا کی حمایت اور جانبداری کر کے اس کی وکالت فرما رہے ہیں ، آپ خود ہی فرمائیے کہ اس کے متعلق کیا خیال قائم کیا جا سکتا ہے ، حضرت نور قطب عالم نے فرمایا کہ بے شک جب میں نے سلطان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی ، اس وقت یہاں ایک ظالم راجا مسلط تھا ، اور اب سلطان کے تشریف لانے کی وجہ سے یہاں کا راجا مشرف باسلام ہو گیا ہے ، جہاد تو صرف کافروں سے کیا جا سکتا ہے نہ کہ اہل اسلام سے ۔ یہ سن کر قاضی شہاب الدین لاجواب ہو گئے ۔

سلطان ابراہیم کی برہمی : لیکن سلطان ابراہیم کا مزاج برہم ہو چکا تھا ، سلطان کے پاسِ خاطر کے لیے قاضی شہاب الدین نے [illegible] سے علمی سوالات حضرت نور قطب عالم سے کیے ، آپ نے ان سب کے جواب دے کر قاضی صاحب کو شرمندہ اور مطمئن کر دیا ۔

حضرت نور قطب عالم کا ارشاد اور سلطان ابراہیم کی واپسی :
میں حضرت نور قطب عالم نے فرمایا کہ درویشوں کو [illegible] سے دیکھنا اور طالبِ امتحان ہونا اس کا نتیجہ [illegible] کے کچھ نہیں ، اور سلطان پر غضبناک نگاہ ڈالی ، [illegible] کر جون پور لوٹ گیا ، کہتے ہیں کہ اس کے کچھ دن [illegible]

Marfat.com

ابراھیم اور قاضی شہاب الدین نے وفات پائی -

با دل شدگاں ھر کہ در افتاد بر افتاد

راجا کنس کی عہد شکنی : جب راجا کنس نے سنا کہ سلطان ابراھیم کی وفات ھوگئی تو وہ اپنے بیٹے سلطان جلال الدین کو معزول کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا ، اور اپنے مذھبی عقیدے کے مطابق اس نے چند گائیں سونے کی بنوائیں ، جدو کو ان گایوں کے اندر سے گزارا اور اس سونے کو برھمنوں میں تقسیم کر کے اپنے لڑکے جلال الدین کو اپنے مذھب کی تلقین کی ، لیکن اس کا لڑکا اسلام پر ثابت قدم رھا ، راجا کنس نے پھر مسلمانوں پر مظالم شروع کر دیے -

شیخ نور قطب عالم کے صاحبزادے کی اپنے والد سے گذارش : جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو ایک دن حضرت نور قطب عالم کے صاحبزادے شیخ انور نے آپ سے عرض کیا کہ عجیب بات ھے کہ آپ جیسے قطبِ وقت کے ھوتے ھوئے بھی مسلمان اس کافر کے ھاتھ سے آزار پا رھے ھیں -

شیخ نور قطب عالم کا صاحبزادے کو جواب : حضرت نور قطب عالم اس وقت عبادت اور یاد الٰہی میں مصروف تھے ، صاحبزادے کی یہ بات سن کر آپ کو غصہ آیا . اور غضبناک ھو کر فرمایا کہ یہ ظلم اس وقت تک ختم نہیں ھوگا جب تک کہ تیرا خون زمین پر نہ بہے گا ، شیخ انور سمجھ گئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ھے وہ یقیناً پورا ھو کر رھے گا ، تھوڑے سے توقف کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ھے بے شک وہ صحیح ھے ، لیکن میرے بھائی کے حق میں کیا حکم ھوتا ھے ، فرمایا اس کی نیک نامی کا ڈنکا قیامت تک بجے گا -

راجا کنس کے شیخ انور پر مظالم : اس کے بعد راجا کنس نے حضرت شیخ نور قطب عالم کے خدام اور لواحقین پر مظالم شروع کر دیے ، اور ان کا سامان و اثاثہ لوٹ لیا اور شیخ انور اور شیخ زاھد کو قید کر لیا ، پھر انہیں سنار گاؤں بھجوا دیا ، اور اپنے ملازموں کو تاکید کی کہ ان کے باپ دادا کا جو سونا مدفون ھے وہ ان سے معلوم کرنے کے

Marfat.com

بعد ان کو قتل کر دیا جائے ، سنارگاؤں پہنچنے کے بعد ان دونوں پر سونے کے دفن ہونے کا مقام دریافت کرنے کے لیے نہایت سختیاں کی گئیں، در آں حالیکہ جب سونا کہیں دفن تھا ہی نہیں تو یہ دونوں اس کا نشان کہاں بتا سکتے تھے ، آنھوں نے پہلے شیخ انور کو شہید کیا ، پھر جب وہ شیخ زاھد کے قتل کا ارادہ کرنے لگے تو انھوں نے ان ظالموں سے فرمایا کہ فلاں موضع میں ایک بڑی دیگ مدفون ہے چنانچہ یہ لوگ ان کو لے کر اس موضع میں پہنچے ، اور جہاں انھوں نے نشان دھی کی تھی وہ جگہ کھودی گئی ، وھاں سے ایک دیگ برآمد ہوئی ، لیکن اس میں ایک اشرفی کے سوا کچھ نہ تھا ، ان لوگوں نے جو گرفتار کر کے آپ کو لائے تھے پوچھا کہ باقی سونا کیا ہوا ، شیخ زاھد نے جواب دیا کہ کسی نے چرا لیا ہوگا ۔

راجا کنس کا انجام : کہتے ہیں کہ جس دن شیخ انور کو سنارگاؤں میں شہید کیا گیا اسی دن راجا کنس مر گیا ۔

بعضوں کا بیان ہے کہ اس کے لڑکے جلال الدین نے جو اس وقت قید خانے میں تھا ، قید خانے کے خدمتگاروں کو ملا کر اپنے باپ کو قتل کرا دیا ، ۔

خشیت الٰہی : حضرت نور قطب عالم حسن اخلاق ، انکسار وغیرہ کا ایک پیکر مجسم تھے ۔ آپ کے آئینۂ اخلاق میں خشیت الٰہی کے جو عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں ۔

شیخ حسام الدین مانکپوری کا بیان ہے کہ ایک روز آپ [illegible] نکلے اور پالکی میں سوار ہوئے ، بار بار یہ مصرع آپ کی زبان پر تھا :

همه شب بزاری شد

اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ، یہاں تک کہ ایک [illegible] ملتان پر تشریف لے گئے ، بڑھیا نے کچھ دنیوی مسائل [illegible] وھاں سے لوٹے تب بھی آنکھوں سے اسی طرح رواں تھا [illegible]

۱ - یہ تمام تفصیل ریاض السلاطین ص [illegible] سے ماخوذ ہے ۔

Marfat.com

جاتے تھے کہ شاید اس بڑھیا کے طفیل خدائے تعالیٰ مجھے بھی بخش دے ۱ -

ایک روز آپ سوار ہوکر جا رہے تھے ، بے شمار خلقت آپ کی زیارت کے لیے کھڑی ہوئی تھی ، کوئی ہاتھ چومتا تھا ، کوئی پیر ، مگر آپ کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں جاری تھیں ، اور روتے روتے بے ہوش ہوئے جاتے تھے . شیخ حسام الدین نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا آج خدائے تعالیٰ نے اتنے لوگوں کو ہمارا مسخر بنا دیا ہے کہ کوئی مصافحہ کرتا ہے کوئی ہاتھ چومتا ہے اور کوئی پیر ، لیکن قیامت کے دن خدا جانے ہمارا کیا حال ہوگا ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا سر انھیں لوگوں کے آگے پامال نہ کرایا جائے ۲ -

انکسار : بے حد منکسر المزاج تھے ، ایک دفعہ ایک شخص خانۂ کعبہ سے آیا ، اور آپ سے کہنے لگا کہ مخدوم میری اور آپ کی ملاقات باب السلام میں ہوئی تھی ، فرمایا میں تو کبھی گھر سے باہر نہیں نکلا . لوگ ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں - ممکن ہے کہ تمھیں مغالطہ ہوا ہو ، اس نے کہا کہ نہیں مخدوم ! میں نے آپ ہی کو دیکھا تھا . آپ نے اسے کچھ دے کر رخصت کر دیا ۳ -

شیخ حسام الدین مانک پوری کا بیان ہے کہ میرے شیخ سوائے سردی کے موسم کے گدڑی نہ پہنتے تھے اور نہ سجادے پر بیٹھتے تھے ، اور فرمایا کرتے تھے کہ سجادے پر بیٹھنے کا حق اسے ہے جو اس پر بیٹھ کر دنیا ہائیں نہ دیکھے ۴ -

حلم : طبیعت میں بے حد حلم تھا ، آپ لوگوں کی سخت سے سخت باتوں کو برداشت کرتے ، اور زبان سے اف نہ کرتے -

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس سوالی بن کر آیا ، اور اپنے

۱ - اخبار الاخیار - ص ۱۵۲
۲ - ایضاً - ص ۱۵۳
۳ - ایضاً - ص ۱۵۵
۴ - ایضاً - ص ۱۵۳ -

Marfat.com

سوال کو اس نے گالیوں سے شروع کیا ، شیخ اس کی تمام باتیں سنتے رہے ، اور ذرا بھی پیشانی پر شکن نہ آئی ، آخر آپ اسے اپنے جماعت خانے میں لے کر آئے ، اس نے کہا کہ اس زمین پر بیٹھنا حرام ہے ، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس کے لیے کھانا لاؤ ، اس بدبخت نے کہا کہ یہ سؤر کا گوشت میں نہیں کھاتا ، پھر آپ نے فرمایا اس کے لیے کچھ ٹنکے لاؤ ، جیسے ہی ٹنکے لائے گئے وہ اس نے لے لیے اور چلا گیا ، پھر آپ نے ان لوگوں سے جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا دوستو! تم نے دیکھا کہ اس درویش نے کس قدر شوریدگی دکھائی ۔

ملفوظات : شیخ نور قطب عالم کے ملفوظات و ارشادات بلند و موعظمت ، اسرار و معارف ، سلوک و تصوف کے گوہر گرانمایہ ہیں ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی[2] نے اخبارالاخیار میں آپ کے [illegible]

۱ ۔ اخبارالاخیار ۔ ص ۱۵۳ ۔

۲ ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بزرگ آغا محمد ترک [illegible] عیسوی میں جب مغلوں نے وسط ایشیا میں قتل و خون [illegible] برپا کیا ، اپنے وطن سے بددل ہو کر سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں ہندوستان آئے ، سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ ۔ ۱۳۱۶ء) نے ان کو فوجی عہدے پر مامور کر کے گجرات کی مہم [illegible] کیا ، آغا محمد ترک نے ۷۳۹ھ ۔ ۱۳۳۸ء کو سلطان محمد تغلق کے [illegible] میں وفات پائی ۔

شیخ عبدالحق کے دادا شیخ سعداللہ تھے ، جو [illegible] زاہد بزرگ تھے ، شیخ سعداللہ نے علم ظاہری کے حصول کے [illegible] شیخ محمد منکن کے دست حق پر بیعت کی ، شیخ [illegible] صاحبزادے تھے ، ایک شیخ رزق اللہ مشتاقی ، دوسرے [illegible] شیخ سیف الدین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد [illegible] محدث کی والدہ ماجدہ مولانا زین الدین معروف [illegible] صاحبزادی تھیں ۔

Marfat.com

(صفحہ ۳۰۱ کا بقیہ حاشیہ)

شیخ عبد الحق محدث دھلوی ماہ محرم ۹۵۸ھ — ۱۵۵۱ء میں دھلی میں پیدا ہوئے ، آس وقت اسلام شاہ کا دور حکومت تھا ، آنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد شیخ سیف الدین سے حاصل کی ، اٹھارہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مکمل کی ، تکمیل علم کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے ، ۹۹۶ھ — ۱۵۸۷ء میں آپ عازم حجاز ہوئے ، آس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال کی تھی ، ۹۹۹ھ — ۱۵۹۰ء تک آپ کا قیام حجاز میں رہا . وہاں آپ کا تمام وقت شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں گزرا ، جنھوں نے آپ کو علم کی تکمیل کرائی ، اور عرفان و تصوف کی راھوں سے آشنا کیا ، ۱۰۰۰ھ — ۱۵۹۱ء میں آپ ہندوستان واپس تشریف لائے ، اور دھلی میں مسند درس و ارشاد بچھائی ، اور آخر وقت تک اپنے مدرسے میں درس و تدریس میں مشغول رہے -

شیخ عبد الحق محدث دھلوؒی نے ابتداً اپنے والد ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کی ، پھر اپنے والد کے ارشاد پر قادریہ سلسلے میں حضرت سید موسیٰ گیلانی سے بیعت ہوئے ، آنھوں نے آپ کو سلسلۂ چشتیہ قادریہ شاذلیہ اور مدنیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا ، آپ نے خواجہ باقی باللہ سے بھی مراقبہ . حضور اور یاد داشت کی تعلیم حاصل کی تھی ، ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ء — ۱۶۴۲ء کو چورانوے سال کی عمر میں آپ دھلی میں واصل الی اللہ ہوئے ، آپ کی قبر قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارے ہے ، آپ کی وفات کی تاریخ "فخر العلماء" سے نکلتی ہے -

آپ کی تصانیف میں لمعات شرح مشکواۃ (عربی) اشعۃ اللمعات شرح مشکواۃ (فارسی) شرح سفر السعادت ، شرح فتوح الغیب ، مدارج النبوۃ ، شرح اسماءالرجال بخاری ، اخبار الاخیار ، جذب القلوب ، زبدۃ الاثار ، جامع البرکات ، مرج البحرین ، زاد المتقین ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۳ پر)

Marfat.com

ملفوظات اور ارشادات درج کئے ہیں جنھیں ہم یہاں تبرکاً نقل کرتے ہیں :

فرمایا کرتے کہ پہلے مشائخ نے اسمائے الٰہی کے اعداد کے مطابق سلوک کی ۹۹ منزلیں قرار دی ہیں جس پر سلوک منتہی ہوتا ہے ، پھر ہمارے پیروں نے سلوک کی پندرہ منزلیں قرار دیں اور اس فقیر نے سلوک کی تین منزلیں قرار دی ہیں ، پہلی منزل یہ ہے کہ حاسبوا قبل آن تحاسبوا ، دوسری منزل یہ ہے کہ من استوی یوماً فھو مغبون ، تیسری منزل یہ ہے کہ عبادۃ الفقیر نفی الخواطر ، ان تینوں منزلوں پر عمل کرنے سے انشاءاللہ سالک کا کام پورا ہو جائے گا ۔

شیخ حسام الدین مانکپوری جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سخاوت میں سورج کی طرح ہونا ، عاجزی میں پانی کی طرح ، تحمل میں زمین کی طرح اور خلق کے مظالم کو برداشت کرنا ۔

فرمایا کہ ریاضت کی انتہا یہ ہے کہ سالک جب بھی دل کی طرف توجہ کرے اسے یاد الٰہی میں مشغول پائے ، خواہ وہ نیند میں ہو یا بیداری میں ، جس طرح کے بچہ جب کسی چیز کو طلب کرتے ہوئے سوتا ہے ، جاگنے پر بھی وہی مانگتا ہے ۔

شیخ حسام الدین نے ایک روز پوچھا کہ اس میں کیا اسرار ہے کہ مشائخ نماز فرض کے سلام کے بعد مصافحہ کرتے ہیں ؟ فرمایا سنت یہ ہے کہ جب مسافر سفر سے لوٹتا ہے تو اپنے دوستوں کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے ، جب درویش نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اس میں مستغرق ہو جاتا ہے ، اور اپنے سے باہر ہو جاتا ہے ، اس کو سفر باطن حاصل

(صفحہ ۴۰۲ کا بقیہ حاشیہ)

فتح المنان فی مناقب النعمان ، ما ثبت بالسند ، حلیہ سید ... چہل رسالہ مشہور ہیں ۔

(ماخوذ از حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، تالیف پروفیسر خلیق احمد نظامی و ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند ۔ ص ۲۰۶ تا ۲۰۷ ۔)

Marfat.com

ہوتا ہے ، جب وہ سلام پھیرتا ہے تو وہ اپنے میں لوٹتا ہے ، اس لیے مصافحہ کرتا ہے[1] -

مکاتیب : شیخ نور قطب عالم کے مکاتیب دل آویزی ، شیرینی اور سوز و گداز کا ایک شاہکار ہیں ، صاحب اخبار الاخیار نے آپ کا ایک مکتوب نقل فرمایا ہے ، اس مکتوب کا ایک ٹکڑا ہم یہاں نمونتاً نقل کرتے ہیں ، جس سے آپ کی انشائی خوبیاں سامنے آتی ہیں -

نور بجانب خیم

بیچارہ حزین نور مسکین عمر بباد دادہ و بوئے مقصود نیافتہ و در تبہ حیرت و میدان حسرت چو گوے سرگردان شدہ -

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نداد بوے
ندمید صبح بختم چہ گنہ نہم صبا را

عمر از شصت گذشتہ و تیر از شست جستہ و از شر نفس امارہ یک ساعت نرستہ جز باد بر دست و آتش در جگر ، و آب در دیدہ و خاک بر سر نہ بیوستہ ، جز ندامت و خجالت دست آویزے جز نہ ، و جز درد و آہ پائے گریزے - ع

درد را باش اے برادر ! درد را

بیت :

خاک مردان دیں بہ پر درد باید
محنت فرق شاں پر گرد باید

ہر چند دست با زدیم بمقصود نرسیدیم :

گفتم مگر کہ کار بساماں شود ، نشد
بار از جفائے خویش پشیماں شود نشد
گفتم مگر زمانہ عنایت کند ، نکرد
بخت ستیزہ کار بفرماں شود ، نشد[2]

---

۱ - اخبار الاخیار - ص ۱۵۳
۲ - ایضاً - ص ۱۵۳ - ۱۵۴

اس کے علاوہ آپ کے مکاتیب حکمت و موعظمت ، فصاحت و بلاغت اور رموز تصوف کے آئینہ دار ہیں ، بعض مکاتیب میں ہے کہ :

قرار درویش در بے قراری و عبادت درویش از غیر حق بیزاری مشغولی بغیر حق گرفتاری ، طاعت بے استغراق باطن بیکاری و ظاهر آستین بدکاری ، خون جگر خوردن بزرگواری ، و چشم از غیر دوختن برخورداری عوام در طہارت ظاهر کوشند و خواص در طہارت باطن از حق تعالیٰ ندا آید و عتاب شود عبدی طہرت منظر الخلائق سنین هل طہرت منظری ساعة فیہا افنیت عمرک ، طہارت ظاهری بخروج حدوث بشکند و طہارت باطن بیاد محدث بشکند ، مشائخ گفته اند هر کرا اندیشۂ دنیا در دل آید غسل جنابت طریقش پیش آید ، دل بچیزے مدہ و مہر کس بر دل منہ کہ رقعہ بے وفاو بر نامۂ هر مخلوق کشیدہ اند ۔

تصانیف : ان مکاتیب کے علاوہ آپ کی ایک اور تصنیف ''انیس الغربا'' کا بھی پتہ چلتا ہے ، جو تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے ۔

اردو پر احسان : ان کے کلام میں ہمیں بعض نشانات اردو کے بھی ملتے ہیں ، ان سے جہاں بنگال میں ابتدائی اردو کی نشو و نما کا پتہ چلتا ہے ، وہیں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ یہ صوفیائے کرام اردو کے ان محسنین میں ہیں کہ جن کے گہوارے میں اردو پلی اور بڑھی ہے ، وفا راشدی نے اپنی کتاب بنگال میں اردو میں جن کا یہ مصرعہ نقل کیا ہے :

پیوند پوچھے پاتری مجھ سہاگن ماؤں[2]

وفات : حضرت شیخ نور قطب عالم کے سنہ وفات میں بڑا اختلاف ہے ، سلطان نصیرالدین محمود (۱۴۳۳ء تا ۱۴۶۰ء) کے زمانے

---

۱ - اخبارالاخیار - ص ۱۵۴

۲ - بنگال میں اردو - ص بحوالہ نظم اردو - حاشیہ نمبر ۲۴ - تالیف وفا راشدی -

ایک کتبے کے مطابق آن کی وفات ۸۰۸ھ — ۱۴۰۵ء میں ہوئی ، اخبارالاخیار کے اندراج کے مطابق ۸۱۳ھ — ۱۴۱۰ء میں آپ نے وفات پائی ، آئین اکبری کی رو سے آپ کا سنہ وفات ۸۰۸ھ — ۱۴۰۵ء ہے ، خزینۃ الاصفیاء میں بحوالۂ سیر الاقطاب آپ کا سن وفات ۸۵۱ھ — ۱۴۴۷ء ملتا ہے ، لیکن مراۃ الاسرار اور ایک اور کتاب جو آپ کی خانقاہ کے خادم کے پاس ہے اس میں آپ کا سنہ وفات ۸۱۸ھ — ۱۴۱۵ء درج ہے جو سب سے زیادہ صحیح ہے ، اور اسی کو مستند قرار دیا گیا ہے ۔

سلطان نصیرالدین محمود شاہ اول کے زمانے کے کتبے کی عبارت کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

ہمارے بزرگ مولیٰ ، اماموں کے آستاد ، عبادت و ریاضت کا ماحصل ، ایمان کے آفتاب ، اسلام کے مظہر اور مسلمانوں کا سہارا جنھوں نے غریب اور بے کسوں پر یکساں اظہار کرم کیا ، صوفیہ کے لیے مشعل راہ ، نفس کو صحیح راستے پر چلانے والے اس بے ثبات دنیا سے ابدالاباد محل میں چلے گئے ، ۲۸ ذوالحجہ روز یک شنبہ ۸۶۳ھ—۱۴۵۹ء میں ، دور حکومت میں سلطان السلاطین محافظ ممالک اسلامیہ ناصرالدنیا والدین ابوالمظفر محمود شاہ بادشاہ کے ۔

عہد حاضر کے مشہور مورخ عابدعلی خاں کا خیال ہے کہ یہ کتبہ شیخ زاھد کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نور قطب عالم کے پوتے اور خلیفہ ہیں ، لیکن یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس قسم کی عبارت بنسبت شیخ زاھد کے شیخ نور قطب عالم کے لیے زیادہ موزوں ہے ، کیونکہ شیخ زاھد اس قدر مشہور نہ تھے اور پھر بقول عابد علی خاں شیخ زاھد کا انتقال ۸۶۰ھ ۱۴۵۵ء میں ہوا[1] ۔

مزار مبارک : حضرت شیخ نور قطب عالم کا مزار "پرانوار پنڈوہ میں ہے ، شیام پرشاد منشی نے اپنے رسالے احوال گوڑ و پنڈوہ میں جو

---

۱ ۔ سنہ وفات کے متعلق سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال تالیف عبدالکریم صاحب لیکچرار ڈھاکہ یونی ورسٹی ۔ ص ۱۰۵ تا ۱۰۹ سے ماخوذ ہے ۔

تفصیلات آپ کے مزار مبارک کے متعلق دی ہیں - ہم انہیں ذیل میں درج کرتے ہیں :

احاطۂ کرامت و جلال حضرت شیخ نور قطب العالم نوراللہ مرقدہ قصبہ پنڈوہ میں حضرت جلال تبریزی کے مزار کے متصل واقع ہے ، جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے آستاد تھے ، اس احاطے کا رقبہ تقریباً پانچ چھ بیگھہ ہے ، اس احاطے میں آپ کا مزار ، مکانات ، مسجد ، چلہ خانہ ، مقابر اور لنگر خانہ ہے ، اس درگاہ کے دائرے کےمتصل ایک مسجد سوناں ، ہے جس کا عرض و طول تقریباً ایک بیگھہ ہوگا ، اس احاطے میں دو بڑے نقارے یعنی دمامے جو سلاطین اور ملوک کے دروازوں پر ہوتے ہیں ، آپ کی شادی کے وقت سے اس احاطے میں آسی طرح رکھے ہوئے ہیں ، اصل مزار صحن مسجد نماز خانہ میں واقع ہے ، ہر سال ماہ شعبان کی چاند رات سے چودہ شعبان تک آپ کی درگاہ پر زیارت اور حصول ثواب کے لیے فقرا ، صلحا ، سادات ، مشائخ ، اہل اللہ اور حاجت مندوں ، مریدوں ، اور عوام الناس کا بڑا اجتماع ہوتا ہے ، اطراف و جوانب کے لوگ دور دور سے آستاں بوسی کی سعادت اور یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں ، بہت سے مریدین و معتقدین اپنے ساتھ زر و جنس اور نقد نذر و نیاز کے لیے اپنے ساتھ لاتے ہیں ، اسی سے درگاہ کے جاروب کشوں اور خادموں کا گزر چلتا ہے ، اس کے علاوہ لنگر خانے ، فقرا اور درویشوں اور وارد و صادر کے لیے بقدر مداخل چھ ہزار روپے قدیم زمانے سے بطور نیاز درگاہ کےمقرر ہیں -

حضرت نور قطب العالم کے مزار کےدروازے کے باہر ایک بڑی سنگی قبر جس کی تعمیر سنگ سیاہ سے ہے ، موجود ہے ، اس کا کتبہ بخشہ یہ ہے :

اللہ اکبر قبر طفل نوح عنایت اللہ معصوم بن طاہر بخشہ ہے -

---

۱ - پنڈوہ میں سونا مسجد نامی دو مسجدوں کا تذکرہ ہمیں تاریخ میں ملتا ہے -

عبادالله بن حسین ابن سلطان علی سبزواری نور مرقده غره رمضان ۱۰۱۷ الله لاالـه الا هـو الحی القیوم لا تـا خذه سنـة ولا نوم لـه مـا فی السموات ومـا فی الارض من ذالـذی یشفـع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم و ما خلفهم ولا یحیطون بشیٔ من علمـه الا بما شاء وسع کرسیه السموات والارض و لا یوده حفظهما و هو العلی العظیم ۔

آپ کے آستانے کے نیچے ایک ستون پتھر کا ہے ، جسے ایک شخص مراد خاں نامی نے جو آپ کی درگاہ کے معتقدوں میں تھا ، درگاہ کے لیے نذر کے طور پر بھیجا تھا (اس پر جو کتبہ ہے) اس کا مضمون یہ ہے کہ یہ آستانۂ حضرت برہان الحق شیخ نور قطب العالم کے لیے بطور نذر کے بھیجا گیا ۔ بتاریخ ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ۔

اور نماز خانہ کی دیوار میں جو کتبہ بخط طغرا نصب ہے ، اس کا جو حصہ پڑھا گیا وہ یہ ہے :

قـال النبی صلی الله علیه و سلم لا اله الا الله من بنیٰ مسجد الله بنی الله قصرالله فی الجنة ۔ بنی هذ المسجد السلطان العادل الباذل شمس الدنیا والدین ابوالمظفر شاه یوسف السلطان بن باربک (ابن) السلطان شاه محمود السلطان خلد الله ملکه و سلطانه و تعالیٰ الله امره و شانه فی المجلس الدین هو اعلی المجالس کان ذالک انباب

۱ ۔ یوسف شاہ بن باربک شاہ اپنے باپ باربک شاہ کی وفات کے بعد ۱۴۷۲ء میں بنگال کے تخت سلطنت پر بیٹھا ۔ وہ نہایت حلیم اور سلیم الطبع تھا ، اس کی مدت حکومت (۸۶۶ھ — ۱۴۷۲ء تا ۸۷۱ھ — ۱۴۷۷ء) چھ سال تھی ، اس کی بنائی ہوئی عمارتوں میں سونا مسجد پنڈوہ میں ، نماز خانۂ نور قطب العالم اور مسجد مہاجن ٹولہ احاطۂ شہر گوڑ میں موجود ہیں (احوال گوڑ و پنڈوہ ۔ تصنیف شیام پرشاد منشی ۔ ص ۳۸ مشمولہ کتاب مسلم ارٹی ٹیکچر ان بنگال ۔ تالیف پروفیسر احمد حسین دانی ۔

فی التاریخ یوم الجمعة اربعة و عشرین رجب سنه ثمانین و ثمان ماية (۸۸۰) من هجرة النبی صلی الله علیه و سلم ۱ -

بنگال کا ایک دوسرا بادشاہ سلطان علاءالدین حسین شاہ۲ آپ سے اس درجہ عقیدت رکھتا تھا کہ وہ ہر سال اپنے پایۂ تخت اکڈالہ سے پنڈوہ آپ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے آتا تھا ، اس نے کچھ گاؤں بہی شیخ نور قطب عالم کی درگاہ کے لیے وقف کیے تھے -

شاہ شجاع نے جو شاھجہاں کا لڑکا تھا شیخ کبیر کو جو غالباً اس

---

۱ - یہ تمام تفیصل رسالہ احوال گوڑ و پنڈوہ - تصنیف شیام برشاد منشی - ص ۲۸ تا ۳۰ مشمولہ کتاب مسلم آرٹی ٹیکچر ان بنگال - تالیف پروفیسر دانی سے ماخوذ ہے -

۲ - مظفر شاہ کے قتل ہونے کے بعد امرائے سلطنت نے سید شریف مکی سے کہا کہ اگر ہم تجھ کو بادشاہ بنا دیں تو تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا ، اس نے جواب دیا جو تم چاہو گے وہ میں کروں گا ، فوری طور پر تو میرا یہ عمل ہوگا کہ جو کچھ زمین پر ہے وہ تمہارے لیے چھوڑوں گا ، اور جو کچھ زیر زمین ہے اسے اپنے قبضے میں لاؤں گا ، عوام نے مال کی طمع میں اسے قبول کر لیا ، اور سید شریف مکی بنگال کے تخت شاہی پر علاءالدین کے خطاب سے بیٹھا ، لیکن تمام مملکت بنگالہ اور نواحی گوڑ میں اس کا نام حسین شاہ مشہور ہے ، صاحب ریاض السلاطین کا بیان ہے کہ اس کا نام حسین شاہ کہیں نہیں ملتا ، لیکن خرابۂ گوڑ میں آج بھی اس کے بڑے دروازے کے پتھر پر اور سونہ مسجد اور بعض دوسرے مزارات پر کہ سلطان حسین شاہ اور اس کے لڑکے نصرت شاہ اور اس کے دوسرے لڑکے محمود شاہ کے بنوائے ہوئے ہیں ، کہ ابو علاءالدین ابوالمظفر شاہ حسین سلطان بن سید اشرف حسینی لکھا ہوا ہے ، اور یہ شاہ و سلاطین مکی کی حکومت کے لقبوں سے ملقب تھے ، جس سے خیال ہوتا ہے کہ سید شریف مکی کے والد کا نام سید اشرف حسینی مع لقب مکہ تھا ، لہذا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۰ پر)

(صفحہ ۳۰۹ کا بقیہ حاشیہ)

وہ بھی شریف مکی کے نام سے مشہور ہوگیا ، اور بعض رسالوں میں یہ بھی نظر سے گزرا ہے کہ حسین شاہ اور اس کا بھائی یوسف اپنے باپ سید اشرف حسینی کے ساتھ جو ترمذ کے باشندے تھے بنگال وارد ہوئے ، اور ضلع راجہ موضع چاندپور میں سکونت اختیار کی ، دونوں بھائیوں نے وہاں کے قاضی سے تحصیل علم کی ان دونوں بھائیوں کی شرافت دیکھ کر قاضی نے اپنی بیٹی حسین شاہ سے بیاہ دی ، حسین شاہ نے بادشاہ مظفر شاہ کی ملازمت اختیار کی ، یہاں تک کہ وزارت کے عہدے پر فائز ہوا ، اور پھر شہر گوڑ میں تخت نشین ہوا ۔

حسین شاہ ہی کے زمانے میں لوگوں نے گوڑ کو تاخت و تاراج کیا ، پہلے تو اس نے لوگوں اس امر سے باز رکھنے کی کوشش کی ، لیکن جب وہ نہ مانے تو اس نے بارہ ہزار لوٹ مار مچانے والوں کو تہ تیغ کرا دیا ، یہاں تک کہ لوگ تاخت و تاراج سے رک گئے ۔

سلطان علاء الدین حسین شاہ نے دوسرے بنگال کے سلاطین کے برخلاف اپنا پایۂ تخت اکڈالہ کو بنایا جو گوڑ کے متصل تھا ، سوائے حسین شاہ کے سلاطین بنگال میں سے کسی نے بھی اپنا پایۂ تخت سوائے پنڈوہ اور گوڑ کے کہیں نہیں رکھا ۔

سلطان علاء الدین حسین شاہ نے اپنی حسن تدبیر سے اوڑیسہ کو فتح کر لیا ، اس نے بنگال کی آبادی و معموری میں نہایت سعی و کوشش کی ، تمام ممالک میں مساجد اور لنگر خانے تعمیر کرائے فقرا اور عزامت گزینوں کو بہت سی املاک عنایت کیں ، حضرت شیخ نور قطب عالم کے لنگر خانے کے لیے متعدد مواضع وقف کیے ، وہ آپ سے اس قدر عقیدت رکھتا تھا کہ ہر سال قطب عالم کے مزار کی زیارت کے لیے اکڈالہ سے پنڈوہ آتا تھا ۔

سلطان حسین شاہ کے آخری دور حکومت میں بابر ہندوستان پر مسلط ہوا ، سلطان شاہ نے ۲۷ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۲۷ھ ۱۵۲۰ء میں وفات پائی ۔ (ماخوذ از ریاض السلاطین ۔ ص ۱۲۹ تا ۱۳۵)۔

درگاہ کے متولی تھے ۱۰۵۸ھ — ۱۶۵۸ء میں اس سلسلے میں کچھ اور امداد دی ۔

اولاد : شیخ نور قطب عالم کے دو صاحبزادے تھے ، شیخ رفعت الدین اور شیخ انوار ، دونوں صاحبزادے علم و عمل ، زہد و تقویٰ اور عرفان و تصوف میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے ۱ ۔

خلفاء : آپ کے خلفاء میں آپ کے دونوں صاحبزادے ، اور شیخ حسام الدین مانک پوری ، اور شیخ نور قطب عالم کے پوتے شیخ زاہد ، شیخ اکمل اور شیخ راجن مشہور ہیں ۔

لیکن آپ کے خلفاء میں جس نے آپ کے سلسلے کو غیر معمولی ترقی دی وہ شیخ حسام الدین مانک پوری ہیں ، شیخ حسام الدین مانک پوری کے والد کا نام مولانا خواجہ اور دادا کا نام شیخ جلال الدین تھا ، آپ کے والد مولانا خواجہ مانک پوری عالم ، فقیہ اور درویش خو انسان تھے ، عزم و توکل کا یہ عالم تھا کہ گلزار ابرار میں ہے کہ ایک روز [illegible] فاقوں کے بعد ایک شخص فتویٰ لکھنے کے لیے کچھ نقد آپ کے پاس لایا ، آپ نے قبول نہیں فرمایا ، گھر والوں نے اس پر ملامت کی کہ گھر میں فاقہ تھا اور آپ نے یہ نذرانہ قبول نہیں کیا ، لیکن آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ شام ہونے کو آئی ، اتفاق سے کسی زمانے میں مانک پور میں ایک امیر ملک عین الدین نامی مقیم تھا ، وہ ایک دعا پڑھا کرتا تھا ، اس دعا میں اسے ایک لفظ پر کچھ الجھن ہوئی ، اس نے شہر والوں سے پوچھا یہاں کوئی عالم ہے ؟ لوگوں نے مولانا خواجہ کا پتہ دیا ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے اپنی الجھن پیش کی ، آپ نے اس کی مشکل اسی وقت حل کر دی وہ آپ کی خدمت میں [illegible] جتنا کہ آپ نے لینے سے انکار کیا تھا ، اور کھانا اور ایک [illegible] پیش کر کے روانہ ہو گیا ، اس کے جانے کے بعد آپ نے ان ملامت والوں سے مزاحاً کہا کہ جو کوئی عزم و ہمت کے ساتھ [illegible]

۱ ۔ مجمع الاسرار قلمی ۔ ص ۲۶۲ مملوکہ عبداللہ صاحب [illegible] کراچی یونیورسٹی ۔

نہیں لیتا ، اللہ تعالیٰ اُسے حلال طیب عطا فرماتا ہے ، جس طرح آج مجھ کو مشکوک چیز کے رد کر دینے پر مال طیب عطا ہوا ہے[1] ۔

شیخ حسام الدین مانک پوری کے دادا شیخ جلال الدین بھی عالم ، صاحب تقویٰ و تقدس اور صاحب طریقت بزرگ تھے ، وہ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے خلیفہ شیخ محمد سے بیعت تھے ہمیشہ عشاء کے بعد اکتالیس بار سورۂ یسین ختم فرمایا کرتے تھے اور چاشت کے وقت سے دینیات کی تعلیم دیتے تھے ، آن کا ذریعۂ معاش قرآن مجید کی کتابت تھی ، جب وہ قرآن مجید لکھ لیتے تو دھلی بھجوا دیتے ، جہاں وہ پانسو ٹنکے میں ہدیہ ہوتا تھا ، کبھی بے وضو قلم کو ہاتھ نہ لگاتے تھے ، اگر کبھی ملک میں لوٹ مار ہوتی ، آس زمانے میں گوشت کھانا چھوڑ دیتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ گوشت ان ہی مویشی کا ہو جو لوٹ مار کے ہوں[2] ۔

شیخ حسام الدین ابتدا ہی سے عرفان و تصوف کی طرف مائل تھے ، خود ان کا بیان ہے کہ جب میں تعلیم چھوڑ کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے والد کو اس سے بے حد رنج ہوا کہ میں نے تعلیم کیوں چھوڑ دی ، جب اس کی خبر میرے پیر حضرت نور قطب عالم کو ہوئی تو فرمایا کہ فقیر چاہتا ہے کہ اسے اپنے اتباع میں رکھے اور دانش مند چاہتا ہے کہ وہ اسے اپنے اتباع میں رکھے ، لیکن مرد وہ ہے کہ دونوں کام کرے[3] ۔

ابتدا ہی سے جذب و ربودگی کی کیفیت ان میں اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے لیے زبان سے اللہ کہنا ممکن نہ تھا ، جب میں اللہ اکبر کہتا تھا تو بے تاب ہو جاتا تھا ، لوگ مجھے دیکھ کر افسوس کرتے کہ کیسا عقل مند لڑکا

---

۱ - ماخوذ از ترجمہ گلزار ابرار - ص ۱۰۵ - ۱۰۶ و اخبارالاخیار ص ۱۷۸ -

۲ - اخبارالاخیار - ص ۱۷۸

۳ - ایضاً - ص - ۱۷۷ -

دیوانہ ہوگیا ۱ ۔

اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے شیخ حسام الدین نے فرمایا کہ جب میں حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اپنے وطن سے روانہ ہوا تو ہر منزل میں قطب عالم خواب میں مجھ سے فرماتے تھے کہ فکر نہ کرو میں برابر تمہارے ساتھ ہوں ، میں جب کشتی میں سوار ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک درویش گدڑی پوش ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوا ، جب وہ کشتی کنارے پر لگنے لگی تو وہ درویش پانی میں کود گیا ، جب میں پنڈوہ میں پہنچا اور میں نے حضرت نور قطب عالم کی پابوسی کی سعادت حاصل کی تو میں نے دیکھا کہ اس درویش میں اور آپ کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہے ۲ ۔

شیخ حسام الدین ، حضرت شیخ نور قطب عالم کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

فرمایا کرتے تھے کہ خلافت حاصل کرنے کے بعد میں نے سات سال تک فقر و فاقہ برداشت کیے ، جب مجھے بھوک لگتی تھی تو پانی پی لیتا تھا اور ذکر حق میں مشغول ہو جاتا تھا ، ایک دن بھوک کی شدت سے میرا ایک لڑکا رونے لگا ۔ بے اختیار یہ مصرعہ میری زبان پر آیا ۔

اے عجبا ! چو توئی ، ہمچو منے را نہ بس

اتنے میں ایک ایسے آدمی نے جس نے کبھی ہمیں کوئی چیز نہیں بھیجی تھی ایک طبق کھانے کا بھجوایا ایک اور شخص نے چالیس من ماش بھجوائے ، مجھے اس پر بہت پشیمانی ہوئی کہ اس مقدار کے لیے میری زبان سے یہ نکلا ، میں نے اپنے آپ کو ملامت کی ۳ ۔

حضرت نور قطب عالم سے بیعت ہونے کے بعد کے حالات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بیعت ہونے سے قبل میرا یہ حال تھا کہ میں اکثر کتابوں کا متن حفظ یاد تھا ، لیکن جب میں اپنے شیخ [illegible]

۱ ۔ اخبار الاخیار ۔ ص ۔ ۱۲۶ ۔
۲ ۔ اخبار الاخیار ۔ ص ۔ ۱۲۶ ۔
۳ ۔ اخبار الاخیار ۔ ص ۱۲۷

میں پہنچا سب کچھ بھول گیا ، لیکن مجھے آپ کی خدمت میں رہ کر جو علم حاصل ہوا ہے اس سے زیادہ اچھی طرح سمجھا جاتا ہے ، اگر کوئی چاہے تو تمام ہدایہ کو سلوک کے رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے ۔

شیخ حسام الدین مانک پوری کی تصانیف میں ان کے ملفوظات ہیں ، جن کو ان کے ایک مرید نے رفیق العارفین کے نام سے جمع کیا تھا ، یہ ملفوظات ابھی تک شائع نہیں ہوئے ۔ صاحب اخبار الاخیار نے آپ کے ملفوظات کے چند اقتباسات دیے ہیں جو حکمت و موعظمت تصوف و عرفان کے آئینہ دار ہیں ، ہم ان میں سے یہاں چند ملفوظ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ۔

فرمایا کہ مرید کی نسبت پیر کے ساتھ بعینہ ایسی ہے جیسی پیوند کی نسبت کپڑے کے ساتھ ہوتی ہے ، اگر پیوند سفید ہے تو جس وقت کپڑا دھویا جائے تو پیوند بھی صاف ہو جائے گا ، اسی طرح جو فیض پیر کو پہنچے گا ، اس کو بھی پہنچے گا ۔ جو کوئی اپنے پیر کے کہنے پر نہیں چلتا اس کی مثال سیاہ پیوند کی طرح ہے جو سفید کپڑے میں ہوتا ہے ، اگرچہ پیر کا فیض اس کو بھی پہنچتا ہے ، لیکن اس کو اتنا نفع نہیں ہوتا ۲ ۔

فرمایا کہ سالک ذکر سے عاشق ہوتا ہے اور عارف فکر سے ۳ ۔

فرمایا کہ الٰہی فیضان نا گہ پہنچتا ہے لیکن دل آدھ کو پہنچتا ہے ، پس سالک کو منتظر رہنا چاہیے کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے ۴ ۔

فرمایا کہ فراق کہاں ہے یا وہ ہے ، یا نور ہے ، یا برتو نور ہے ۵ ۔

فرمایا کہ میں ابتدا ہی سے ہر روز پندرہ پارے قرآن مجید کے پڑھتا تھا ، وظائف کے بعد سے ان کی تلاوت شروع کرتا تھا اور چاشت کے

---

۱ ۔ اخبار الاخیار ص ۱۷۶ ۔
۲ ۔ ایضاً ۔ ص ۱۷۷ ۔
۳ ۔ ایضاً ۔ ص ۱۷۷ ۔
۴ ۔ ایضاً ۔ ص ۱۷۷
۵ ۔ ایضاً ۔ ص ۱۷۷

وقت ختم کر دیتا تھا ، دوران تلاوت تفسیر مدارک موجود رہتی تھی اگر کسی جگہ معنی کے سمجھنے میں توقف ہوتا تو تفسیر میں دیکھتا تھا ، اس سے مجھے بہت لذت حاصل ہوتی تھی ، ایک روز غیب سے آواز آئی خوب پڑھتے ہو ، جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے ، اس کے بعد فرمایا کہ اگر سالک مقام قطبیت پر بھی پہنچ جائے تو اسے چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت ترک نہ کرے ، کم از کم اسے ایک پارہ روز پڑھنا چاہیے ،

فرمایا درویش کو چار چیزیں چاہییں دو درست اور دو ٹوٹی ہوئیں ، اسے دین درست اور یقین درست چاہیے اور دل شکستہ اور با شکستہ چاہیے ۱ -

فرمایا کہ دنیا مثل سایے کے ہے اور آخرت مثل آفتاب ہے ، جو کوئی سایے کی طرف دوڑتا ہے اسے پکڑ نہیں سکتا ، جو آفتاب کی سمت جاتا ہے اس کا سایہ اس کے ساتھ چلتا ہے ۲ -

فرمایا کہ اتنے شیریں نہ بنو کہ مکھیاں چاٹ جائیں ۳ -

فرمایا کہ مرید ارادت کے بعد پرانے دوستوں کے سایہ [illegible] برخاست نہ کرے کہ وہ اسے راہ سلوک سے ہٹا دیں گے ، اور نئے پر نہ بیٹھے کہ شیطان صفت آدمی آئیں گے اور اس نور باطن سے لے جائیں گے ۴ -

ان ملفوظات کے علاوہ شیخ محمد اکرام صاحب نے آب کوثر میں ان کی ایک اور تصنیف " انیس العاشقین " کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب میں تصوف کے حقائق پر دلچسپ انداز میں گفتگو کی گئی ہے ، اور مضمون کو جا بجا آیات و احادیث ، اور فارسی کے [illegible]

۱ - اخبار الاخیار - ص ۱۰۰
۲ - اخبار الاخیار - ص - ۱۰۰
۳ - ایضاً - ص ۱۰۰
۴ - ایضاً - ص ۱۰۸
۴ - ایضاً ۱۰۸

اور دوھروں سے مؤثر بنایا گیا ھے ۱ -

گلزار ابرار میں ھے کہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے خلیفہ شیخ شہاب الدین مانک پوری نے اپنے پیر کے تمام مکاتیب کو ایک جا کر کے ایک جلد بنائی تھی جو شیخ حسام الدین مانک پوری نے اپنے فرزندوں اور خلفاء کے نام لکھے تھے ، یہ جلد ایک سو اکیس مکاتیب پر مشتمل تھی ، ان مکاتیب میں زیادہ تر وہ خطوط ھیں جو آنھوں نے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ فیض اللہ قاضی شاہ کے نام لکھے تھے ، اس میں بعض خطوط آن کے دوسرے صاحبزادے شیخ احمد کے نام بھی ھیں ، جنھیں آپ شیخ بدھا ، نور دیدہ اور دیدۂ نور کہا کرتے تھے ، کچھ خطوط شیخ نعمت اللہ کے نام ھیں ، جو لوگوں میں شیخ نتھو کے نام سے مشہور ھیں ، بعض شیخ زاھد ، شیخ اکمل ، شیخ راجاً اور شیخ خوند عالم مشہور بہ عاشق کے نام لکھے گئے ھیں ، یہ سب حضرت نور قطب عالم کے نواسے ھیں ۲ ، لیکن یہ مکاتیب ابھی تک شائع نہیں ھوئے -

شیخ حسام الدین نے ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء میں وفات پائی ، آپ کا مزار مانک پور میں زیارت گاہ خاص و عام ھے -

شیخ حسام الدین کے خلفاء کے متعلق اھل بنگال اس پر متفق ھیں کہ آن کے ایک سو بیس خلفا تھے ، جن میں سے (۱) سید مسعود ابن سید ظھیرالدین فتح پوری جو شیخ سیدن کے نام سے مشہور ھیں (۲) سید حامد شاہ بن راجا شاہ۳ مانک پوری (۳) سید محمد امیر بدھا جن کا لقب

---

۱ - آب کوثر - ص ۳۵۳ - ۳۵۴،

۲ اردو ترجمہ گلزار ابرار - ص ۲۰۶

۳ - سید حامد شاہ بن راجا شاہ بن راجی سید عزیز الدین بن سید شہاب الدین مثنیٰ بن سید حسام الدین بن سید شہاب الدین گردیزی مانک پوری اکابر مشائخ چشتیہ میں تھے ، وہ شیخ حسام الدین مانک پوری سے بیعت ھو کر ایک طویل عرصے تک آن کی خدمت

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۷ پر)

سید صوفی ہے (۴) مولانا کمال الدین عزاللہ ۱ (۵) مولانا شہراللہ ابوالقاسم ملتانی (۶) شیخ نصیرالدین محمود بن شہراللہ (۷) مولانا فریدالدین سالار عراقی (۸) شیخ احمد قنوجی (۹) معین الاسلام اودھی (۱۰) مولانا منہاج الدین بن یوسف بن داؤد کردی (۱۱) مولانا جمال الدین حسن فخر (۱۲) شیخ ضیاءالدین یوسف ابن داؤد کردی (۱۳) مولانا سوندھو کردی (۱۴) مولانا محمد علا کردی (۱۵) شیخ تاج شہاب مانک پوری ملقب بہ ارزانی شاہ مشہور ہیں۔

شیخ حسام الدین کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ فیض اللہ زینت بخش مسند سجادگی ہوئے، وہ قاضی شہ کے لقب سے مشہور تھے، وہ ایک طویل عرصے تک رشد و ہدایت میں مصروف رہے، یہاں تک کہ ۸۶۲ھ — ۱۴۵۷ء میں انہوں نے وفات پائی ۳، شیخ حسام الدین

(صفحہ ۴۱۶ کا بقیہ حاشیہ)

میں رہے، یہاں تک کہ تصوف کے اعلیٰ منازل پر فائز ہوئے، اگرچہ وہ امی تھے، انہوں نے لکھا پڑھا نہیں تھا، لیکن وہ کشف و شہود کی بنا پر علمی مسائل میں علماء کو ایسے جواب دیتے تھے کہ علماء حیران ہو جاتے تھے۔ انہوں نے شعبان ۹۰۱ھ میں مانک پور میں وفات پائی، اور وصیت کی کہ ان کی قبر پر کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔

سید حامد حسینی راجاشہ کے خلفاء میں شیخ حسن بن طاہر عباسی دھلوی، اور شیخ عبداللہ بن ہداد جون پوری، جو صاحب تصانیف کثیرہ اور آخوند درویزہ افغانی مشہور ہیں۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۴ ص ۸۳ و آئینہ اودھ ص ۱۸۳ — ۱۸۴۔

۱۔ مولانا کمال الدین عزاللہ معروف بہ مولانا کانو نہایت صاحب [illegible] شوق تھے، ان کا مزار بمقام کترا متصل سرائے واقع ہے۔ ([illegible] تصنیف سید شاہ ابوالحسن۔ ص۔ ۹۲۔ مطبع نظامی [illegible])

۳۔ یہ تمام تفصیل اردو ترجمہ ہزار اسرار۔ ص۔ ۱۰۶ و نزہۃ الخواطر جلد ۳۔ ص۔ ۱۱۶ سے ماخوذ ہے۔

کے دوسرے صاحبزادے شیخ بڈھن تھے ، تیسرے صاحبزادے شاہ محمود معروف بہ شاہ نتھن تھے ، جو مشائخ چشت میں تھے ، اور علم و طریقت کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے - خود بھی عالم تھے - وہ ۸۵۳ھ میں غازی پور چلے گئے ، نصیر خاں لوھانی نے جو اس نواح کا امیر تھا ، ان کی آمد کو غنیمت سمجھ کر بادشاہ سے میر عدل بنانے کی اجازت طلب کی ، بادشاہ نے اسے منظور کر لیا چنانچہ وہ میر عدل بنائے گئے ، اور اپنی حیات تک میرعدل رہے ، انھوں نے ۹۰۵ھ میں غازی پور میں وفات پائی ۱ -

شیخ فیض اللہ کی وفات کے بعد آن کے صاحبزادے شیخ نظام الدین مانکپوری مشہور بہ میراں شہ آن کی جگہ سجادہ نشین ہوئے ، وہ اپنے زمانے کے اکابر مشائخ میں تھے، انھوں نے ذیقعد ۸۹۸ھ میں وفات پائی ۲ -

۱ - نزھۃ الخواطر - جلد ۴ - ص ۳۳۶ -
۲ - نزھۃ الخواطر - جلد ۳ - ص ۱۷۷ -

شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری

حالات : بنگال کے قادریہ سلسلے کے بزرگوں میں جس بزرگ نے غیر معمولی شہرت وعظمت حاصل کی وہ عالم کبیر علامہ جلال الدین نعمت اللہ شاہ بن عطاء اللہ نارنولی ثم فیروز پوری ہیں ، وہ نارنول میں پیدا ہوئے ۔ غیر حصول تعلیم کے لیے انہوں نے مختلف شہروں کے سفر کیے علم ہیئت کی تعلیم انہوں نے شیخ محمد افضل عثمانی ۱ جون پوری سے حاصل کی ، اور شادی کر کے فیروز پور (گوڑ) میں مقیم ہو گئے ۔ سیف خاں نے انہیں چار سو فسادین ۲ خراجی زمین فیروز پور (گوڑ) میں دے دی تھی ۔

---

۱ - شیخ محمد افضل بن محمد حمزہ بن سلطان بن فریدالدین بن بہاء الدین عثمانی جونپوری جو استاذالملک کے لقب سے مشہور تھے شیخ عثمان ہارونی کی اولاد سے تھے ، ان کے والد دماوند علاقہ مازندران سے ہندوستان آئے اور اودھ کے ایک قصبے بردولی میں مقیم ہوئے ، اسی قصبے میں ۱۶ رمضان ۷۷۹ھ — ۱۵۷۰ء کو شیخ محمد افضل پیدا ہوئے — انہوں نے بعض کتب درسیہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ، پھر دہلی گئے اور وہاں شیخ طاہر لاہوری کے شاگرد شیخ حسین اور حکیم اسماعیل اور شیخ ابی حنیفہ اور حکیم علی گیلانی سے تعلیم حاصل کی ، یہاں تک کہ وہ علم و فضل کے اعتبار سے اپنے عہد کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۲۰ پر)

۲ - فدادین ، فدون اور افدند ، فدان کی جمع ہیں ، ایک فدان چار سو گز بانس کا ہوتا ہے ۔ (المنجد)

سلسلہ طریقت : شاہ نعمت‌اللہ نے سلسلۂ قادریہ میں خرقہ خلافت شیخ شمس الدین ابوالفتح سے ، سلسلۂ چشتیہ میں میں شیخ محمد ۱ سے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں شیخ محمد ۲ بن جلال گجراتی سے حاصل کیا تھا ۔

(صفحہ ۴۱۹ کا بقیہ حاشیہ)

علماء میں شمار ہونے لگے ، تحصیل علم کے بعد وہ جون پور تشریف لائے ، اور شیخ عبدالقدوس قلندر جون پوری کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے ، شیخ محمد افضل کے تلامذہ میں شیخ محمد دین جون پوری صاحب شمس بازغہ ، شیخ عبدالرشید صاحب رشیدیہ ، شاہ نعمت قادری فیروز پوری مشہور ہیں ۔

شیخ محمد افضل نے ۱۹ ربیع الثانی ۱۰۶۲ھ — ۱۶۵۲ء میں چوراسی سال اور سات مہینے کی عمر میں وفات پائی ، ان کا مزار چاچک پور نواح جون پور میں ہے ۔ (نزھۃ الخواطر ۔ جلد ۴ ۔ ص ۳۵۹)

۱ ۔ شیخ محمد بن حسن بن احمد بن نصیر بن مجد بن سراج بن علامہ کمال الدین دہلوی ثم گجراتی اکابر مشائخ چشتیہ میں تھے ، جو ۹۶۵ھ میں احمد آباد میں پیدا ہوئے ، اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر اپنے آبا و اجداد کی مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز ہوئے ، شدید التوکل ، کثیرالاحسان اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے ، سماع بغیر مضامیر کے سنتے تھے ، صاحب تصانیف تھے ، شیخ محمد نے ربیع الاول ۱۰۴۱ھ وفات پائی ، اور احمد آباد میں مدفون ہوئے ۔ (نزھۃ الخواطر جلد ۵ ۔ ص ۳۳۸) ۔

۲ ۔ شیخ محمد بن جلال بن حسن بن عبدالغفور حسینی بخاری گجراتی ، محمد بن عبداللہ حسینی بخاری کی اولاد سے تھے ، شیخ محمد بن جلال ۱۴ رجب ۹۸۹ھ میں گجرات میں پیدا ہوئے ، اور اپنے عہد کے علماء سے تعلیم حاصل کی ، اور اپنے والد سے بیعت ہو کر علوم باطنی کی تعلیم حاصل کی ، ۱۰۰۳ھ اپنے والد کی وفات کے بعد مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی ، آن کی تصانیف میں اوراد و وظائف جمعات شاھینہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۲۱ پر)

شاہ شجاع کی ارادت : شاہ شجاع نے جب کہ وہ اپنے والد کی طرف سے بنگال کا گورنر تھا ، شاہ نعمت‌اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی ، جس کی وجہ سے انھیں غیرمعمولی حسن قبول اور وجاہت حاصل ہوئی ، جب شاہ شجاع شکست کھا کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا تو عالمگیر نے انھیں پانچ ہزار نقد ادا کیے ۔

تصانیف : شاہ نعمت اللہ صاحب تصانیف تھے ، ان کی تصانیف میں تفسیر قرآن کریم جو انھوں نے تفسیر جلالین کے طرز پر لکھی تھی اور ۱۰۷۰ھ — ۱۶۵۹ء میں مکمل کی تھی ، اور ترجمۂ قرآن کریم جو انھوں نے دہلی کے قیام کے زمانے میں کیا تھا مشہور ہیں ۔

وفات : شاہ نعمت اللہ نے ۱۰۷۵ھ — ۱۶۶۴ء میں وفات پائی ، ان کا مزار گوڑ کے نواح ، فیروز پور میں ہے[1] ۔

(صفحہ ۴۲۰ کا بقیہ حاشیہ)

ے ۱۲ رجب ۱۰۷۵ھ کو انھوں نے وفات پائی ، اور اپنے نانا کے حظیرے میں مدفون ہوئے ۔ (نزھۃ الخواطر ۔ جلد ۔ ۲۳۷ — ۲۳۸) ۔

۱ ۔ شاہ نعمت اللہ قادری کے حالات مسلم بنگلہ ادب اور نزھۃ الخواطر جلد ۵ ص ۴۲۳ — ۴۲۴ سے ماخوذ ہیں ۔

(٦٩)

شاہ نوری

حالات : ڈھاکہ کے صوفیائے کرام میں جن بزرگوں نے غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل کی اُن میں شاہ نوری بھی ہیں ، آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا شیخ عبداللہ مجددی اور دادا کا نام شیخ غلام محمد مجددی تھا ، جو ڈھاکہ کے محلہ بابو پورہ میں رہتے تھے -

کبریت احمر میں اپنی ابتدائی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے لکھا ہے کہ میں بچپن میں پڑھنے کے لیے شائستہ خاں کے مدرسے میں جایا کرتا تھا ، اور گھر میں اپنے والد کے درس میں بھی شریک ہوتا تھا ، جس میں اور بھی بہت سے طالب علم شریک ہوتے تھے -

پھر آپ تعلیم کے حصول کے لیے مرشد آباد تشریف لے گئے ، اور موتی جھیل کے مدرسے میں تعلیم پانے لگے -

شاہ باگو کی خدمت میں حاضری اور بیعت : مرشد آباد[1] کے قیام کے زمانے ہی میں باگو دیوان کی بزرگی و عظمت کی شہرت سن کر آپ

---

۱ - مرشد آباد مغربی بنگال کا ایک بڑا شہر ہے جو نہر بھاگرتی کے کنارے واقع ہے ، اور نہر کے دونوں کناروں پر آباد ہے ، ابتدا میں ایک شخص مخصوص خاں نامی نے اس جگہ ایک سرائے "مخصوص گنج" نام سے آباد کی تھی ، جہاں چند دکانداروں نے شروع میں [illegible] اختیار کی جب اورنگ زیب کے زمانے میں نواب جعفر خاں نصیری

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۴ پر)

کی عقیدت و محبت کا چراغ آپ کے قلب میں جل اٹھا ، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لیے درخواست کی ۔ شاہ باگو نے فرمایا کہ حصول علم بیعت پر مقدم ہے ، پہلے تعلیم مکمل کرو ، پھر میں بیعت کروں گا چنانچہ آپ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے ، تعلیم مکمل کرنے کے بعد پھر آپ دوبارہ حضرت شاہ باگو کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔

ریاضت و مجاہدے : بیعت ہونے کے بعد ایک طویل عرصے تک اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول رہے ، یہاں تک کہ شاہ باگو نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا ۔

ڈھاکہ کو واپسی : اپنے پیر کی وفات سے ڈیڑھ سال پہلے اپنے وطن

(صفحہ ۴۲۳ کا بقیہ حاشیہ)

جو دیوانی اڑیسہ پر قائز تھا کار طلب خاں کا خطاب پا کر بنگال کی دیوانی پر سرفراز ہوا ، اور جہانگیرنگر عرف ڈھاکہ پہنچا تو اس وقت شہزادہ عظیم الشان ، اورنگ زیب کی جانب سے حکومت بنگال پر آیا ، نواب جعفر خاں نصیری کی شہزادہ عظیم الشان سے نہ بنتی تھی ، اس نے یہ عذر تراش کر کہ بنگال کے دوسرے مقامات ڈھاکہ سے دور پڑتے ہیں اپنا مسکن مخصوص آباد کو بنایا ، اور عملۂ زمینداران و قانون گویان اور ارباب دفاتر کو وہاں مقیم کیا ، جب صوبہ داری اوڑیسہ و بنگال منظم ہو گئی ، اور وہ خطاب مرشد قلی خانی خلعت ، علم و نقارہ و اضافۂ منصب سے سرفراز ہوا تو اس نے اس شہر کا نام اپنے نام پر مرشد آباد رکھا ، اور وہاں دارالضرب قائم کی ، اور سکہ ضرب مرشد آباد مسکوک کیا ، اسی وقت سے یہ شہر صوبہ داری کا مستقر بنا ۔ (ریاض السلاطین چمن سیوم) ۔

۲ ۔ شاہ باگو کا اصلی نام شاہ حفیظ الرحمٰن تھا ، مگر وہ مشہور شاہ باگو دیوان کے عرف سے تھے ، قصبہ باگھ کے رہنے والے تھے ، شاہ باگو نے ۲۵ ذیقعد ۱۱۹۵ھ — ۱۷۸۰ء میں وفات پائی ۔ (آسودگان ڈھاکہ ص ۱۱۶) ۔

ڈھاکہ واپس تشریف لائے ، آپ کے والد محترم شیخ عبداللہ اس وقت حیات تھے ، انھیں کے ارشاد پر آپ نے بابو یورے کی سکونت چھوڑ کر مگ بازار میں سکونت اختیار کی[1] ۔

تواریخ ڈھاکہ میں ہے کہ مگ بازار اس وقت ایک ویرانہ تھا ، آپ کے تشریف لانے کے بعد اس ویرانے کی رونق بڑھی ، یہیں آپ رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے[2] ۔

علم و فضل : علم و فضل کے اعتبار سے بھی شاہ نوری کا مرتبہ بہت بلند تھا ، فارسی زبان میں کمال رکھتے تھے ۔

تصانیف : صاحب تصنیف تھے ، آپ کی تصنیف ''کمبریت احمد'' مشہور ہے ، اس کتاب میں آپ نے اپنے مرشد کے ملفوظات کو جمع فرمایا ہے ۔

وفات : شاہ نوری نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ — ۱۷۸۵ء میں وفات پائی ، نساخ مرحوم نے ذیل کے قطعہ میں آپ کی تاریخ وفات نکالی :

شاہ نوری وحید عصر کہ بود
حامی دین و ملت احمد
گفت نساخ سال ترحیلش
پشت پا را بروئے دنیا زد
۱۲۰۰ھ

آپ کا مزار پر انوار مگ بازار ڈھاکہ میں ایک احاطے کے اندر واقع ہے ۔

اولاد : آپ کے صاحبزادے شاہ مہدی تھے[3] ۔

۱ - یہ تمام تفصیل آسودگان ڈھاکہ ۔ تالیف حکیم حبیب الرحمٰن ۔ ص ۱۱۰ تا ۱۱۷ سے ماخوذ ہے ۔
۲ - تواریخ ڈھاکہ ۔ ۱۰۶ تا ۱۲۲ ۔
۳ - آسودگان ڈھاکہ ۔ ص ۱۱۶ ۔

(۷۰)

شیخ یوسف بنگالی

حالات : شیخ یوسف بنگالی کے متعلق بہ تفصیل ہمیں کہیں نہیں ملی کہ وہ بنگال کے کس شہر یا قصبے کے رہنے والے تھے ، لیکن یہ یقینی امر ہے کہ ان کا اصل وطن بنگال تھا ، آغاز جوانی میں علم کے ذوق نے انہیں ترک وطن پر مجبور کیا ، اور وہ علوم رسمیہ کی تحصیل کے لیے مشفق اساتذہ کی تلاش میں اپنے وطن سے بے وطن ہو کر مختلف شہروں میں سرگرداں رہے ، آخر ان کی تلاش و جستجو نے انہیں حضرت شیخ وجیہ الدین علوی[1] کی خدمت میں پہنچایا ، اور حضرت شیخ وجیہ الدین

---

۱ - مولانا شیخ وجیہ الدین بن نصراللہ بن عمادالدین علوی گجراتی ۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء میں مشرقی گجرات کے مشہور اور قدیم شہر جانبانیر میں پیدا ہوئے ، پانچ سال کی عمر سے تینتیس سال کی عمر تک علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول رہے ، یہاں تک کہ ساٹھ سے زیادہ علوم و فنون میں آپ نے دسترس اور کمال حاصل کیا ، آپ نے علامہ عمادالدین بن محمود طارمی سے منطق وحکمت کلام اور اصول اور دوسرے علوم کا درس حاصل کیا ، یہاں تک کہ صاحب فتوحات اور صاحب درس ہوئے ، اور اکابر علماء میں شمار ہونے لگے - پھر احمد آباد اس آفتاب علم کی ضیا باریوں سے منور بنا ، علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے [illegible] قاضی خاں چشتی مہر والہ مشہور بہ شیخ قاضن کے دست [illegible] بیعت کی ، جب شیر شاہ سوری کے دور میں شیخ مہ [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۲۸ پر)

(صفحہ ۴۲۷ کا بقیہ حاشیہ)

اپنے اھل و عیال اور مریدوں کے ساتھ ھجرت کر کے گجرات آئے ، یہاں شیخ علی متقی نے جو ایک بلند پایہ عالم تھے ، ان کی تصانیف پر کفر کا فتویٰ دیا تو اس وقت کے بادشاہ سلطان محمود گجراتی نے وہ فتویٰ شیخ وجیہالدین کے پاس بھجوایا ، شیخ وجیہالدین شیخ محمد غوث گوالیری کی روحانیت سے اس قدر متاثر ھوئے کہ آپ نے شیخ محمد غوث گوالیری سے طریقہ چشتیہ شطاریہ میں بیعت کر لی ، اور شیخ علی متقی کے فتوے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔

مولانا شیخ وجیہالدین گجراتی کے محامد و محاسن کو بیان کرتے ھوئے ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی مشہور کتاب منتخب التواریخ میں لکھا ھے کہ :

> خلائق را پیوستہ از انفاس متبرکۂ او فیض می رسد و حق سبحانہ اسم الشافی را ظاھر دوا را مظہر ساختہ . تا ھر روز جمعے لا تعداد لا تحصیٰ از بیماران و محنت زدگان بہ ملازمت او آمدہ التماس دعا می نمودند ، و اثر آں زود می یافتند ۔

صاحب نزھۃالخواطر نے آپ کی سیرت و اخلاق کی مدح سرائی کرتے ھوئے لکھا ھے کہ مولانا شیخ وجیہالدین صاحب صدق و اخلاق ، شریف النفس تھے اور جو کچھ آپ کو آسانی سے مل جاتا تھا ، اس پر قانع تھے اور عام لوگوں کی طرح موٹے کپڑے پہنتے تھے جو کچھ آپ کو حاصل ھوتا تھا اسے طلبہ میں خرچ کرتے تھے ، امیروں کے دروازے پر کبھی نہ جاتے تھے ، سوائے ایک دو مرتبہ کے کہ باکرہ و مجبوری سے آپ کو جانا پڑا ، وہ کبھی گھر اور مسجد کے سوا کہیں باھر نہیں دیکھے گئے ، ھمیشہ عبادت اور درس و تدریس میں مشغول رھے ۔ آپ کی تصانیف کی تعداد بیس بتائی جاتی ھے ، صاحب گلزار ابرار نے آپ کی تصانیف میں سے صرف حواشی و شروح کے جو نام دیے ھیں وہ حسب ذیل ھیں :

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۲۹ پر)

علوی کی خدمت میں رہ کر انہوں نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی ، ان علوم کی تکمیل کے بعد وہ اپنے استاد کی اجازت سے برھان پور پہنچے ، اور وھاں پہنچ کر شیخ سالم کی ھمسائیگی میں رھنے لگے -

ازدواج : چند دن کے بعد شیخ سالم نے اپنی صاحبزادی کا عقد شیخ یوسف بنگالی سے کر دیا ، ذرا اطمینان میسر آیا تو وہ درس و تدریس میں مشغول ھو گئے ، لیکن تصوف کی تعلیم سے ھمیشہ احتراز کیا کرتے تھے ، اگر کوئی آرزو مند اصرار کرتا تو آپ اس کو حقیقت آگاہ شیخ ظاھر یوسف کی خدمت میں بھیج دیتے تھے -

تبحر علمی : شیخ یوسف بنگالی کا تبحر علمی اس درجہ بڑھا ھوا تھا کہ مسیح القلوب بعض علوم میں اور دریائے فضیلت و کمال شیخ بہر مہ حایم اکثر علوم میں آپ کے شاگرد ھیں -

ھمعصروں کے علم و فضل و بزرگی کا اعتراف : ایک دفعہ شیخ یوسف بنگالی کے داماد شیخ سکنہ جی نے جو حکیم عثمان بوبکانی کے شاگرد

صفحہ ۴۲۸ کا بقیہ حاشیہ

(۱) حاشیہ فوائد ضیائیہ (۲) شرح ارشاد قاضی (۳) شرح ابیات منہج دمامینی - علم نحو میں (۴) حاشیہ مطول و مختصر تلخیص - علم معانی میں (۵) حاشیہ عضدی و تلویح و بزودی - اصول فقہ میں - (۶) حاشیہ شرح تجرید اصفہانی ، محقق دوانی کے قدیم حاشیہ پر حاشیہ - علم کلام میں (۷) حاشیہ بیضاوی - علم تفسیر میں (۸) حاشیہ شرح وقایہ و ھدایہ - فروع فقہ میں (۹) حاشیہ قطبی شرح شمسیہ - فن منطق میں (۱۰) شرح نخبۃ الفکر - اصول حدیث میں (۱۱) شرح جلاء جہاں کشا (۱۲) کلید مخازن (۱۳) غوث الاولیا (۱۴) رسالہ حقیقت نمیہ — بیان تصوف میں -

مولانا شیخ وجیہ الدین نے ۹۹۰ھ میں وفات پائی ، اکبر مدرسے کے وسط میں مدفون ھوئے - ان کے مزار پر حضرت شیخ مرتضیٰ خاں نے بنوایا - (ماخوذ از اردو ترجمہ نزہۃ الخواطر - ص ۵۰۴ تا ۵۰۹ و نزھۃ الخواطر - جلد ۴ - ص ۳۳۰ تا ۳۳۹) -

ھیں مسیح القلوب کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے خسر نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے فرزندوں کو حقائق نثار ، حقیقت آگاہ شیخ طاھر ابن یوسف میں تبرکا جا کر دو تین حرف پڑھ لینا چاھئے ، اس پڑھنے کی برکت کا اثر اخیر میں ظاھر ھو گا ، چنانچہ آپ کے دونوں صاحبزادوں نے اپنے والد محترم کی وصیت پر عمل کیا ۔

وفات : شیخ یوسف بنگالی نے برھان پور میں وفات پائی ، اور وھیں آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ھے ۔

اولاد : شیخ یوسف بنگالی کے دو صاحبزادے تھے ، ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن تھا ، دونوں نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق شیخ طاھر بن یوسف سے شرف تلمذ حاصل کرکے علم و فضل حق شناسی اور خدا پرستی کی نعمتوں سے مالا مال ھوئے ۔

places I have ever seen, with the enormous number of big turtles. It bears some resemblance to Mangho Pir and its famous crocodiles, and I wonder what Bayezid Bistami would say if he could see this amount of strange animals in the tank in front of the sanctuary !

We listened to the folk-songs, to the bawls and the marafatis which are still living in the people, a people which can express all his feelings in sweet and touching songs, and which has expressed the longing of the soul for the Heavenly Bliss in terms of a sea-faring nation : the soul is lost in the broken boat, the world is the shoreless ocean, storm and the little water-hyacinths surround the tiny boat, thunderstorm rents the sails of the sailing boat, and only Muhammad, the great boatsman, may be able to lead the poor soul towards the shore of the Shoreless God.

Into this world of piety are we introduced by Maulana Qudusi, and I express my sincere wish that his book, just as the former volumes, will be useful for all who are interested in the spiritual history of the country of Pakistan.

Professor
Dr. ANNEMARIE SCHIMMEL

Bonn.
6 October 1962.

FOREWORD

I am glad to have the opportunity of introducing this new book of Maulana I'jaz-ul-Haq Quddusi to the Urdu-reading public.

During the last years we had the privilege of reading a large number of books which the learned author has composed about the History of Tasawwuf in the present area of Pakistan : the Saints of Sind and those of the Punjab were introduced to us, and Maulana Quddusi's book on his venerable ancestor, the great Abdul Quddus Gangohi—quoted even by Allama Iqbal in his Lectures—belongs without doubt to the best studies into the life of a single saint. Today the infatigable author has finished his new study of the Saints of Bengal, a subject which is, no doubt, more difficult to handle than that of his previous books. When I was in East Pakistan this spring, I visited as many shrines as possible and tried to gather some information about the saints which are buried there. But it was scarcely possible to trace their lives, and even as to their period people did not always agree. Compared to the Western part of the country the number of famous saints in East Pakistan is smaller, and the sacred places are by far not as splendid as they are e.g. in the Punjab or in Sind.

We visited several holy places in Dacca and the famous little dargah in Mirpur, north Dacca, which is said to have been built already in the 5th century Hijri ; we went up to Sylhet for paying our respects to Shah Jalal and seeing the fishes in the holy tank, a large crowd had gathered here, but the particulars that were given to us about the pedigree and the life of the Saint were widely different from each other. We also did not fail to visit the sanctuary of Bayezid Bistami at Chittagong, one of the strangest

اسمائے رجال

الف

ابومجیب سہروردی - ۱۱۳ح - ۱۱۴ح
ابوبکر صدیق رض حضرت - ۱۱۳ح - ۳۲۹
ابو سعید - (تبریزی) ۱۱۳ -
آصف جاہ - ۱۰۳ح
اکرام عالم - ۱۰۱
مولوی
اکبر بادشاہ جلال الدین - ۳۲ - ۳۵ - ۳۶ح - ۹۷ح - ۹۸ - ۹۸ح - ۹۹ح - ۱۳۵ح - ۲۳۲ -
ابراہیم سرہندی (حاجی) ۱۰۰
ابو طالب (کلیم) - ۹۵ح
ابو عبداللہ (جلا) ۹۵ -
ابو عثمان (حیری) ۹۵ -
ابو جعفر (حداد) شیخ - ۹۴ح
ابوالعباس (عطا) - ۹۴ح
ابوالحسن نوری - ۹۴ ح
ابوحفص - ۹۲ - ۹۲ح -
(عمرو بن سلمہ)
ابوتراب نخشبی - ۹۲ح
احمد خضرویہ - ۶۲ - ۹۲ح
انعام الحق ڈاکٹر - ۱ - ۳۵ - ۶۰ -
۸۷ - ۸۹ - ۱۵۳ - ۲۲۰ - ۲۲۳ -
۲۲۴ح - ۲۲۷ح - ۲۲۹ - ۳۰۰ -
۲۳۶ - ۲۴۰ح - ۲۴۷ - ۲۵۵ -
۲۵۶ح - ۲۷۱ح - ۳۱۹ -
۳۴۵ح - ۳۶۱ - ۳۷۱ -
اختیارالدین محمد بن مختیار خلجی - ۲۵
ابو سعد مخزومی - ۳۰۰ح - ۳۰۴ح -
ابوصالح موسیٰ - ۳۰۰ح - ۳۰۳ح - (جنگی دوست)
ابراہیم ادہم - ۳۰۸ح - ۹۲ح - ۹۳ح
ابراہیم لودھی - ۳۱ - ۳۱۶ح - ۳۹۲ح
اندیل ملک حبشی (فیروز شاہ) - ۳۱ - ۶۳
احمد سلطان - ۳۰
الیاس حاجی - ۳۰ - ۱۳۶ -
ابوالفضل علامی - ۳۶ - ۴۸ح - ۹۹ح
ابدال ، بی بی - ۸۰
انعام الحق ڈاکٹر - ۱ - ۳۵ - ۶۰ - | امام الدین ، مولانا - ۵۰ - ۸۰

اسمائے رجال

۸۱ح
اسماعیل ، شہید - ۷۷ - ۷۷ح - ۸۰ح - ۳۳۱ -
امیر خاں ، نواب - ۷۷ح
ابو سعید ، سید - ۷۷
ابوقاسم بن (سید مہدی) - ۷۶ح
اسماعیل مدنی ، سید - ۷۶ح -
اسرائیل خاں ، مولوی - ۷۵ح -
اقبال عظیم ، سید - ۷۳ ح -
ابوالارشاد علی - (عبدالقادر) ۷۳
ابوالخیر شاہ - ۷۲
ابوالحسن ذاکر علی - ۷۱ - ۷۲
ابواللیث ، شاہ - ۷۱ - ۷۲
الا شاہ - ۶۵ - ۶۸ - ۶۹ - (شاہ اعلیٰ)
ابی الفتح شیخ - ۶۵ح
ابراہیم مشرقی سلطان - ۳۷ - ۶۴ - ۶۶ح - ۲۸۹ح - ۲۹۰ح - ۲۹۱ - ۳۳۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ح - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ -
ابراہیم دانشمند شاہ - ۶۳ - ۶۴
انور شاہ خواجہ - ۶۱
ابوتراب - ۵۹ - ۷۱
انور شیخ - ۵۷ - ۱۹۰ - ۲۷۵ - ۳۹۸ - ۳۹۹
انور علی حاجی شاہ - (مہ کبیر) - ۵۵ - ۵۶
اسماعیل شاہ غازی - ۵۲ - ۵۳
انند بھٹا - ۵۲
آدم شہید بابا - ۲۹ - ۳۳ - ۴۸ - ۵۱ - ۵۲
اندرمن دیو پال - ۲۷۷
اینی میری شمیل ڈاکٹر - ۲ - ۴ (تعارف) ۵
ابواسحاق شامی - ۳۵ح - ۳۶ح - ۶۵ -
امیر خورد - (سید مبارک) ۳۶ - ۲۰۱ح - ۲۱۵
اعجاز الحق قدوسی - ۳ - (اظہار تشکر) ۴ - (تعارف) ۶ - ۲۵ - ۴۳
اقبال علامہ - ۴ (تعارف)
امیر حسن خاں (والی اودھ) ۹۹ح
ابوالمعالی (قاضی) ۹۹ح
ابوالفتح - (مفتی) ۹۹ح
احمد اشرف - (بقالی) - ۱۲۶ - ۱۲۸
احمد یادگار - ۱ - ۱۲۶
احمد جام - ۱۲۲
الیاس شاہ سلطان (شمس الدین) ۱۸۷
احمد میاں - (جونا گڑھی) - ۱۸۱ح
ابواہیم حضرت - ۱۸۰
ارشاد علی - سید ۱۷۷ (حضور مولیٰ)
اشرف حسینی ۲۱۸ح -
احمد حسین (والی) ۱۳۹ -
احمد تہانیسری ، شیخ - ۲۱۳ح

اسمائے رجال

امیر خسرو ، ۱۹۸ح - ۲۰۸ح -
احمد شیخ - هنروالا - ۲۰۹ح
ابن بطوطه - ۱۵۱ -
احمد کبیر (سید) - ۱۴۶ - ۱۴۷
الله یار خان - ۱۴۲ح
احمد خواجه (یسوی) ۲۷۵ح ۲۷۶ -
۲۷۷
اڈم ، مسٹر - ۳۶۰ -
الله بخش برخودار - ۳۵۹
ام سلمه ، بی بی - ۳۳۶
ام کلثوم ، بی بی - ۳۳۶
امام الدین ، مولانا - ۳۳۴ - ۳۳۴ح
احمد علی ، مولانا - چڑیا کوٹی -
۳۳۰ - ۳۳۰ح - ۳۳۱ح
ابراهیم مدنی ، مولانا - ۳۳۰
ابو ابراهیم - ۳۲۹ - ۳۳۰ -
امانت الله شاه (صوفی) - ۳۲۳
اسماعیل (شیخ والد شیخ عبدلقدوس
گنگوهی) - ۲۹۴ - ۲۹۵ح
اعظم خان ، شیخ - ۳۹۲ح -
اخوند درویزا افغانی - ۴۱۷ح
اورنگ زیب - ۲۲۷ - ۲۲۷ح -
(عالمگیر) ۳۲۱ - ۳۷۱ - ۷۹ -
۳۲۰ -
ارسلان شیخ - ۲۷۵
احمد کبیر (سید) ۲۷۹ - ۲۸۰
ابوالعباس (بن یحییٰ) ۳۰۴ح
احسن الله نواب - ۲۶۲ح
ابراهیم قندوزی - ۳۰۷ -
احمد بن حنبل - ۳۰۴ - ۳۰۵
آم الخیر ، امة الجبار - ۳۰۴
ابوحنیفه امام - ۶۹۷ - ۳۰۴ - ۳۰۵
(نعمان)
ابوسعید ، حززی ، شیخ - ۳۱۱
ابوالواصل ، شیخ - ۳۱۱
احمد شیخ - (ابوالوفا) خوارمی -
۳۱۱
احمد شیخ قنوجی - ۴۱۷
احمد شیخ - ۴۱۶
اسمٰعیل شیخ - ۴۱۱
احمد نهروانی - ۳۹۱
انور شیخ - ۳۹۸ - ۴۱۱
اشرف جهانگیر سمنانی - ۳۷ -
۱۶۱ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ -
۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۶ - ۲۹۰ -
۲۹۱ - ۲۹۴ - ۲۹۶ - ۲۹۷ -
۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۱۰ -
۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۴ - ۳۱۵ -
۳۹۴ -
ابو محمد یونس القصار - ۳۱۳
ابوالمکارم ، خواجه - ۳۱۱ - ۳۱۲
ابوالحسن علی بن عبدالله - ۳۱۳ح
اشرف ، شاه - ۳۴۵
الٰہی بخش ، مولانا - ۳۳۷

اشرف علی ، حکیم - ۳۳۷
انوار اللہ ، مولانا - ۳۳۷
اگوان خاں - ۲۵۱
اصغر - ۲۲۵
ابوبکر - ۱۹۴ح
احمد (والد خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی) ۱۹۳ -

ب

بہاؤ الدین ذکریا ملتانی (شیخ) ۳۴ - ۱۱۵ - ۱۱۵ح - ۱۱۶ ، ۱۱۶ح - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۴۶ - ۱۹۳ح ، ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۳۰۳ -
بایزید (صوفی) ۳۲ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۰ح
بابر - ۳۲ - ۹۷ح - ۱۲۴ح - ۲۱۶ح - ۲۱۷ح - ۲۹۵ح - ۳۱۰ -
برہان الدین (بلخی) ۱۲۳ح
بدرالدین (شیخ) غزنوی - ۱۲۰ح - ۱۲۳ح
بہرام سقا (بردوانی) ۹۷ - ۱۰۱ - ۱۰۳ - ۱۹۵ - ۱۰۶ - ۲۴۸ -
بہاون (دکنی) ۱۰۰ح
بیرم خاں - ۹۸ح
باربک شاہ رکن الدین - ۳۱ - ۵۳ - ۶۳ - ۱۳۴ح
بال راجا - ۲۵
بختیار خاں (اختیارالدین) ۲۷ - ۴۸ - ۴۹ -
بلال سین (سینا) ۲۵ (مقدمہ) ۳۳ - ۵۱ - ۵۱ح
بجے سین ۲۵ (مقدمہ)
باقی باللہ خواجہ - ۳۹ - ۱۶۴ - ۱۶۵ح - ۴۰۲ح
بلیا راجا - ۶۵
بھیکھا شیخ - ۶۸ح
بھیکھا ثانی شیخ - ۶۸ح
بدرالدین بدر عالم ، پیر (بدر شاہ ، پیر بدر ، بدرالدین زاہدی) ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۳۲۷ -
بانو بیگم (ممتاز محل) ۹۵ح
بایزید ، بسطامی (سلطان) ۵ (تعارف) ؛ ۹ - ۹۲ - ۹۲ح - ۹۴ - ۹۶ - ۳۰۱
بشارت اللہ شیخ - ۷۶
بدیع الدین - ۳۸ - ۶۵ - ۶۶ ۶۷ح - (شاہ مدار) ۶۸ - ۳۰۰ -
بدرالاسلام شیخ - ۳۷ - ۳۹۲
باز خاں غازی - ۲۵۱
برہان الدین ، سید - ۳۰۱ح
بہلول لودھی - ۲۹۴
بابنیہ ، حام - ۲۸۱
بوجر (برہمن) - ۱۷۹ - ۱۸۰

بہار منار - ۳۳۰
بدرالدین اسحاق - ۲۷۱ح - ۳۹۰ح
بوعلی قلندر (پانی پتی) ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۸ح
بہاءالدین (سید) بن سید جلال سرخ ۲۷۹
بدرالدین سید - ۱۳۷ - ۲۷۹
برہان‌الدین - ۱۳۹ - ۱۵۰
برہان‌الدین غریب (مولانا) ۱۹۶ح
برخوردار جی - ۲۳۷
بھودیو ، راجا - ۲۵۱
بلاق چشتی - ۲۰۱
بدیع‌الدین ، شاہ - ۳۲۴
بہاءالدین نقشبند (خواجہ) محمد بن محمد بخاری ۳۰۶ح - ۳۰۷ح
بفرا خاں - ۲۳۳ - ۲۳۴ح
بڈھن ، شیخ - ۳۱۸
بختیار ماہی سوار - ۳۷۵

پ

پیر ، شاہ (محمد یوسف) ۱۱۱
پیر محمد - ۵۳
پرمادآس - ۲۳۱
پنڈو ، راجہ - ۲۳۷
پرسورام ، راجا - ۲۲۶ - ۲۲۷
پیر محمد لاہوری (شیخ) - ۳۳۹
پیر علی - ۱۶۹

ت

تقی میر (بن فارغی) ۹۹ح
تاج خاں - ۱۳۵ح
توفیق شیخ (مشقی) ۲۲۶
تقی‌الدین ، شیخ (دوستی) - ۳۰۹ح
تاج شہاب مانک پوری - ۳۱۷
تاج عیسیٰ - ۳۳۱
تیمور - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۸۹ح ۳۰۶ - ۳۱۲
تراب ، قلندر - ۲۱۱ح

ج

جلال تبریزی ، شیخ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۹ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۶ - ۱۱۸ - ۱۲۰ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۲۹ح - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۱ح - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۳ح - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۴۸ - ۲۷۳ - ۳۶۳ -
جلال خاں (قوزجی) ۹۹ح
جامی - مولانا (عبدالرحمن) - ۹۵ - ۹۶ - ۱۲۳ح
جہاں آرا بیگم - ۹۵
جنید بغدادی - ۹۰ - ۹۴ح - ۹۵ح
جلال‌الدین سلطان (فتح شاہ) - ۵۲ -

۲۵۹ -
جہانگیر - ۴۷ - ۴۸ح - ۱۴۲ح -
۱۶۴ - ۳۶۰
جدو (جلال الدین) ۳۰ - ۱۸۹ -
۱۸۹ح - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ -
جلال مجرد (ساھٹی) ۵ (تعارف)
۳۴ - ۴۹ - ۵۹ - ۱۴۱ - ۱۴۲ -
۱۴۳ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۸ -
۱۴۸ح - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ -
۱۵۳ - ۲۶۱ -
جمالی ، شیخ (ابراھیم خاں) - ۱۲۳ -
۱۳۲ح - ۱۲۴ح - ۱۲۵ح -
۱۲۶ح -
جلال الدین درانی (مولانا) - ۱۲۴
جلال الدین رومی مولانا (مولانا
روم) - ۱۱۸ح - ۳۰۰ - ۳۰۳ -
۳۶۲ -
جمال الدین محمد بسطامی - ۱۲۱ح -
جلال سرخ بخاری - ۱۱۷ح - ۱۴۶ -
۱۴۷ - ۲۷۹ -
جمال خنداں ، شیخ - ۱۱۷ح
جلال (گنج رواں) ۱۴۸ - ۱۵۵ -
۱۵۶ - ۱۵۷
جعفر صادق امام - ۱۳۱ح - ۲۸۲ح -
۳۰۵ -
جمیل انصاری - ۱۵۲
جلال شاہ ، بخاری - ۱۴۸
جلال الدین (جہانیاں جہاں گشت)
۱۴۷ح - ۱۷۱ - ۲۷۸ -
۲۷۹ - ۱۸۲ - ۳۱۰ - ۳۱۱
جعفر سید ، (بن جلال سرخ) ۱۴۷ح
جمال ہانسوی ، شیخ - ۲۷۲ -
جلال ، مولانا - ۲۹۵
جنید - ۳۰۱
جلیل الدین ، شیخ - ۲۸۳
جلال الدین (فیروز شاہ خلجی) - ۲۵۲
جگت سنگھ - ۲۳۳
جعفر خاں ، نواب - ۲۱۷
جعفر خاں نصیری ، نواب - ۴۲۳ -
۴۲۴ -
جمال الدین حسن فخر - ۴۱۷
جلال الدین ، شیخ - ۴۱۱ - ۴۱۲

چ

چیتینہ - ۲۳۱ - ۲۳۳ -
چاند ، شاہ اولیا - ۱۵۹ - ۱۶۰

ح

حافظ میاں - ۱۲۵
حمیدالدین ناگوری ، خواجہ -
۱۲۳ح - ۲۶۷ح - ۳۸۷ -
۳۸۷ح - ۳۸۸ح - ۳۸۹ح -
۳۹۰ح - ۳۹۱ح
حسن ، شیخ ، افغان - ۱۰۷

حسن علی سید (قطب‌الملک) ۱۱۰ح
حسین علی خان (سید) ۱۱۰ح
حاتم (سنبھلی) شیخ - ۹۹ح
حورالنساء بیگم - ۹۵ح
حاتم اصم - ۹۲ح
حسین شاہ - ۶۴
حسام‌الدین مانک پوری شیخ ۵۷ -
۱۸۳ - ۳۹۲ح - ۳۹۹ - ۴۰۰ -
۴۰۳ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ -
۴۱۴ - ۴۱۶ - ۴۱۷ -
حسن علی موصولی - ۴۶ح -
حمید دانشمند ، شیخ - ۳۹ - ۱۶۳ -
۱۶۴ ۱۶۶ - ۱۶۷ -
حسین شیخ ڈھاکر پوش - ۳۹ -
۱۶۱ - ۱۶۲ -
حسن سید شیخ شاہی - ۱۳۰ح
حسن رسن تاب ، شیخ - ۳۹۱ح
حبیب‌الرحمان ، حکیم - ۳۲۵
حجت قاضی - ۳۱۲
حسام‌الدین چلپی ، ۳۰۲ح
حسام‌الدین اغلبک - ۲۶
حسام‌الدین راشدی - ۲
حشمت جنگ ، نواب - ۲۶۲ح
حسین شاہ پیر - ۲۳۸
حسین شاہ ، سلطان ، عرف سید
علاءالدین - ۲۱۸ح
حمید ، شاعر ، قلندر - ۲۱۲ح
حسین بن محمود - ۲۰۵ح
حسن شاہ ، شیخ - ۱۸۵
حسام‌الدین مانک پوری ، شیخ
۱۸۳ -
حمیدالدین ، کنج نشیں - ۳۸۶ح
حافظ ، شیراز - ۳۸۶ح
حامد شاہ دانشمند - ۳۵۹
حسام‌الدین (والد شاہ عبداللہ شطاری)
۳۴۹
حافظ احمد - ۳۳۶
حیدر علی ، مولانا - ۳۳۱ح
حامد شاہ ، سید ، مانک پوری -
۴۱۶ - ۴۱۶ح

خ

خالد رومی ، شیخ - ۷۶
خواجہ جہاں - ۶۵
(خان جہاں ، خواجہ مرا) - ۶۳
خان اعظم الغ ، مخلص خاں ، ۵۶
خالد بن ولید - ۳۹
خضر (علیہ السلام) ۱۱۳
خرم (شہزادہ) ۱۰۴ح ۳۵۹ - ۳۶۰
خزار - ۹۴ح
خانجہاں ، خانجہاں خاں ، (خانجہاں
عالی) ۱۶۹
خیرالدین ، ہواری ، شیخ - ۳۱۲
خیرالدین ، شیخ - ۲۹۷ -
خواجگی ، مولانا - ۲۸۹

خدیجہ بیگم - ۲۷۵ - ۲۷۷
خضر علیہ السلام - ۲۷۷ - ۳۱۳ح
خالد بن ولید رض ۲۶۵
خان شہید - ۲۴۴ح
خواجہ جہاں - ۲۱۳
خواجہ عرب - ۱۹۳
خلیل الدین (بن جعفر بن قلبی) - ۳۷۵
خلیل اللہ ، صوفی - ۳۷۷
خلیق احمد نظامی - ۴۰۳
خواجہ جہاں ، ۳۹۴ح

د

دانیال (شہزادہ) ۹۶ح
دارا شکوہ - ۹۵ - ۹۵ح - ۹۶ح ۷ - ۳۷ - ۳۷۰ح - ۳۷۱
داؤد خاں (افغان) ۳۲
دانیال ، شہزادہ - ۳۷۱
دنوج رائے (راجا) ۲۴۴
دانیال ، شیخ - ۲۱۳ح
در محمد یتیم - ۳۱۱
داتا گنج بخش - ۳۰۸ح
داؤد ملک - ۲۸۶

ذ

ذوالفقار خاں (سپہ سالار) ۱۰۹ح
ذاکر علی ، سیدنا - ۱۷۵ -

ر

رجی البلخی (چندن شہید) ۱۷۵
روشن علی (سیدنا) ۱۷۵
رحمان علی ، طیش - ۱۵۷
رضی الدین فرشوری - ۱۳۰ح (خان بہادر)
رکن الدین (ابوالفتح) شیخ - ۱۱۷ح ، ۲۷۹ ۲۸۰ح - ۲۸۱ح
رانا پرشاد (راجا) ۹۸ح
ردیم - ۹۴ح
رفیع الدین ، شاہ - ۸۰ح
رشید الدین ، شیخ - ۸۰ح
رؤف احمد ، شیخ - ۷۶ح
راہی ، سید ، ۶۸ح
رفیع الدین مفتی ۲۰
رام پال - ۱۵
رضا (سید) - ۲۲۷
رکن الدین اندر پتی (مولانا) ۲۰۱ - ۲۰۵ح
راجن ، شیخ - ۴۱۱
رفعت الدین - شیخ - ۱۸۳ - ۴۱۱
رکن الدین . قاضی (سمرقندی) - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲
روپ - ۲۳۱ - ۲۳۲
رکن الدین ، شیخ - ۲۹۶ح (بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی)

راجا بیابانی ، شیخ - ۱۸۷
روشن آرا - ۱۸۵

ز

زاهد شیخ ، ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۱۱ -
زیب النساء - ۳۵۹
زبردست خاں ، ۳۴۷ ، ۳۴۸
زهره بی بی - ۳۳۶
زین الدین علی - (شیخ) ۲۱۱ح
زلیخا (بی بی) ۱۹۳ح
زید ، شاه - ۱۹۱
زین الدین (شیخ ادهن) ۴۰۱ح
زفر ، امام - ۹۳
زین الدین (سلطان) ۱۰۰ح

س

سماء الدین (شیخ) - ۱۲۶
سکندر لودهی ، ۱۲۴ح - ۱۲۵ح - ۱۲۶ح - ۲۹۵ح
سلیم شاهزاده (جهانگیر) ۱۰۴ح - ۲۳۲ح
سکندر شاه (سوری) ۹۸ح - ۲۵۹ - ۲۶۰
سعدالدین (مولانا) ۹۶ح
سیف خاں ، ۹۶ح
سفان ثوری - ۹۴ح
سید احمد شهید بریلوی - ۷۶ - ۷۶ح - ۷۸ - ۷۹ح - ۸۰ح - ۸۱ح - ۳۳۱ - ۳۳۳
سلطان شاه ، حسنی ، ۶۵
سکندر غازی ، ۴۹ - ۱۴۱ - ۱۵۰
(سید محمد دین جلال سرخ) ۲۷۹
(سکندر شاه دین شمس الدین بهنگڑه) ۲۷۳ح
سراج الدین (اخی سراج) ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۱۸۷ - ۱۹۳ - ۱۹۵ - ۱۹۷ - ۱۹۹ - ۲۰۵ - ۲۱۳ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۶۰ - ۲۶۵ - ۲۷۳ - ۲۸۷
سلطان رومی ، شاه - ۳۳ - ۴۷ - ۲۲۳ - ۲۲۴
سلیمان کرانی ، ۳۲ - ۱۳۵ -
سلیم شاه سلطان - ۳۲ - ۱۳۵ح
سلیم خاں (سلطان بهادر) ۳۰
سیدی بدر حبشی (مظفر شاه) ۳۱
سکندر شاه ۳۰ - ۳۱ - ۶۳
سلطان السلاطین - ۳۰
سلطان محمود سید - ۲۹ - ۴۷ - (ماهی سوار) ۲۲۵ - ۲۲۰ - ۲۲۷
سلیم الله فهمی ۲
سامنت دیو - ۲۵
سعدالدین حموی ، شیخ ، ۱۰۰ح

سلیمان. لنگر ، ۱۶۲
سید علی (بن جلال سرخ) ۱۴۷ح
سید احمد سلطان ، ۱۴۳
سراج الدین خاں (شیخ) ۱۴۲ح
سعد اللہ - ۱۳۴
سلطان العارفین ، ۱۳۰ح
سکھ جی ، شیخ ، ۴۲۹
سالم ، شیخ ، ۴۲۹
سیف الدین ، شیخ ، ۴۰۱ح - ۴۰۲
سعداللہ شیخ - ۴۰۱
سیف خاں - ۳۷۱ح
سید سلطان ۲۲۹ - ۲۳۴ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۳۰
سناتن - ۲۳۱ - ۲۳۲
سعداللہ عباسی ۳۳۰ح
سیف خاں ، نواب -۳۱۲
سلیمان شیخ - ۳۱۲
سید علی همدانی (میر) ۳۰۹ح
سلطان ولد - ۳۰۱ح
سلطان محمد خوارزم شاہ - ۳۰۱
سماءالدین ردولوی (شیخ) ۲۹۶ - ۳۱۲
سلیم اللہ ، نواب ، ۲۶۲
سیدالعارفین ، ۲۱۹ ، ۲۲۰
سلادیوی - ۲۲۷
سلطان ، شاہ ، انصاری - ۲۲۱
سلطان الدین (طغرل) ۲۴۳ - ۲۴۳ح
سرخ ، انتیه ، سید شاہ - ۲۲۴
سلطان بہادر ، گجراتی ، ۲۱۷ح
سنگلدیپ - ۲۱۵ح -
سراج الدین عثمان لودھی ، ۲۰۵ح
سراج الدین شیخ - ۲۱۳ح
سعید ، فرغانی ، شیخ ، ۳۰۱ح
سلطان محمد - ۲۷۷
سید حسن - ۳۶۹
سکندر شاہ - ۳۴۷ -

ش

شہاب الدین ، شیخ ، سہروردی ۱۱۳ - ۱۱۳ح - ۱۱۴ - ۱۱۴ح - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۹ - ۱۲۸ - ۲۷۰ح - ۳۴۹ح - ۳۸۷ح
شمس الدین احمد - ۵۲ح - ۵۶ح - ۱۰۵ح - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴
شمس الدین الیاس شاہ - ۴۵ح
شاہجہان - ۹۵ح - ۱۰۵ح - ۱۶۴ - ۲۲۷ - ۳۷۱
شیر شاہ سوری - ۳۲ - ۹۷ح - ۱۳۵ح
شریف مکی (علاءالدین) ۳۱ - ۳۰۹ - ۳۱۰
شمس الدین بھنگرہ سلطان - ۳۰ - ۳۱ - ۲۷۳ح
شہاب الدین سلطان (غوری) ۲۶ -

اسمائے رجال

۲۷ح - ۳۸۷
شبلی - ۹۴ح
شفیق بلخی (بن ابراهیم بلخی) ۹۳ح
شجاع ، شاه (کرمانی) ۹۲ح
شهاب‌الدین بن فخرالدین - ۸۵
شرف‌الدین یحییٰ منیری - ۸۵ - ۸۶ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۸۲ - ۲۸۲ح - ۲۸۳ح - ۲۸۵ح - ۲۸۶ح - ۲۸۷
شهاب‌الدین امام (مکی) - ۸۰
شیخ احمد کردی - ۷۶
شمس‌القادر - ۷۳
شیخ محمد بانیں پانوں - ۶۸
شیخ محمد جهنڈه - ۶۸ح
شهاب‌الدین قاضی - ۶۵ح - ۶۶ح - ۳۸۹ - ۲۹۰ح - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۹۴ - ۳۹۴ح - ۳۹۵ح - ۳۹۶ - ۳۹۷
شجاع شاه (سلطان) ۶۵ - ۱۳۸ - ۳۷۰ - ۴۲۱
شیخ محمد - ۶۳ - ۶۴
ششکار راجا - ۴۵
شمس‌الدین ایلتمش - ۱۲۰ - ۱۲۰ح - ۱۲۱ح - ۱۲۳ح - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۲۴۱ - ۲۴۱ح - ۲۴۲ح - ۳۸۷ح - ۳۹۲
شهاب‌الدین (پیر جگ جوت) ۱۶۲
شاه حسین ، مخدوم - ۱۶۱
شیخ پیاره - ۱۵۵ - ۱۵۶ح
شمس‌الدین فیروز شاه (سلطان) ۱۴۱ - ۱۴۲
شیام پرشاد (منشی) ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۴۰۶ - ۴۰۹
شهباز محمد ، بهاگلپوری (مولانا) ۱۷۵ - ۱۷۵ح - ۱۷۶
شاه میر (ڈهاکر پوش) ۱۷۳
شاه دوله ، شهید - ۱۷۱
شاه باگو (حفیظ‌الرحمان) ۴۲۳ - ۴۲۴
شاه نوری - ۴۲۳
شاه معظم دانشمند ، ۳۵۹
(شاه دوله)
مشهرالله ، ابوالقاسم - ۴۱۷
شهاب‌الدین مانکپوری ، شیخ - ۴۱۶
شیخ محمد - ۴۲۰
شمس‌الدین ، ابوالفتح - ۴۲۰
شیخ راجا - ۳۱۲
شیخ‌الاسلام ، گجراتی - ۳۱۲
شمس رفیع‌الدین ، مولانا ، ۳۱۱
شمس‌الدین شیخ (اودهی) ۳۱۱ - ۳۱۱ح
شیخ معروف ، دنیوی - ۳۱۱
شرف‌الدین محمود فروزانی - ۳۰۹ح
شهاب‌الدین (بن محمد) ۳۰۹

شمس‌الدین تبریزی - ۲۰۲ح
شرف‌الدین ، ابوتوامه - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۵ - ۲۸۳
شعیب ، شاه - ۲۴۲
شمس‌الدین یحیٰ (شیخ) ۲۰۳ح
شمس سراج عفیف ، ۲۱۱ح
شیخ شاه محمد دیوری - ۱۷۶
شاه علی عبدالقادر - ۱۷۷
شیر خان لودهی - ۱۸۱
شمس‌الدین دامغانی (مولانا) ۱۹۳ح
شاه علی بغدادی - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۲ح
شاه صوفی - ۲۵۱
شاه مبارک علی شاه - ۳۴۵
شاه لنگر - ۳۴۱
شاه درویش - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴

ص

صدرالدین ، شیخ (صاحبزاده شیخ بهاءالدین زکریا ملتانی) - ۱۱۶ح
صدرالدین ، شاه - ۸۵
صفی‌الدین شهید - ۳۸
صفی‌الدین گازرونی - ۲۷۸
صفی‌الدین ، شاه - ۱۶۳ - ۲۲۷ - ۲۳۹
صدرالدین ، شیخ - ۲۱۳ح
صدرالدین ، طیب ، شیخ - ۲۱۱ح
صدرالدین اندر پتی - ۲۰۵ح
صغیر حسین ، ڈاکٹر (معصومی) ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۵
صدرالدین ، شیخ - ۲۷۸ح
صفی‌الدین دانشمند - ۲۹۴ - ۲۹۸ - ۳۱۲

ض

ضیاءالدین ، قاضی (احمد سالار) ۱۶۳
ضیاءالدین یوسف - ۴۱۷

ط

طیغور شامی ، شیخ ، ۶۷ح
طفیل علی ، سیدنا - ۱۷۵ - ۱۷۶
طفی ، غلام - ۲۱۴ح
طاهر شیخ (ابن یوسف) ۴۳۰
طالب حسین ، مولانا - ۳۳۷

ظ

ظهورالدین محمود جلال - ۱۴۲
ظهیرالدین ، شاه ، مخدوم - ۲۵۳
ظفر خان غازی ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۱

ع

علی شیخ سنجری ، ۱۲۲
علی شیخ - ۱۲۹ - ۱۲۹ح - ۱۳۰ - ۱۳۲
عبدالحی (بن شیخ جمالی) ۱۲۵ح
عثمان مروندی (لعل شہباز قلندر) ۱۱۷ح
عبدالقادر جیلانی ، شیخ - ۳۹ح - ۱۱۳ح - ۳۰۴ - ۳۱۳ - ۳۶۳
عظیم الشان (شہزادہ) ابن محمد معظم ۱۰۷ - ۱۰۷ح - ۲۰۸ح - ۱۱۰ح - ۴۲۴ح
علی قلی خاں (شیر افگن) ۱۰۴
عبدالقادر بدایونی ، ملا - ۹۹ - ۹۹ح - ۱۰۰ح - ۱۰۱ - ۱۰۱ح - ۴۲۸
عبداللہ یافعی ، امام ۹۲ح
عسکری - ۹۷ح
عالمگیر اورنگ زیب ۹۶ح - ۱۰۰ح ۱۰۸ح
عبداللہ مہدی - ۹۲ح
عبدالجبار خاں ، نواب ۸۷
علاءالدین حسین شاہ (علی مبارک) ۲۹ - ۸۴-۸۴ح - ۲۶۰ - ۴۰۹ - ۴۰۹ح - ۴۱۰ح
علی مبارک - ۲۹
علی مردان خاجی ۲۸ - ۱۷۹ - ۱۷۹ح - ۱۸۱
عبدالکریم - ۱
عبدالقدوس گنگوہی ، شیخ ۴ (تعارف) ۲۹۴-۲۹۴ح - ۲۹۵ح - ۲۹۶ح
علی شیر (شیخ) ۱۴۴ - ۱۴۶ح
عبدالکریم - ۱۳۶ح
عبدالحی ، شیخ ۱۶۷ - ۱۶۷ح
عبدالرحمان کابلی - ۱۶۴ - ۱۶۶ح
عبدالرحمان ۴۳۰
عبداللہ - ۴۳۰
عثمان حکیم ، بوبکانی — ۴۲۹
عمادالدین محمد طارمی — ۴۲۷ح
عمادالدین علوی گجراتی — ۴۲۷ح
عبدالمالک ، چودھری — ۱۴۸ - ۱۵۳
عمر ، فاروق رض (حضرت) ، ۲۶۶ح
عثمان ہارونی ، خواجہ - ۳۰۷ح - ۳۰۸ح - ۴۱۹ - ۴۱۵
عبداللہ یافعی ، امام - ۲۷۹
علی رضا ، امام - ۳۰۶
عبدالرزاق [illegible] ، شیخ - ۳۰۶
علاءالدین محمد — ۳۰۱
عنایت اللہ معصوم بن طاہر — ۴۰۷
عبدالوہاب متقی ، ۴۰۲ح
عبدالحق ، شیخ ، محدث دہلوی ۱۸۳ - ۳۱۴ - ۴۰۱ - ۴۰۲ح
[illegible] - ۳۷۵

اسمائے رجال

عبدالرحیم ، شہید ، شاہ ، ۳۷۵
عمر ، شاہ - ۳۱۹
عثمان ، بنگالی ، مولانا ، ۳۱۷ - ۳۱۸
عبدالقادر بدایونی ، ۳۱۸
عبدالغنی ، شاہ - ۸۰ ح
عبدالعزیز شاہ ۷۵ - ۷۷ - ۷۷ ح - ۷۹ ح - ۸۰ ح
عبدالقادر ، شاہ - ۷۷ ح - ۷۹ ح - ۸۰ ح -
عافیہ ، بی بی - ۷۷ ح
عبدالحئی ، مولانا - ۷۷ - ۷۷ ح - ۷۹ ح - ۸۰ ح
عبداللطیف علوی ۷۵ ح
عزیزاللہ شاہ - ۷۱
عبدالمقتدر شریحی الکندی ۶۵ ح -
عبدالحی - ۶۵ ح
عبدالرحمان - ۴۷
عبدالرحیم خانخانان - ۴۷
علاءالدین ، علاءالحق بنگالی ، شیخ ۳۷ - ۳۹ - ۱۶۱ - ۲۶۵ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۳ ح - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۳۱۰ - ۳۱۴ - ۳۶۲ - ۳۸۵ - ۳۸۷ - ۳۹۱ - ۳۹۵
عبداللہ کرمانی - ۳۵
علاءالدین (علی مبارک) سلطان ۳۰ - ۱۳۴ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۲۱۶ ح -
علاءالدین اصولی (مولانا) ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۱ ح - ۱۹۳ ح -
علی ، شیخ (شہزادہ عین) ۱۵۳
علی متقی ، ۴۲۸ ح
عبدالغفور (نساخ) ۱۴۹ - ۱۵۲ - ۳۲۵
علاءالدین ادری ، ملا - ۳۱۷
عزیزاللہ طلبنی - ۳۱۷ ح
عبدالوہاب ، دانشمند ، ۳۵۹
عبداللہ ، شطاری ، شاہ - ۳۴۹ - ۳۴۹ ح ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲
عبدالباطن - ۳۳۸ ح
عبدالعزیز مولانا - ۳۳۷
عمدہ ، بی بی - ۳۳۶
عائشہ بی بی - ۳۳۶
عبدالاول - ۳۳۶
عطاءاللہ محمود التجاری - ۳۸۷
علاءالدین خلجی ، سلطان - ۴۰۱
عبداللہ قدسی - ۴۱۱ ح
عین‌الدین ، ملک - ۴۱۱
عبدالعزیز شیخ - ۳۹۱ ح
عین‌الدین قصاب - ۳۹۱
عبدالرحیم شہید ، شاہ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۴
عمر شاہ ، نواکھالی - ۳۰۹
عبداللہ ، صوفی - ۳۲۱
علی قلی بیگ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳
عمادالملک ، ملک - ۱۴۵ ح

عبدالرزاق ، سید - ۳۶۹
علاءالدین علی احمد صابر کلیری ، ۳۷۲ ح
عبدالمقتدر قاضی - ۲۸۹ ح
عبدالسلام ، هروی ، شیخ ، ۳۱۱
عبدالرزاق (نورالعین) - ۳۱۱
عبدالوهاب ، سید - ۳۱۲
علم‌الدین جائسی ، مولانا ۳۱۲
عبدالرحمٰن خجندی (شیخ) ۳۱۱
عزالدین خلجی ملک - ۱۷۹
عبدالغنی ، نواب - ۲۶۲
عطاء ، مولانا - ۲۵۹ - ۲۶۰
عبدالله ، شیخ (کرمانی) ۲۵۷
عبدالله ، شاه (گجراتی) ۲۵۵
عبدالرحمان (سید) ۲۲۷
عبدالمقتدر تهانیسری - ۲۱۱ح
عبدالاطین یزدی (شیخ) ۲۰۶ح
علی - ۱۹۳
عبدالله مجددی - ۴۲۳
عبدالقدوس قلندر جون پوری - ۴۲۰ح

غ

غیاث (مرزا) ۱۰۴ح
غلام علی ، شاه - ۷۵ - ۷۵ح - ۷۶ - ۷۷
غیاث‌الدین - ۳۰
غیاث‌الدین (اعظم شاه) ۳۵۳ - ۳۵۳ح - ۳۸۵ - ۳۸۵ح - ۳۸۶ح - ۱۸۰ح - ۳۵۰ح - ۳۵۱
غلام علی چڑیا کوٹی ، حافظ - ۳۳۰ح
غلام حسین - ۳۳۰ح
غلام‌الدین (مولانا) ۲۹۶
غوثی مانڈوی - ۱۴۲ - ۱۴۵ - ۳۱۵ - ۳۸۹
غیاث‌الدین بلبن (سلطان) ۲۴۲ - ۲۴۲ح - ۲۴۳ - ۲۴۴
غیاث‌الدین تغلق ، سلطان - ۲۱۳ح
غلام شریف ، مولانا - ۳۳۷
غلام محمد مجددی - ۴۲۳

ف

فریدالدین گنج شکر (بابا) ۱۲۳ح - ۱۵۶ - ۱۹۴ح - ۱۹۵ح - ۲۰۲ح - ۲۰۶ - ۲۶۵ - ۲۶۵ح - ۲۶۶ح - ۲۶۸ح - ۲۶۹ - ۲۷۰ح - ۲۷۱ح - ۳۳۹ - ۳۸۸ح - ۳۹۰ح
فریدالدین ، عطار شیخ ۱۱۸ - ۱۱۸ح - ۱۱۹ - ۱۱۹ح
فخرالدین عراقی - ۱۱۷ح
فرخ سیر - ۶۱ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۰ح
فیضی - ۱۰۰ح
فخرالدین ، شهاب‌الدین امام مکی -

۸۴ح - ۸۵
فتح شاہ - ۳۱ - ۶۳ - ۶۳ح
فیروز شاہ سلطان - ۳۰ - ۲۴۷ - ۲۴۷ح
فخرالدین سلطان - ۲۹ - ۸۴ - ۸۸ - ۱۳۶
فصیح الدین بلخی - ۲۷ح
فرید شاہ - ۴۸
فیضی - ۴۶
فریدالدین عطار - ۳۵ح
فضل احمد - ۱۴۲ح
فیروز رجب ، ملک - ۱۳۶
فخرالدین (سید) ۲۳۱
فیروز شاہ (جلال الدین خلجی) - ۲۴۷ - ۲۴۷ح - ۲۵۱
فیض اللہ ، مولانا - ۳۳۷
فخرالدین عراقی - ۳۰۲
فیروز شاہ تغلق - ۱۸۷ - ۲۱۰ح - ۲۱۱ح - ۲۸۱ح - ۲۸۶ح - ۳۹۴ح
فخرالدین ہانسوی (مولانا) ۲۰۱ح
فخرالدین رازی (مولانا) ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ح - ۲۰۲ح - ۲۰۳ح - ۲۰۴ح - ۲۰۵ - ۲۰۵ح
فیض اللہ ، قاضی - ۳۱۶
فریدالدین سالار عراقی - ۳۱۷
فرہاد شیخ ، ۳۷۵ح - ۳۷۶ح

ق

قطب الدین بختیار کاکی (خواجہ) - ۱۲۰ - ۱۲۰ح - ۱۲۱ - ۱۲۱ح - ۱۲۲ - ۱۲۲ح - ۱۲۳ - ۱۵۶ح - ۲۳۱ح - ۲۶۶ح - ۲۶۷ح - ۳۰۸ح - ۳۸۷ح
قطب الدین ایبک سلطان - ۲۶ح - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸
قلا خاں - ۲۹ - ۱۳۶ -
قطب الدین خاں - ۱۰۴
قادل خاں - ۸۸ - ۸۹
قتل پیر - ۳۲۷
قمرالدین ، شاہ - ۳۲۴
قطب شاہ - ۲۱۷ح
قطب الدین دبیر (خواجہ) ۲۰۳ح - ۲۰۴ح
قدرت اللہ ردولوی ، مولانا - ۳۳۰

ک

کمال الدین محمد (یمانی) - ۱۱۶
کام بخش - ۱۰۸ - ۱۰۹ح
کریم الدین - ۱۰۸ - ۱۰۹
کامران - ۹۷ح
کرم الدین - ۵۵
کافور ملک - ۵۲
کنس (گنیش) راجا - ۳۰ - ۳۷ - ۵۷ - ۱۸۹ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۶ - ۳۹۶ح - ۳۹۸ - ۳۹۹
کمال الدین (سید) - ۱۲۰ح

کرامت علی جونپوری (مولانا) -
۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۴ح
کاکو شاہ - ۳۳۹
کلال ، میر سید - ۳۰۶
کبیر ، شیخ - ۲۸۹
(سدھر پوری)
کیدار - ۲۱۵
کمال الدین ، خواجہ ، احمد آبادی -
۲۱۲ح
کالی - ۲۱۹
کیکاؤس ، سلطان - ۲۵۱
کمال الدین یعقوب - ۱۹۶ح
کرشن - ۲۳۶
کابلی شاہ - ۳۴۵
کمال الدین عزاللہ - ۴۱۷
کریم اللہ ، سید - ۱۸۵
کمال ، بی بی - ۱۶۲

گ

گدائی (شیخ) - ۱۲۵ح
گوہر (مطربہ) - ۱۲۴
گنیش ، راجا - ۱۶۱ - ۳۸۶ح
گیسودراز ، خواجہ - ۱۵۵ - ۱۵۶ -
۲۱۲ح - ۳۰۹ح - ۱۵۶ح
گوبند (گوڑ) راجا - ۱۴۱ - ۱۴۳ -
۱۴۴ح - ۱۴۹ - ۱۵۰

ل

لکشمن سین - ۲۹ - ۳۳ - ۱۳۳
لکھمن سین - ۲۵
لقیت اللہ - ۳۷۶

م

محی الدین (ابن عربی) - ۱۱۴ح -
۳۱۳ - ۳۱۴ح
محمد غوری سلطان - ۲۶ح
محمد اعظم - ۱۰۸
محمد معظم (بہادر شاہ اول) ۱۰۷ح -
۱۰۸ح - ۱۰۹ح
مبارک ، شیخ - ۹۹ح
محمد اشرف (بساوری) ۹۹ح
محمد مکی (سید) ۹۹ح
ملوک شاہ - ۹۹ح
ماہم بیگم - ۹۷ح
مراد (شہزادہ) - ۹۶ح
مظہر حسین ابن شاہ (ثناءحسین) -
۸۷ - ۸۹
مہیشا ، راجا ۸۴
محمد بن علی شوذبی - ۷۹ح
محمد عرفان ، سید - ۷۶
محمد جان باجوری (شیخ) - ۶۵ح
مظہر جان جاناں - ۵۷ح
مرشد علی ، قادری - ۴۳

مبارک ملا - ۶۴
محمد یوسف (شیخ) ۶۳ - ۶۴
محمد عبدالرحیم (ڈاکٹر) - ۵۴ح -
۱۸۵ح - ۲۵۲ح
مبارک شیخ - ۴۶ح
مجدد الف ثانی - ۳۹ - ۱۶۳ - ۱۶۴ح -
۱۶۵ - ۱۶۶ح - ۳۲۱ - ۳۲۱ح -
۳۲۲
ممشاد دینوری - ۳۵ح
معین‌الدین چشتی خواجہ - ۳۴ -
۳۵ - ۳۶ح - ۱۲۰ح - ۲۶۶ح -
۳۰۷ - ۳۰۸ح
محمد خاں - ۳۲
محمود سلطان - ۳۱ - ۳۲
محمود شاہ سلطان - ۳۱
محمد سلطان رومی شاہ - ۲۹
محمد بن بختیار - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹
محمد ، حضرت ، ۵ (تعارف) -
مبین‌الحق صدیقی، ۳ (اظہار تشکر)-
محمد اکرام شیخ ، ۲ - ۱۴۵ - ۱۵۲-
۳۵۹ ح ۴۱۵ -
معزالدین سام سلطان ۲۶ (مقدمہ)
ملک اعزالدین - ۱۲۰ -
منصور (حلاج) ۱۱۸ ح -
مہر علی (سیدنا) ۱۷۶ - ۱۷۷
معاذ بن جبل رض (صحابی) ۱۷۱
مقبول خاں (وزیر زادہ) ۱۵۳
محمد عبیدالحق ، مولانا - ۱۵۲ - ۱۵۳
مظہرالدین احمد - ۱۵۱
محمد غوث ، سید - ۱۴۷ ح
محمد ابراہیم - ۱۴۶ -
محمد (والد شیخ جلال مجرد) ۱۴۵
محمد شاہ ، سلطان - ۱۳۶
مرابط خاں - ۱۳۵
محمد قربان - ۱۶۵ ح
محمد احسان‌اللہ عباسی - ۱۶۵ ح
مظفر حسین (مولوی) ۱۶۵ ح
مولانا خواجہ - ۳۱۱ -
مظفر شاہ - ۳۰۹
مرتضیٰ خاں ، نواب ۳۲۹-۳۲۹ح
محمد افضل عثمانی (شیخ) ۳۱۹-۳۱۹ح
۳۲۰ ح
محمد ، شیخ (بن جلال گجراتی) -
۳۲۰
محمد دین شیخ - ۳۲۰ -
مخصوص خاں - ۳۲۲ -
محمد غوث گوالیری ، شیخ - ۳۲۸ -
محمود سلطان ، گجراتی - ۳۲۸ ح -
محمود شاہ (شاہ نتھن) ۳۱۸ -
محمد عطاء کردی - ۳۱۷
منہاج‌الدین کردی ، مولانا - ۳۱۷
معین‌الاسلام اودھی - ۳۱۷
محمد اسیر بدھا - ۳۱۶
مسعود(سید)بن ظہیرالدین فتح پوری
۳۱۶
محمد سدھوری ، قاضی - ۳۱۲

اسمائے رجال

معروف ، دھلوی ، شیخ - ۳۱۲
محمد صغیر شاہ - ۳۵۳ - ۳۵۴
محمد علاء بنگالی ، شاہ (شیخ قاضن شطاری) ۳۴۹ - ۳۵۱ - ۳۵۲ ح
محمد بن مبارک کرمانی - ۲۰۵ ح
معزالدین کیقباد ، سلطان - ۱۹۶ ح
مانسنگھ ، راجا (شیخاوت) - ۲۳۲
محمد طاہر (سید) ۲۲۷
مظفر شاہ ۲۱۸ ح
مظفر - ۲۳۰
محمد خاں - ۲۳۹ - ۲۴۰
محمد اسحاق - ڈاکٹر - ۲۴۱
مانسنگھ (راجا) ۲۳۳
مفیدالرحمان (مولانا) ۲۲۱
ملک مرجان ۲۱۷ - ح -
محمد افتخار گیلانی (مولانا) - ۲۰۶ ح-
محمود یحییٰ (شیخ) ۲۰۶ ح
محمد عاشق ، (شیخ) ۳۴۹
محمد عارف شیخ - ۳۴۹
مسکین ملا - ۳۴۵
منہاج‌الدین ترمذی ، مولانا - ۲۶۶ح
محمد ابراہیم (والد حضرت اشرف جہانگیر سمنانی) ۲۷۵
محمد بہاءالدین (والد مولانا روم) ۳۰۰ح
محمد تغلق (فخرالدین چونا ، سلطان) ۲۰۳ - ۲۱۰ح - ۲۱۱ح - ۲۱۳ - ۲۱۴ح - ۲۸۱ح - ۲۸۶ -
محمود ، سلطان ، غازی - ۲۹۹
محمد سدھوری ، قاضی - ۲۹۷ح
مولانا محمد فرغلی - ۲۹۵
محمود (ملک‌الامرا) ۲۹۳
محب‌اللہ (مولانا) ۲۱۲ح
محسن اولیاء ، شاہ - ۳۴۷ - ۳۴۸ح
معصومہ بی بی - ۳۳۶
محمد عمر - ۳۳۶
محمد حامد ، حافظ - ۳۳۶
محمود حافظ - ۳۳۶
محمد عبداللہ ، سید ، رضوی - ۳۲۵
محمد ایوب قادری - ۳۲۳ح
مراد بن عبداللہ شیخ - ۳۲۲ح
محمد معصوم خواجہ - ۳۲۱ - ۳۲۱ح ۳۲۲ح
مہرالنساء - ۱۸۵
موسیٰ ، حضرت - ۱۸۰
مخدوم الملک - ۳۱۷ح
میاں حاتم - ۳۱۷ - ۳۱۷ح - ۳۱۸
مراد خاں - ۴۰۸
موسیٰ گیلانی ، سید ۴۰۲
محمد منگن ، شیخ - ۴۰۱
مبارک شاہ - ۳۹۴ح
معین‌الدین عباس ، شیخ - ۲۹۲
محمد عطا - ۳۹۰ح
مہدی ، شاہ - ۲۶۲ ح - ۲۸۱ - ۳۸۱
مؤکل ، قاضی - ۳۷۹
منعم پا دباز ، شاہ - ۳۷۵ - ۳۷۵ح

اسمائے رجال

۳۷۶ - ۳۷۶ح
محمد دائم صوفی ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷
مرتضیٰ شاہ ، سید (مرتضیٰ انندا)
۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۲ - ۳۷۲ -
۳۷۲ح -
مراد ، شہزادہ - ۳۷۱ ح
معظم دانشمند (شاء دولہ) ۳۵۹ -
۳۶۰
میرک بن فصیع الدین ہروی - ۳۷۱
مخدوم شاہ - ۳۶۱ - ۳۶۳ - ۳۶۴ -
۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۷ح
محمد رفیق (شاہ) ۳۵۹
مبارک ، شیخ ، گجراتی - ۳۱۲

ن ،

نظام الدین محبوب الٰہی (خواجہ)
۳۵ - ۱۱۶ح - ۱۲۹ح - ۱۳۱ -
۱۳۱ح - ۱۹۳ - ۱۹۴ح -
۲۰۱ح - ۲۰۶ح - ۲۰۷ح -
۲۶۵ - ۲۶۹ح - ۲۷۰ح -
۲۷۱ح - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۸۴ح -
۳۸۸ح - ۳۸۹ح
نصیب شاہ - ۳۱ ۳۲
ناصر شاہ - ۳۱ - ۱۳۴ح
ناصرالدین - ۳۰ - ۴۹
نرسنگھ دیو - ۴۸ح
نعمت اللہ بت شکن - ۲۹ - ۴۸ -
نعمت اللہ قادری شاہ - ۳۹
نور جہاں (مہرالنساء) ۱۰۴ح -
۱۰۵ح
نور محمد کلہوڑا ، میاں - ۶۸ح
ناصرالدین (خواجہ ابوعبیداللہ
احرار) ۹۶ح
نظام الدین (دخرجردی) ۹۶ح
نظر بیگ (چیلہ) ۹۶ح
نظام الدین قاضی - ۶۵ح
نصرت شاہ (ناصرالدین) ۶۴ - ۱۳۵ -
۲۱۶ - ۲۱۶ح - ۲۱۷ح - ۲۱۸ح
نور قطب عالم (نوالحق والدین)
۳۷ - ۳۹ - ۵۷ - ۱۸۳ - ۱۸۹ -
۲۷۵ - ۳۸۵ - ۳۸۶ح - ۳۹۱ح -
۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ -
۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ -
۴۰۱ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ -
۴۰۷ - ۴۰۹ - ۴۱۰ح - ۴۱۱ -
۴۱۳
نجم الدین صغریٰ (شیخ الاسلام)
۱۲۱ح - ۱۲۳ - ۱۲۳ح - ۱۲۴ -
۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۳۱ -
۱۳۲ح
نجم الدین (ہروی) سید - ۱۱۷ح
نصیرالدین (سپہ سالار) ۱۵۰،
نصیرالدین حیدر - ۱۴۴
منصف

نورالهدیٰ ، شیخ ، ۱۴۴ - ۱۴۴ح
نعمت‌الله ، شاه ولی ، ۱۳۸
نعمت‌الله - ۱۳۴
نصیرالدین محمود ، شیخ - ۱۳۱ح - (چراغ دهلی) ۲۰۱ح - ۲۰۱ - ۲۰۱ح - ۲۰۳ - ۲۰۵ - ۲۰۶ح - ۲۰۷ح - ۲۰۸ح - ۲۰۹ح - ۲۱۰ح - ۲۱۱ - ۲۱۲ح
ناصرالدین محمود ، سلطان - ۲۶۸ح - ۲۷۰ح
نظام‌الدین ، مولانا - ۲۸۱
نعمت‌الله - ۳۶۹
نظربیگ ، چیله - ۳۷۱ح
نورالعارفین - ۳۵۹
مزمی بی بی - ۳۴۷
نورشاه - ۳۴۵
نسیم ، قاری - ۳۳۰
نصیرالدین ، شاه - ۳۲۴
نجیب‌الدین فردوسی (شیخ) ۲۸۴ - ۲۸۵
نعمت‌الله قادری فیروزآبادی - ۴۱۹ - (جلال‌الدین) ۴۳۱
نظام‌الدین شیخ - ۴۱۸
نصیر خاں لوهانی - ۴۱۸
نصیرالدین محمود ، شیخ - ۴۱۷
نصرالله - ۴۲۷ح
نوری ، شاه - ۳۸۱ - ۴۲۳ - ۴۲۵
نصرت‌الملک نصرت جنگ (نواب) ۲۶۲ح - ۲۶۲
نبی بخش خاں بلوچ (ڈاکٹر)۱۸۱ح
نجیب‌الدین ، متوکل - ۱۹۴ح - ۲۶۹ح
نصیرالدین محمود شاه اول ، سلطان - ۳۰۵ - ۳۰۶
نجم‌الدین ، شاه - ۳۲۴
نصیرالدین ، سید ، ۲۴۵
مقطعه دار ، لاهور
نظام‌الدین صدیق ، اودهی - ۳۱۱
نجم‌الدین اصفهانی شیخ - ۳۱۱

و

وجیه‌الدین علوی شیخ - ۱۴۲ح - ۴۲۷ - ۴۲۷ح - ۴۲۸ح - ۴۲۹
ولیم فرنکن (میجر) ۱۳۷
وفا ، راشدی ، ۳۱۴ - ۴۰۵ - ۴۰۵ح
وجیه‌الله ، شاه - ۳۷۷
ولی‌الله ، شاه صوفی - ۳۷۷

ه

هنٹر ، مسٹر - ۱۵۲
هایوں - (نصیرالدین) ۹۶ح - ۹۰ح - ۹۸ - ۹۸ح ۱۲۴ح - ۱۳۵ح - ۲۱۵ح - ۲۱۷ح - ۲۹۵ح -

ا ۳۷ح
هیبت‌الله بن نورالله شیخ - ۷۹
هارون رشید - ۴۷ - ۳۵۹
خلیفه
هلاید امسرا (پنڈت) ۳۴ - ۱۳۳
هانسو - ۳۲
هانت مین - ۲۵
هزیرالدین ارنب - ۲۶
هاشم شاه (سید) - ۹۸ح
هلال طشت‌دار - ۱۹۴ح
هاجره بی بی - ۳۳۶
هری داس - ۲۳۳
هدایت‌الله عرف صوفی حسن - ۳۲۱

ی

یحیٰ بن معاذ - ۹۲ - ۹۲ح - ۹۳ح
یوسف بن حسین رازی واعظ - ۹۲ح
یمین‌الدین ، شیخ - ۶۷ح
یوسف شاه - ۳۱ - ۶۳
یسین سلمانوی - ۱۷۶
یدالله (سید) ۱۵۵ - ۱۵۶ح
یوسف ، شیخ بنگالی - ۴۲۷ - ۴۲۹ - ۴۳۰
یوسف حسینی ، شیخ - ۲۱۳ح
یوسف سلطان بن باربک - ۴۰۸

اسمائے اماکن و بلاد

الف

آسام - ۳۲۹ - ۳۳۳ - ۳۳۵ - ۳۷
اعظم گڑھ - ۳۳۵
اعظم پورہ - ۳۷۶
ایران - ۳۵۱
اندلس - ۳۱۳
اجمیر - ۳۸ - ۹۵ - ۲۰۲ح - ۳۰۸ح
افغانستان - ۳۶
آچ ۱۳۷ح - ۲۸۰ح - ۲۸۱ - ۲۸۲
اکنالہ - ۲۱۷ح
احمد آباد - ۱۳۵ح - ۱۳۶ - ۲۱۲ح
اوسا - ۲۷۸
اسکندرہ - ۲۷۸
الیگزنڈرہ - ۲۷۸
اجودھن (پاک پٹن) ۱۹۴ح - ۱۹۵ح - ۲۰۲ح - ۲۰۶ح - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۳۰۶ -
اودھ - ۱۳۴ - ۲۰۶ح - ۲۰۸ح - ۲۹۴ح
اوش - ۱۲۰ح
آگرہ - ۹۸ - ۹۹ح - ۱۰۳ - ۱۰۸ - ۱۶۶ - ۲۸۵ح
اکبر آباد - ۳۷ - ۹۹ - ۱۰۰ - (آگرہ) ۱۶۳
اکوڑہ - ۷۸
اوند بہار - ۲۷ح
اوڑیسہ - ۴۵ - ۵۴ - ۲۳۳ - ۲۴۴
اسیر گڑھ - ۳۷ح

ب

باغ دلکشا - ۳۸۴
بھاگرتی (نہر) - ۳۲۳ح
بنگال - ۲۵ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۵ - ۴۵ح - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۱ - ۵۳ - ۵۶ - ۵۹ - ۶۳ - ۶۷ - ۷۱ - ۷۸ - ۸۴ح - ۸۵ - ۹۱ - ۹۲ - ۱۰۴ - ۱۰۷ح - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۳ح - ۱۳۴ - ۱۳۵ح - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۴۱ - ۱۴۳ - ۱۴۴ح - ۱۵۱ - ۱۵۹ - ۱۶۱ - ۱۶۹ - ۱۷۱ - ۱۵۹ -

اماکن و بلاد

۱۷۹ح - ۱۸۵ - ۱۹۱ - ۱۹۳ -
۲۱۰ - ۲۱۰ح - ۲۱۷ح -
۲۱۸ح - ۲۲۰ح - ۲۲۳ -
۲۲۴ - ۲۲۶ - ۲۲۹ - ۲۳۱ -
۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۹ - ۲۴۳ -
۲۴۴ - ۲۴۴ح - ۲۴۷ - ۲۵۱ -
۲۵۷ - ۲۵۹ - ۲۶۵ - ۲۷۱ح -
۲۷۲ح - ۲۸۷ - ۳۱۴ -
۳۲۰ - ۳۲۹ - ۳۳۳ - ۳۳۴ -
۳۳۵ - ۳۴۵ - ۳۵۰ - ۳۵۲ -
۳۵۳ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۷۰ -
۳۷۵ - ۳۷۹ - ۳۸۳ - ۳۸۵ -
۳۸۵ح - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۵ -
۳۹۶ - ۴۰۸ - ۴۱۰ح - ۴۱۹ -
۴۲۳ح
بغداد - ۱۱۶ح - ۱۱۹ - ۱۷۵ -
۲۴۲ح - ۲۶۱ - ۲۶۶ - ۳۰۵ح
- ۳۵۹ -
بڈھا کھیڑا - ۲۴۸
بدخشان - ۹۷ - ۲۶۶ح
بیت المقدس - ۱۱۶ح
بشر ہاٹ - ۱۸۵
بوگرہ - ۲۲۶ - ۲۲۷
باقر گنج - ۲۱۹
بارہ بنکی - ۲۰۶ح - ۲۹۵ح
بخارا - ۱۱۶ح - ۱۸۲ - ۱۹۳ -
۲۷۷ - ۳۰۶ -
بخشی بازار - ۸۳ - ۸۹
بندڑا - ۴۵
بلوچستان - ۱۱۶ح
بلخ ۳۸ - ۹۲ - ۹۳ ۱۱۸ح - ۲۲۵ -
۳۰۱ح
بندر بازار - ۵۹
بھاگرتی (ندی) - ۴۷۷
برھا - ۴۵
بساور - ۹۹
بندر دیوہ محل - ۱۳۳ - ۱۳۴
بھڑوچ - ۱۴۵ح
بھکر - ۱۴۷ح
بالا کوٹ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۱
بانکورا - ۱۷۶
بیربھوم - ۱۷۶ - ۲۵۷
بردوان - ۶۱ - ۱۰۴ - ۱۰۷ - ۱۰۸ -
۱۶۳ - ۱۷۶ - ۳۴۴
بدایوں - ۹۹ - ۱۰۱ - ۱۲۵ح - ۱۲۶ -
۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۲۹ح - ۱۳۰ح -
۱۳۱ - ۱۳۲ح - ۱۹۳ - ۲۴۱ح
بسطام - ۹۶
باریسال - ۲۶۲ ح - ۳۳۴
بنارس - ۲۹۸
بہار - ۲۶ - ۲۷ - ۲۷ح - ۲۸ - ۲۹ -
۳۲ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۹ -
۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۲۵ح - ۲۱۵ح -
۲۸۲ - ۲۸۶ح - ۲۸۷
بھسیا (ضلع آرہ) ۲۸۵ ح
باگھا - ۳۵۹ - ۳۶۰

بریلی - ۳۶۹
برہان پور - ۳۳۰

ب

پانڈوندی - ۳۸۳
پٹنہ - ۲۷ - ۱۰۷ - ۲۸۲ - ۳۷۵
پانی پت - ۲۳۸ - ۳۳۷
پنڈوہ - ۱۳۲ - ۱۳۴ - ۱۳۷ - ۱۸۹ -
۱۸۹
پبنہ - ۱۷۱
پٹیہ - ۱۵۹ - ۱۶۰
پنجاب - ۷۸

ت

تہری - ۲۱۴ح
توران - ۳۵۱
ترکستان - ۱۲۰ - ۱۴۴ - ۱۴۸ح
تبریز آباد - ۱۳۵
تکیہ ملا شاہ - ۳۴۵
ترکستان - ۲۷۵ح - ۳۰۷
تربینی - ۲۴۹ح - ۲۵۱
تبریز - ۱۱۳

ٹ

ٹونک - ۷۷
ٹھٹھہ - ۲۱۰ح - ۲۱۴ح
ٹانڈہ - ۱۳۵

ج

جونپور - ۳۲ - ۸۵ - ۲۱۷ح -
۲۸۹ح - ۲۹۱ح - ۳۹۳ح - ۳۲۹ -
۳۳۲ - ۳۹۵ح - ۳۹۷ - ۴۲۰
جیل (جیلان - گیلان) - ۴۰
جدۃ الغربی (جبلہ) - ۳۹
جنت آباد - ۲۱۵ح
جمنا - ۲۰۲ح
جھنگ سیالاں - ۲۱۴ح
جنگی پور - ۳۷
جہاری ڈول - ۳۴۷

چ

چندنگ (چانداہ) - ۶۷ - ۱۰۳ - ۲۱۳ح -
۱۵ - ۱۶ - ۱۱ - ۸۹ - ۱۵۹ -
۲۳۰ - ۳۱۹ - ۳۲۷ - ۳۴۵ -
۳۴۷ - ۴۰۵ - ۴۰۹
چاند پور - ۱۵۹ - ۳۴۵
چوٹی - ۸۷ - ۱۹
چکلہ شالہ - ۲۳۰

خ

خراسان - ۲۶ - ۹۲ - ۲۱۰ح -

۱۲۰ - ۲۰۶ح
ختلان - ۹۳

د

دھلی - ۲۶ - ۷۹ - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۳ح - ۱۲۵ح - ۱۲۹ - ۱۳۲ - ۱۳۶ - ۱۳۵ح - ۱۵۹ - ۱۶۴ - ۱۸۵ - ۱۹۳ح - ۱۹۶ - ۲۶۶ - ۲۶۷ح - ۲۶۸ - ۲۰۰ح - ۲۰۱ح - ۲۰۳ح - ۲۰۸ح - ۲۰۹ح - ۲۱۳ح - ۲۱۴ح - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ح ۲۶۶ح - ۲۶۷ح - ۲۸۲ - ۲۸۳ح ۲۸۴ - ۲۸۹ح - ۳۰۷ - ۳۰۸ح - ۳۷۹ - ۳۸۸ - ۳۰۱ح
درگاہ پاڑہ - ۳۶۶
دولت آباد - ۲۱۳ ح - ۲۸۹ح -
دمشق - ۲۲۶ - ۳۰۳
دارالخیرات - ۲۵۱
دکن - ۲۵ - ۴۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۲۱۳ ح - ۲۳۳ ح -
دیوگیری - ۲۰۳ ح - ۲۱۳ ح -
دیناج پور - ۸۴ - ۸۴ ح -
دیو تالہ - ۱۳۴
داتا گنج - ۱۰۱ ح
دیو کوٹ - ۲۸
دارالامان - ۲۹۴

ڈ

ڈھاکہ - ۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۷ - ۲۶۱ - ۲۶۲ح - ۲۶۳ - ۳۲۱ - ۳۲۴ح - ۳۲۵ - ۳۴۱ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۸۴ -

ر

راج شاہی - ۳۷-۶۵ - ۸۸ - ۱۵۳ - ۲۲۹ - ۲۳۷ ح - ۲۷۱ ح - ۳۴۸ح - ۳۵۹ - ۳۶۱ - ۳۶۵ - ۳۶۶ -
رائے بریلی - ۷۷
رنگ پور - ۵۴ - ۳۳۵
رام پال - ۵۲
راڑ - ۴۵
روم - ۳۰۳ ح
رام بولیا - ۳۶۱ - ۳۶۵
ردولی - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۷ ح -
روح آباد - ۲۹۳ ح

س

سنار گاؤں - ۲۹ - ۴۹ - ۶۳ - ۶۴ - (بنگا) - ۱۸۹ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۴ح - ۲۳۵ - ۲۳۵ - ۲۷۴ - ۲۸۳ ح ۳۹۸ -

-۳۹۹
ستگرام - ۴۹ - ۲۴۹ ح -
سہلی - ۲۶
سہلت - ۲۶
سہستان - ۹۷
مدکانیہ - ۱۱۱
سرائے باجو - ۱۰۸ح
سندھ - ۱۱۶ح - ۲۳۲
ساگرتال - ۹۵
سہا - ۴۵
سفید محل ۲۸
سرہند - ۱۶۳ح - ۱۶۴ح
سیالکوٹ - ۱۶۳ح
سری مائی (دریا) ۱۶۰
سلہٹ - ۳۴ - ۳۵ - ۱۴۱ - ۱۴۳ -
(سرہت) ۱۴۴ - ۱۴۴ح - ۱۴۹ -
۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳
سیوان (سیوستان) ۸۷ - ۸۹ - ۲۶۶ح
سارن چھپرہ - ۸۷ - ۸۹
سرحد - ۷۸
ساتگاؤں - ۲۳۱
سونہ مسجد - ۲۱۷ح
سعداللہ پور - ۲۲۶
سامانہ - ۲۰۱ح
ستی ببرگھاٹ (تالاب) - ۱۷۱
سرائے فیروز - ۳۹۶

سنکھا (دریا) - ۳۴۷
سلطان پور - ۳۳۵
سنبھل - ۳۱۷
سمرقند - ۳۰۷
سجستان - ۳۰۷ح
سمنان - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۳۰۶
سہارنپور - ۲۹۵ح

ش

شام - ۳۸ح - ۹۵ - ۳۰۳
شاہ آباد - ۲۹۵ح
شہزاد پور - ۱۷۱
شریف آباد - ۱۶۳
شاہدرہ - ۱۰۵

ط

طرب آباد - ۲۱۳ح

ظ

ظفر آباد - ۲۱۹

ع

علاءالدین پورہ - ۳۰۹

کالی سندی (گاؤں) ۲۱۹ - ۲۲۰
عجم - ۱۲۵
عرب - ۱۲۵ح
عراق - ۱۱۳ - ۱۲۵ح - ۳۰۷ح
عبادان (جزیرہ) ۲۱۳ح
عظیم آباد - ۱۰۷
عطا پور - ۱۰۱ح
عمر کوٹ - (سندھ) ۹۸

غ

غزنی - ۲۸۹ح - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۲۶۶
غازی پور - ۳۳۵
غیاث پورہ - ۱۹۶ح - ۱۹۷ح - ۲۰۲ح
غور - ۲۶

ف

فیروز پور گوڑ - ۳۱۹

ق

قلعہ چتوڑ - ۳۵۱
قتل گنج - ۳۲۷
قطب مینار - ۲۴۸
قتال پور - ۸۷
قنوج - ۳۸
قندھار - ۹۷ - ۳۰۶ - ۳۰۷

ک

کلکتہ - ۱۰۱ - ۱۵۲ - ۱۷۷ - ۳۳۳
کاکو - (موضع) ۱۶۲
کشمیر - ۳۰۹ح
کشان - ۳۰۶
کنیار کور (تھانہ) ۳۲۵
کچنوچھہ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۳۱۰ - ۳۱۲
کثرت آباد - ۲۹۳
کپسی - ۲۸۹ح
کفی وال (کھوتوال) ۲۶۵ح - ۲۶۶
کہستی گیری - ۲۵۷
کلانور - ۹۸
کابل - ۹۷ - ۲۳۲ - ۳۰۶ - ۳۰۷
کامروپ - ۵۴
کراچی - ۴۳
کونیہ - ۱۴۸ح
کوہ روضہ دولت آباد - ۱۳۷
کھوتوال (قصبہ) ۲۶۶
کانا (موضع) ۸۳

کرناٹک - ۲۳۱
کارہ تویا - ۲۲۸
کوچ - ۲۸ - ۳۳ ۱۳۵ ح ۲۲۴
کندل - ۲۱۴ ح
کیلو کھیری - ۱۲۱ ح - ۱۴۵ ح - ۱۹۶ ح
کوٹ کروڑ - ۱۱۵ ح
کندرھاٹ - ۱۹۱
کتھولیا - ۱۸۵
کامروپ - ۱۷۹

گ

گجرات - ۱۰۸ ح - ۱۲۴ - ۱۵۵ - ۲۵۵ - ۳۰۱ ح
گوڑ - ۴۵ - ۶۹ - ۱۳۵ - ۱۳۷ - ۱۵۰ - ۱۵۵ - ۱۸۹ - ۲۱۵ ح - ۲۱۷ ح - ۲۱۸ ح - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۳۵۹ -
گوبلہ دگی - ۳۷۹ (تالاب)
گنگوہ - ۲۹۵ ح
گوبند پور - ۲۶۲ ح
گلبرگہ - ۲۱۲ ح
گوالیار - ۴۸

ل

لاھور - ۹۷ ح - ۱۰۳ - ۱۰۴ ح - ۱۰۹ - ۱۶۳ - ۱۶۴ ح - ۱۹۳ - ۲۰۶ ح - ۲۴۵ - ۳۰۸ -
لشکر پور - ۲۳۰
لیاقت آباد - ۴۳
لاتو - ۳۵ - ۱۵۱
لکھنؤ - ۷۷ - ۱۲۳ ح
لکھنوتی (لکھناوتی) ۲۵ - ۲۸ - ۳۰ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۹ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۲۱۵ ح - ۲۳۱ - ۲۴۳ - ۲۴۴

م

مخصوص آباد (سراغے) - ۴۲۳ ح - مرشد آباد - ۱۷۶ - ۳۲۱ - ۴۲۳
مقلی - ۳۱۳ ح
ملتان - ۱۱۶ - ۱۱۶ ح - ۱۲۰ - ۱۴۶ ح - ۱۹۳ ح - ۲۲۱ - ۲۶۶ - ۳۰۳ - ۳۰۷ ح - ۳۰۸ ح -
مہرنہ - ۱۵
مونگیر - ۲۰۷ ح
میدن پور - ۳۷
منہرا - ۲۳۲
منکل کوٹ - ۱۶۳ - ۱۶۵ - ۱۷۳ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۲۲۱ - ۲۵۵ - ۴۴۳

معظم پور - ۳۴۱
مانک پور - ۳۱۱
مانڈو - ۳۵۰
مرسرہ - ۳۷۹
مسجد بدیع الدین عالمگیری - ۳۷۶ح
مشرقی پاکستان (مشرقی بنگال) ۴۲-
۴۴ - ۸۳ - ۱۱۵ح - ۲۲۹ -
۳۳۳ - ۳۳۵ - ۳۴۳ - ۳۶۷
مغربی پاکستان - ۴۲ - ۴۳ - ۱۱۵-
۲۲۹ - ۲۳۰
مگ بازار - ۲۶۲
مسجد اثالہ - ۲۹۱ ح
محمد آباد - ۲۸۹
منیر - ۲۶ - ۲۷ - ۲۴۳ - ۲۸۲ ح -
۲۸۹ -
مدینہ منورہ - ۳۰۸ ح
مرزا پور - ۲۶
مداری باڑی - ۶۷
مگر پاڑہ - ۶۴
منشی گنج - ۵۱
مرس واری - ۱۹۱
مکہ معظمہ - ۵۱ - ۵۳ - ۱۸۵ -
۳۰۸ ح
ملاسملہ فرفرا - ۵۵
مسجد اقصیٰ - ۱۱۶
محل الف خاں - ۱۳۲
مستنہ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷
مدنا پور (مدن پور) ۱۷۶ - ۲۲۴
میگنا (دریا) ۱۴۹
ماوراءالنہر - ۳۰۶
مشہد - ۳۰۶
مدرسہ حنفیہ - ۳۳۲
میدان میاں صاحب (محلہ) - ۲۳۴

ن

نیشا پور - ۹۲ - ۹۳ ح - ۱۱۷ -
۱۱۸ح - ۳۰۷ح -
نہاوند - ۹۴
نصیر آباد - ۹۱
نوشہرہ - ۷۸
ندیا (شہر) ۲۵ - ۲۳۱
نواکھالی - ۳۱۹

و

وحدت آباد - ۲۹۴
ونگا - ۴۵
وکرم پور - ۲۹ - ۳۹

ہ

ہارون - ۳۰۷ح
ہرات - ۳۶ - ۳۰۶
ہمدان - ۳۰۳ح
ہانسی - ۲۶۶ح - ۲۶۷ح

ہری رام نگر - ۲۲۶
ہوگلی (شاہ گنج) عظیم گنج ۱۰۸ح -
۱۷۶ - ۲۵۱ح -
ہمت آباد - ۸۴
ہانسی - ۲۶۶ح ۲۶۷ح
ہگلی - ۵۵
ہمنگ ٹیلہ - ۳۵

ی

یسوی - ۲۷۵
یمن - ۱۳۸

نامہائے کتب

الف

آسودگان ڈھاکہ - ۳۲۴ح - ۳۲۵
۳۸۱ح - ۳۸۲ح - ۳۸۳ح -
۳۸۴ - ۴۲۵ -
المنجد - ۴۱۹
آئینہ اودھ - ۴۱۷ح
اخبارالاخیار - ۴۰ح - ۵۷ح -
۶۶ - ۶۶ح - ۱۱۴ - ۱۲۱ح -
۱۲۲ح - ۱۲۳ح - ۱۲۴ح -
۱۲۶ح - ۱۳۲ح - ۱۳۳ -
۱۳۳ح - ۱۴۷ح - ۱۵۶ح -
۱۵۷ح - ۱۸۳ح - ۲۰۲ح -
۲۰۵ح - ۲۰۶ح - ۲۰۷ح -
۲۰۸ح - ۲۱۲ح - ۲۴۸ح -
۲۶۷ح - ۲۶۸ح - ۲۷۴ح -
۲۷۹ح - ۲۸۰ح - ۲۸۴ح -
۲۸۵ح - ۲۹۱ح - ۲۹۶ح -
۳۰۸ح - ۳۱۳ - ۳۱۳ح - ۳۱۴ -
۳۸۸ - ۳۹۱ح - ۳۹۵ح - ۴۰۰ح -
۴۰۱ - ۴۰۱ح - ۴۰۲ح - ۴۰۴
۴۰۴ح - ۴۱۲ح - ۴۱۳ح -
۴۱۴ح - ۴۱۵ح -
اشعت اللمعات (شرح مشکوٰۃ) ۴۰۲ح
اخبارالاولیاء - ۲۸۷ح
الدرالمنظوم - ۲۸۰ح - ۲۸۱ح -
آئین اکبری - ۴۶ - ۴۸ح -
۲۷۸ح -
آب کوثر - ۲۶ - ۱۴۷ح - ۱۴۸ح
۱۵۱ح - ۱۵۲ - ۲۴۲ح - ۲۴۴ح -
۲۴۵ - ۴۱۵ -
اذکار ابرار - ۱۴۲ح - ۱۴۳ح -
۲۹۴ح
الٰہی نامہ - ۱۱۹ح -
ایسٹرن بنگال گزیٹر چٹاگانگ -
۸۷ح -
ایضاح الحق - ۸۱ح
افسانہ شاہان - ۱۰۵ح - ۱۲۲ح
الیانع الجنی - ۸۰ح
ابجد العلوم - ۸۰ح ۱۶۵ح
انسکرپشن ف بنگال - ۵۲ح ۵۶ح
۱۰۵ح - ۱۰۶ - ۲۱۸ح
اکبر نامہ - ۴۸ح - ۹۸ح -
اسرار نامہ - ۱۸ح - ۱۱۹ح
انوار العارفین - ۱۶۵ح
امرت کند - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱

نامہائے کتب

افضل الفوائد - ۲۰۰ح
اصول السماع - ۲۰۵ح
احوال گوڑھ پنڈوہ - ۲۱۸ح - ۴۰۶ -
ابلیس نامہ - ۲۳۶ - ۲۳۸
اربعین فی فضل الجہاد - ۱۰۰ح -
اتھروید (فارسی ترجمہ) ۱۰۰ح
اسرارالاولیا - ۲۷۱ح
انتخاب کلام مسلم شعرائے بنگال - ۳۵۷
انوار احمدیہ - ۳۳۱ح
اوراد فتحیہ - ۳۱۰ح
اسرارالنقط - ۳۱۰ح
اجوبہ - ۲۸۶ح
ارشادالطالبین - ۲۸۶ح
ارشادالسالکین - ۲۸۶ح

ب

بنگل پاسٹ اینڈ پریزنٹ - ۳۹۶ح
بحرمواج - ۳۹۵ح
بشارات المریدین - ۳۱۲
بزم صوفیہ - ۱۲۳ح - ۱۳۶ح -
۲۰۱ح - ۲۱۳ح - ۲۴۸ح -
۲۶۹ح - ۲۸۴ح - ۲۸۷ح -
۳۰۹ - ۳۱۵
بنگلی میں اردو - ۷۳ - ۳۱۴ -
۳۱۴ح - ۵۰۳ح
بحرالاسماء - ۱۰۰ح
بست باب فی الاصطرلاب - ۹۹ح
بہارستان - ۹۶ح
بیاض دارا شکوہ - ۹۵ح
بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹرز - ۵۵ح
بزم تیموریہ - ۴۸ح
بہجتہ الاسرار - ۴۰ح
نبی بنگشا - ۲۳۶ - ۲۳۹
بھگوت گیتا (ترجمہ) - ۹۵ح
بزودی - ۲۰۹ح - ۲۸۰ح
بنگے صوفی پربھاوا - ۲۵۷ح - ۲۴۳

پ

پداولی - ۲۳۶ - ۲۳۸
پند نامہ - ۱۱۹ح

ت

تواریخ ڈھاکہ - ۵۱ح - ۶۳ح -
۲۴۴ح - ۲۶۱ح - ۲۶۲ح -
۲۶۳ح - ۲۶۳ - ۳۲۱ح - ۳۲۳ -
۳۷۷ح - ۳۸۱ - ۴۲۵
تذکرۃ الواصلین - ۱۰۱ - ۱۳۰ح -
۱۳۲ - ۱۳۲ح
تذکرۂ اولیائے بنگالہ - ۵۹ح - ۶۳ح -
۷۲ح - ۷۸ - ۸۱ح - ۸۳ح -
۸۳ - ۸۵ح - ۸۶ - ۸۶ح ۸۷ -

نامہائے کتب

۸۷ح - ۸۹ - ۸۹ح - ۱۳۵ - ۱۳۷ - ۱۳۹ح - ۱۵۲ - ۱۵۲ح
تذکرۃالاولیاء - ۱۱۹ح
تذکرۂ صوفیائے پنجاب - ۱۱۷ح - ۲۸۲ح - ۳۲۲ح
تاریخ مشائخ چشت - ۳۶ح - ۱۱۵ح - ۲۹۶ح
تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت - ۹۸ح - ۱۰۵ح - ۱۰۸ح - ۱۰۹ح - ۱۱۰ح - ۲۱۴ح - ۲۲۸ح - ۲۱۳ح
تاریخ فرشتہ - ۲۹ - ۶۳ح - ۶۶ح - ۸۴ح - ۳۹۴
تواریخ اعظمی - ۳۰۹ح
تحفتہ اکرام - ۲۷۸ح
تذکرۂ علمائے ہند (ترجمہ) ۳۸ح - ۸۰ح - ۱۶۵ح - ۲۹۰ح - ۲۹۱ح - ۳۲۳ - ۴۰۳ح
توزک جہانگیری - ۳۸ح - ۱۶۵ح
تاریخ مگدھ - ۲۷ح - ۲۹
تنویرالعینین - ۸۱
تقویتہ‌الایمان - ۸۱ح
تراجم علمائے اہل حدیث - ۱۰ح
تاریخ یافعی - ۹۵ح
تذکرۂ حضرت شاہ سیدالطائفہ جنید بغدادی - ۹۵ح
تاریخ جلالی - ۱۵۳ح
تحفۃالکرام (اردو ترجمہ) - ۱۶۰ح
تذکرۂ صوفیائے سندھ - ۱۶۵ح
تذکرۂ مراۃالخیال - ۱۸۱
تاریخ معصومی - ۲۱۲ح
تاریخ فیروز شاہی - ۲۱۱ح
تاریخ ہند و پاکستان - ۲۳۲ح
تاریخ الفی - ۱۰۰ح
تاریخ کشمیر - ۱۰۰ح
تاریخ ریگستان - ۹۸ح
تحفۃالاحرار - ۹۶ح
تاریخ مہدی - ۲۸۰ح
تاریخ طاہری - ۲۷۸ح
تاریخ سندھ - عبدالحلیم شرر - ۲۷۸ح
تاریخ معصومی - ۲۷۸ح
تاریخ فرشتہ - ۲۷۸
تذکرۃالواعظین - ۱۰۱ح
تحفۂ غیبی - ۲۸۶ح
تکملۂ خیرالمجالس - ۲۱۲ح
تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ۲۱۱ح - ۲۹۶ح

ج

جذب القلوب - ۲۰۰ح
جواہر جانمہ - ۲۷۸ح
جنن پرادیب - ۲۳۶ - ۲۳۸
جیکم راجر لوانی - ۲۳۶ - ۲۳۸
جنن جہ تیشا - ۲۳۶ - ۲۳۸
جواہر نامہ - ۱۰۹ح

جنرل ایشیاٹک سوسائٹی (۱۸۷۲ء) ۲۶۰
جنرل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال - ۵۶ح - ۲۶۰
جنرل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۸۲ح

چ

چہل رسالہ - ۳۰۴ح

ح

حاشیہ شرح تجرید اصفہانی - ۳۲۹
حاشیہ علم کلام - ۳۲۹
حاشیہ عضوی و تلویح و بزودی ٤ - ۳۲۹ح
حاشیہ بیضاوی - ۳۲۹ح
حاشیہ عضدی - ۳۲۹
حاشیہ طول و مختصر - ۳۲۹ح
حاشیہ فوائد ضیائیہ - ۳۲۹ح
حاشیہ قال اقوال - ۳۳۱ح
حدیقہ ثنائی - ۳۰۲
حنیفر پترا پانچ - ۲۳۰
حکم نامہ شرف الدین - ۲۳۸ح
حوض الحیات - ۱۸۰
حلیۃ الاولیاء - ۳۸ح
حرز جان عارفاں فی مناقب محبوب سبحانی - ۷۳
حدائقۃ الحنفیہ - ۱۶۵ح
حضرات القدس - ۱۶۵ح - ۱۶۷ح
حسنات العارفین یا سطحیات - ۹۵ح
حکایات المناظرہ - ۸۰ح
حیات مجدد - ۱۶۵ح
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی - ۴۰۳ح
حواشی کافیہ - ۳۹۵ح
حقائق و معارف - ۳۷۶ح

خ

خوان پر نعمت - ۲۸۶ح
خزینۃ الاصفیا - ۹۶ح - ۱۳۳ح - ۱۵۶ح - ۱۶۵ح - ۱۶۷ح - ۲۰۱ح - ۲۰۶ح - ۲۳۸ح - ۲۷۲ - ۲۷۲ - ۲۷۲ح - ۲۷۵ح - ۲۷۶ح - ۲۷۷ح - ۲۸۷ - ۲۸۹ح - ۳۰۳ - ۳۰۶ح - ۳۰۹ح - ۳۱۴ - ۳۹۱ح - ۳۹۲ -
خورشید جہاں نما - ۲۷۵ - ۲۷۵ح
خیر المجالس - ۱۳۱ح - ۲۰۹ح - ۲۱۰ح - ۲۱۲ح
خسرو نامہ - ۱۱۹ح
خرد نامہ سکندری - ۹۶ح
خزینہ جلالیہ - ۲۷۸ح
خدا بخش لائبریری ، بانکی پور - ۱۰۱

د

دیوان عراقی - ۳۰۳ح
دیوان (مولانا روم) - ۳۰۱
دراس‌العین فلکی - ۲۴۵
درمنثور - ۱۷۶ح
دیوان عطار - ۱۱۹ح
دلیل‌العارفین - ۱۲۰ح - ۳۰۸ح
دیوان جامی - ۹۴ح
دیباچه مرقع - ۹۵ح
دیوان دارا شکوه - ۹۵ح
دربار اکبری - ۴۸ح

ذ

ذیل‌الرشهات - ۳۲۲
ذخیرةالوالخوانین - ۴۸ح - ۲۳۳ح

ڈ

ڈسٹرکٹ گزیٹر دھناج پور - ۸۴ح
ڈسٹرکٹ گزیٹر چٹاگانگ - ۱۳ - ۸۳ح

ر

رساله حقیقت ، محمدیه — ۴۲۹ح
ریاض‌السلاطین - ۲۶ - ۱۰۸ح - ۱۱۰ح - ۱۳۵ح - ۱۳۷ح - ۱۸۰ح - ۱۸۷ح - ۱۹۰ح - ۲۱۵ح - ۲۱۶ - ۲۱۸ح - ۲۷۳ح - ۳۸۵ - ۳۸۶ح - ۳۹۹ح - ۴۲۴ -
روضة الاقطاب - ۲۰۱ - ۲۰۵ح
رساله معارف - ۹۵ح
رساله حق نما - ۹۵ح
رساله قشیریه - ۹۵ح -
رساله یک روزی - ۸۱ح
رساله بے نمازان - ۸۱ح
رساله ایامیٰ - ۸۰ح
رساله اخلاق - ۴۸ح
رقعات ابوالفضل - ۴۸ح
رسالةالشهداء - ۵۳
رساله یشید - ۷۲
رساله ایضاح الطریقه - ۷۶ح
رساله مقامات مظهریه - ۷۶ح
راسائن - ۱۰۰ح -
رساله کوزه و پنڈوه - ۱۳۹ح
رساله اردو - ۱۸۱ح
راحت المحبین - ۲۰۰ح
رساله خمسین - ۲۰۵ح
رساله عثمانیه - ۲۰۵ح
رود کوثر - ۴۸ح - ۶۵ح - [illegible] - ۱۰۴ح - ۱۴۵ - ۱۶۵ح - ۱۷۷ح - ۲۳۵ح - ۳۲۱ - ۳۵۹ - ۳۵۹ح - ۳۷۳ - ۳۷۶ - ۳۷۷

نامہائے کتب

رسولہ اوفات - ۲۳۹
رسالہ احوال گوڑھ و پنڈوہ - ۲۱۸ح
راحت‌القلوب - ۲۶۸ح - ۲۷۱ح -
رسول وجے - ۲۳۶ - ۲۳۷ -
رسالہ عشقیہ - ۲۴۸ح -

ز

زادالمتین - ۴۰۲ح -
زبدۃالآثار - ۴۰۲ح -
زبدۃالمقامات - ۱۶۵ح -
زبدۃالفوائد ۷۲

س

سیرالعارفین - ۱۱۷ح - ۱۲۱ح -
۱۲۳ - ۱۲۳ح - ۱۲۶ح - ۱۲۸ح -
۱۳۱ح - ۱۳۳ح - ۱۹۶ح -
۲۰۱ح - ۲۰۶ح - ۲۰۸ح -
۲۱۲ح ۲۱۵ح - ۲۶۶ - ۲۷۰ح -
۲۷۸ - ۲۸۰ح - ۳۰۸ - ۳۸۷ح -
۳۸۹ - ۳۹۰ح - ۳۹۱ح
سیرت اشرف - ۲۸۳ح
سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف بنگال
۵۴ح - ۶۱ح - ۱۶۹ح - ۱۸۵ح -
۲۵۲ح - ۲۵۳ح - ۲۶۰ -
سوشل ہسٹری آف مسلم ان بنگال
۸۳ح - ۸۷ح - ۱۳۳ - ۱۷۲ح -
۱۸۲ح ۱۹۰ح - ۲۲۳ - ۲۲۳ح -
۲۲۷ - ۲۳۵ح - ۲۶۰ح -
۳۹۶ح - ۴۰۶ح -
سیرت مولانا کرامت علی جون‌پوری
۳۳۸ح
سفینۃ الاولیاء - ۹۴ح - ۹۵ - ۹۵ح -
۱۴۶ح - ۱۴۷ح - ۱۶۵ح -
۲۰۱ح - ۳۰۶ - ۳۱۳ح -
۳۱۴ح -
سیرالاولیاء - ۳۶ - ۱۹۳ - ۱۹۷ح -
۲۰۱ح - ۲۱۵ - ۲۶۷ح -
۳۰۸ح
سیرالمتاخرین - ۲۴۲ح - ۲۹۶ح -
۳۹۶ح -
سلاطین دھلی کے مذھبی رجحانات -
۱۲۶ح
سہیل یمن اور تاریخ جلالی (قلمی)
۱۵۱ح
سکینۃ الاولیاء - ۹۵ح
سبحۃالابرار - ۹۶ح
سلامان و ابسال - ۹۶ح -
سلسلۃالذھب - ۹۶ح
سراکبر ۹۵ح
سوانح احمدی - ۸۰ح
سیرت سید احمد شہید - ۷۹ - ح
۸۰ح
سخندان فارس - ۴۸ح
سوشل ہسٹری آف بنگال ۸۴ح -

نامہائے کتب

۱۳۶ح - ۳۳۹ح - ۳۵۵ح - ۳۵۹
سوانح عمری حضرت شاہ جلال
۱۵۳ - ۱۵۳ح
سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی -
۱۶۵ح
سیرالاقطاب - ۲۴۸ح
سوشل ہسٹری آف دی مسلم ان
بنگال - ۲۲۳ - ۲۲۷ - ۲۴۵
سفر نامہ حضرت مخدوم جہانیاں
۲۷۸

ش

شرح جام جہاں نما - ۴۲۹ح -
شرح نخبۃالفکر - ۴۲۹ح
شرح ابیات منہل ومامینی - ۴۲۹ح
شرح ارشاد قاضی - ۴۲۹ح
شرح اسماءالرجال (بخاری) ۴۰۲ح
شرح فتوح الغیب - ۴۰۳ح
شرح سفرالسعادت - ۴۰۲ح
شرح مفتاح - ۳۱۷ح
شیخ شبھودیا - ۱۳۳ - ۳۴۳
شرح القلب -۱۱۹ح
شواھدالنبوۃ - ۹۶ح
شجرۂ نظمیہ - ۷۲
شجرۃالعارفین - ۷۲
شیخ عبدالقدوس گنگوھی اور ان
کی تعلیمات - ۲۷۲ح - ۲۹۶ح -
۲۹۸ح -
شرح مسلم العلوم - ۳۳۱ح
شرح عقائد نسفی - ۳۱۷ح
شب معراج - ۲۳۶ - ۲۳۷
شرح نزھتہ - ۱۴۶ح -
شرح آداب المریدین - ۲۸۶ -ح

ص

صراط المستقیم - ۷۹ح - ۸۰ح - ۸۱ح

ط

طبقات ناصری - ۲۷ - ۲۷ح - ۲۸ -
۲۷۸ح
طوالع الشموس - ۳۸۹

ع

عوارف المعارف - ۲۷۰
عثمانی - ۲۰۰ح
عوارف - ۱۹۵ح
علماء ھند کا شاندار ماضی - ۲۰۰ح
عمل صالح - ۹۶ح
عیار دانش - ۴۸ح
عقائد شرفی - ۲۸۶ح

غ

غوث الاولیا - ۴۰۹ح

غنیۃ الطالبین - ۴۰ح

ف

فتوح البلدان - ۲۷۸ح
فوائد الفواد - ۱۱۷ح - ۱۲۹ح - ۱۳۱ - ۲۰۰ح - ۲۷۰ح - ۲۶۸ -
فتاویٰ عزیزی - ۸۰ح
فتح ربانی - ۴۰ح
فتوح الغیب - ۴۰ح
فوائد السالکین - ۱۲۳ح
فتوح المنان فی مناقب النعمان - ۴۰۳ح
فیہ مافیہ - ۳۱۱ح -
فصوص الحکم - ۳۱۳ح
فیروز آباد - ۲۰۲ح
فینی - ۱۴۹ح - ۱۵۲
فریدپور - ۶۷ - ۲۷۱ح
فوائد رکنی - ۲۸۶ح

ق

قیامت نامہ - ۲۳۹
قدوری - ۲۰۱
قصیدہ بردہ - ۲۹۹
قلائد الجواہر - ۴۰ح
قصیدہ غوثیہ - ۴۰ح
قیامت نامہ - ۲۳۹

ک

کلید مخازن - ۴۲۹ح
کبریت احمد - ۴۲۵
کشف القناع - ۲۰۵ح
کافیہ - ۲۰۱
کشاف - ۱۹۸ح - ۲۰۹ح
کشف الظنون - ۱۸۰
کتاب الارشاد - ۱۷۹ح
کنز الاقائق - ۹۹ح
کتاب الطبقات - ۹۵ح
کنز ریاض - ۷۲
کشاف - ۲۶۸

گ

گلزار ابرار (ترجمہ) ۶۶ - ۶۷ح - ۶۸ح - ۱۴۲ح - ۱۴۵ - ۱۴۶ح - ۱۴۸ح - ۲۹۵ح - ۲۹۶ح - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۳ - ۳۸۹ح - ۳۹۱ - ۴۱۱ - ۴۱۲ح - ۴۱۶ - ۴۱۷ح - ۴۲۹ح -
گزیڑ ضلع ملتان - ۲۷۰ح
گلستان قادری - ۱۷۷ح
گنج ارشدی - ۱۷۶ح
گلزار اولیاء - ۱۶۵ح
گنج لایفنی - ۲۸۲ح

نامہائے کتب

ل

لمعات (شرح مشکواۃ) ۲۰۴ح
لوائح - ۳۸۹ح - ۹۲ح
لمعات - ۳۰۳ح
لطائف اشرفی - ۲۷۶ - ۲۷۲ح -
۲۸۲ح - ۲۸۸ح - ۲۸۹ح - ۲۹۱ -
۲۲۹ - ۲۹۷ - ۲۹۸ح - ۲۹۹ح -
۳۰۰ح - ۳۱۲ - ۳۱۲ح
لیلیٰ مجنون - ۹۶ح -
وظائف قدوسی - ۲۹۶ح

م

مجمع الاسرار (قلمی) ۴۱۱ح
ماثبت بالسنہ - ۴۰۳ح
مدارج النبوۃ - ۴۰۲ح
مناقب السادات - ۳۹۵ح
ملفوظات شیخ حسام الدین مانک پوری - ۳۹۲ح
ملہمات منعمی - ۳۷۶ح
مسلم بنگالی ادب - ۸۷ - ۲۳۰ح -
۲۴۰ - ۳۵۳ - ۳۶۹ - ۳۷۲ -
۴۲۱
مسلم آرکیٹکٹ ان بنگال - ۱۳۷ -
۱۳۹ح - ۳۱۸ح - ۴۰۸ -
معرفتی کان (معرفتی راک) ۲۳۶ -
۲۳۱
مراۃ الاسرار - ۲۷۹ح - ۳۱۴ -
۳۹۴ح
مروج الذہب - ۲۷۸ح
معجم البلدان - ۲۷۸ح - ۱۰۰
مسلم بنگالی ادب - ۴۵ح - ۸۶ح -
۸۷ح - ۱۵۱ح - ۱۵۳ - ۱۵۳ح -
۲۳۰ - ۲۴۰ح - ۲۵۹ح
مقالات الشعرا - ۳۹ح - ۹۶ح - ۹۸ح -
مثنوی مولانا روم - ۱۰۹
مہابھارت - ۱۰۰ح
مہر و ماہ (مثنوی) ۱۲۶ح -
مختار نامہ - ۱۱۹ح
منطق الطیر - ۱۱۹ح
مصیبت نامہ - ۱۱۹ح
من الصغائر والکبائر - ۱۰۱ح
منتخب التواریخ اردو ترجمہ - ۹۹ح -
۱۰۱ح - ۳۱۸
مجمع البحرین - ۹۵ح - ۲۰۱ -
مراۃ الکونین - ۸۴ - ۸۶ح - ۸۷ -
۸۷ح - ۸۹ -
مفتاح التواریخ - ۴۸ح - ۱۶۵ح -
منصب امامت - ۸۱ح
مکاتیب - ۹۵ح
مثنوی - ۹۵ح
معارج الولایت - ۱۵۵
مشکواۃ - ۱۷۶ح
مذاکرہ قطب العالمین - ۱۷۷ح
مراۃ المعانی فی ادراک العالم الثانی - ۱۱

ناسهائے کتب

مقامات حریری - ۱۹۳ ح
مشارق الانوار - ۱۹۳ ح
مفتاح العاشقین - ۲۱۲ ح ،
مفصل - ۲۰۱
مکتوبات بنام اختیارالدین - ۲۴۸ ح -
مثنوی کنزالاسرار - ۲۴۸ ح
مطول - ۳۱۷ ح
معجم المطبوعات العربیه ۳۱۴
مثنوی (مولانا روم) ۳۰۱ ح
مغزالمعانی - ۲۸۶ ح
مخ المانی - ۲۸۶ ح -
معدن المعانی - ۲۸۶ ح
مکتوبات صدی - ۲۸۶ ح
مناقب الاصفیا - ۲۴۲ - ۲۴۳ -
۲۸۳ ح - ۲۸۵ ح -
مکتوبات دو صدی - ۲۸۳ ح -
موج کوثر - ۲۷۰ ح - ۲۸۳ ح
مونس المریدین - ۲۸۶ ح -

ن

نزهته الخواطر - ۳۸ ح - ۶۶ ح -
۷۶ ح - ۸۰ ح - ۸۱ ح - ۱۰۱ ح -
۱۲۳ - ۱۳۳ ح - ۱۶۵ ح -
۱۶۶ ح - ۱۶۷ ح - ۱۷۶ ح -
۱۷۶ ح - ۲۰۲ ح - ۲۰۵ ح - ۲۳۱ -
۲۳۲ ح - ۲۴۳ - ۲۹۸ ح - ۳۱۱ ح
۳۳۱ ح - ۳۷۶ - ۴۱۷ ح - ۴۱۸ ح
۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۹ ح
نفحات الانس - ۹۲ ح - ۹۳ ح - ۹۵ -
۹۶ - ۱۱۵ ح - ۱۱۹ ح - ۳۰۳ ح
۳۰۷ - ۳۱۴ ح -
نرنجز رشما - ۶۷
نادرالنکات - ۹۵ ح
نورالخلائق - ۱۶۶ ح
نقدالنصوص فی شرح نقش الفصوص -
۹۶ ح
نجات الرشید - ۱۰۰ ح
نام حق - ۲۴۵
نبی بنگشا - ۲۳۶ - ۲۳۹
نسیم الحرمین - ۳۳۴ ح
نورالنواظر - ۳۳۱ ح

و

وفات رسول ص - ۲۳۴ - ۲۳۵ ح -
۲۳۶ - ۲۳۷

ہ

هسٹری آف صوفی ازم ان بنگال
۸۷ - ۸۹ - ۹۱ ح - ۱۱۱ ح -
۱۶۰ ح - ۱۹۱ ح - ۲۲۱ ح -
۱۲۳ ح - ۲۲۴ ح - ۲۲۵ ح - ۲۲۷ ح -
۲۲۸ ح - ۲۴۹ ح - ۲۵۵ - ۲۷۱ ح
۳۲۷ - ۳۴۵ - ۳۴۸ ح - ۳۷۹
هدایه - ۲۰۹ ح - ۲۸۰ ح

ی

یوسف زلیخا - ۹۴ ح - ۳۵۵

فہرست مآخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	آب کوثر	شیخ محمد اکرام
۲	تاریخ مگدھ	مولوی فصیح الدین بلخی
۳	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی
۴	مقالات الشعراء	میر علی شیر قانع ٹھٹوی
۵	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دھلوی
۶	قلائد الجواہر	
۷	بہجۃ الاسرار	
۸	مسلم بنگالی ادب	ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونی ورسٹی
۹	ترجمہ تذکرۂ علمائے ھند	رحمٰن علی
۱۰	تواریخ ڈھاکہ	
۱۱	اسکرپشن آف بنگال	شمس الدین احمد
۱۲	سوشل اینڈ کلچرل ھسٹری آف بنگال	ڈاکٹر محمد عبدالرحیم
۱۳	بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹرس	
۱۴	جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (۱۸۷۰ء)	
۱۵	تذکرہ اولیائے بنگالہ حصہ اول	مولانا عبیدالحق پرنسپل مدرسہ عالیہ فینی
۱۶	تاریخ فرشتہ جلد اول و دوم	محمد قاسم
۱۷	رود کوثر	شیخ محمد اکرام

فہرست مآخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۸	نزھۃالخواطر ۔ جلد ۴	مولانا عبدالحی
۱۹	مشرق بنگال میں اردو	سید اقبال عظیم
۲۰	نزھۃالخواطر جلد ۷	مولانا عبدالحی
۲۱	تاریخ فیروز شاھی	شمس سراج عفیف
۲۲	ھسٹری آف صوفی ازم ان بنگال ۔	(غیر مطبوعہ) ڈاکٹر انعام الحق
۲۳	نفحات الانس	مولانا عبدالرحمن جامی
۲۴	سفینۃالاولیاء	داراشکوہ
۲۵	خزینۃالاصفیاء جلد اول و دوم	مفتی غلام سرور لاھور
۲۶	نزھۃالخواطر جلد ۵	مولانا عبدالحی
۲۷	نزھۃالخواطر جلد ۷	،،
۲۸	تذکرۃالواصلین	خان بہادر رضی الدین فرشوری
۲۹	تاریخ مسلمانان پاکستان و ہند ۔	جلد اول و دوم ۔ سید ھاشمی فرید آبادی
۳۰	رسالہ نقوش (لاھور نمبر)	
۳۱	ریاض السلاطین	
۳۲	تذکرہ صوفیائے پنجاب	اعجاز الحق قدوسی
۳۳	سلاطین دھلی کے مذھبی رجحانات	
۳۴	سیر العارفین	شیخ جمالی
۳۵	فوائدالفواد	خواجہ حسن سنجری
۳۶	سوشل ھسٹری آف بنگال	عبدالکریم صاحب لیکچرار ڈھاکہ یونیورسٹی
۳۷	رسالہ احوال گوڑہ و پنڈوہ	منشی شیام پرشاد
۳۸	مسلم آرکیٹکٹ ان بنگال	پروفیسر احمد حسن دانی

فہرست مآخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۹	اذکار ابرار (ترجمہ گلزارابرار)	فضل احمد
۴۰	سیرت سید احمد شہید	مولانا ابوالحسن ندوی
۴۱	سہیل یمن (قلمی)	،،
۴۲	تاریخ جلالی (قلمی)	،،
۴۳	سوانح عمری حضرت شاہ جلال	(عبدالمالک چودھری)
۴۴	تذکرہ صوفیائے سندھ	اعجازالحق قدوسی
۴۵	نزھۃالخواطر جلد ۵	مولانا عبدالحی
۴۶	حضرات القدس	
۴۷	تاریخ جلال	منصور علی
۴۸	رسالہ اردو ، اکتوبر ۱۹۵۲	انجمن ترقی اردو پاکستان
۴۹	جنرل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ، جلد اول	
۵۰	بزم صوفیہ	
۵۱	سیرالاولیاء	میر خورد
۵۲	روضۃالاقطاب	
۵۳	خیرالمجالس	حمید شاعر قلندر
۵۴	تکملا خیرالمجالس	،،
۵۵	تاریخ معصومی	میر معصوم بکھری
۵۶	ذخیرۃالخوانین جلد اول	(مطبوعہ) شیخ فرید بکھری
۵۷	نزھۃالخواطر جلد ۱	مولانا عبدالحی
۵۸	بنگے صوفی پربھاوا (بنگلہ)	ڈاکٹر انعام الحق
۵۹	شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور آن کی تعلیمات	اعجاز الحق قدوسی
۶۰	لطائف اشرفی	
۶۱	مراۃالاسرار (قلمی)	
۶۲	نزھۃالخواطر جلد ۳	مولانا عبدالحی

فہرست مآخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٦٣	بنگال میں اردو	وفا راشدی
٦٤	اردو ترجمہ منتخب التواریخ	مترجمہ مولانا احتشام الدین
٦٥	آسودگان ڈھاکہ	حکیم حبیب الرحمن اخون زادہ
٦٦	نزھۃ الخواطر جلد ٧	مولانا عبدالحی
٦٧	سیرت مولانا کرامت علی	مولانا عبدالباطن جون پوری
٦٨	انتخاب کلام مسلم شعرائے بنگال	ڈاکٹر انعام الحق
٦٩	حیات شیخ عبدالحق محدث دھلوی	خلیق احمد نظامی
٧٠	مجمع الاسرار (قلمی)	
٧١	آئینۂ اودھ	سید شاہ ابوالحسن
٧٢	نزھۃ الخواطر - ج ٤	مولانا عبدالحی
٧٣	،، جلد ٣	،،

صحت نامه

غلط	صحیح	صفحه	سطر
نزھۃالخوطہ	نزھۃالخواطر	۳۲	۱۴
شیخ عبدالحق	شیخ علاءالحق	۳۹	۴
شیخ حسین ڈھکر پوش	شیخ حسین ڈھاکر پوش	۴۰	۶
کو ھم	ھم کو	۴۱	۱۳
نزھۃالخواطہ	نزھۃالخواطر	۴۸	۲۲
بربک شاہ	باربک شاہ	۵۳	۱۲
شاہ انور قلی جلی	شاہ انور قلی حلبی	۵۵	۱
ماھرین کا خیال ھے	ماھرین آثار قدیمہ کا خیال ھے	۵۵	۱۶
ڈسٹک	ڈسٹرکٹ	۵۵	۱۸
نزھۃالخواطہ	نزھۃالخواطر	۶۶	۳۵
سید شاہالحسن	سید شاہ ابوالحسن	۷۱	۱۰
احمد شہید	سید احمد شہید	۷۱	۲
ترجمہ علمائے ھند	ترجمہ تذکرہ علمائے ھند	۷۱	۱۹
ھسٹری آف صوفی ازم بنگال	ھسٹری آف صوفی ازم ان بنگال	۹۱	۱۸
یحیٰ معاذ	یحیا بن معاذ	۹۲	۱۰
نشاپور	نیشاپور	۹۲	۱۰
اشعۃاللمعات	اشعۃاللمعات	۹۶	۲۱
قدرچی	فورچی	۹۹	۲۴
حس	حسن	۱۰۰	۱۰
احمد یاردر	احمد یادگار	۱۰۰	۱۰
شوسل ھسٹری آف دی ان بنگال	سوشل ھسٹری آف مسلم ان بنگال	۱۰۰	۱۱

صحت نامه

غلط	صحیح	صفحہ	سطر
خزینۃالاصفیاء	خزینۃالاصفیا	۱۳۳	۵
مسلم آرکیٹک	مسلم آرکیٹکٹ	۱۳۷	۱۱
تاریخ اولیائے بنگالہ	تذکرہ اولیائے بنگالہ	۵۲	۲۴
اکناکہ	اکنالہ	۲۱۷	۱۹
مسلم آرٹیکچر	مسلم آرکیٹکٹ	۲۱۸	۲۱
سلطان قطب ایبک	سلطان قطب‌الدین ایبک	۲۴۱	۱۱
سید صفی‌الدین گازونی	سید صفی‌الدین گازرونی	۲۷۸	۱۶
امام شافی	امام شافعی	۳۰۵	۲۵
خصوص الحکم	فصوص‌الحکم	۳۱۳	۲۴
سلطان ابراهیم مشرقی	سلطان ابراهیم شرقی	۳۳۱	۱۳
مشرقی پاکستان کی	مشرقی پاکستان کے	۳۳۵	۲۵
عبدالدول	عبدالاول	۳۳۶	۲۲
بسطاطیه	بسطامیه	۳۴۹	۱۷
رام بولیا	رام پور بولیا	۳۶۱	۱
سلطان ابراهیم مشرق	سلطان ابراهیم شرقی	۳۹۴	۲۱
مسلم ارٹی‌ٹیکچر	مسلم آرکیٹکٹ	۴۰۹	۹
سلطان شاه	سلطان حسین شاه	۴۱۰	۲۶
مضامیر	مزامیر	۴۲۰	۱۸

